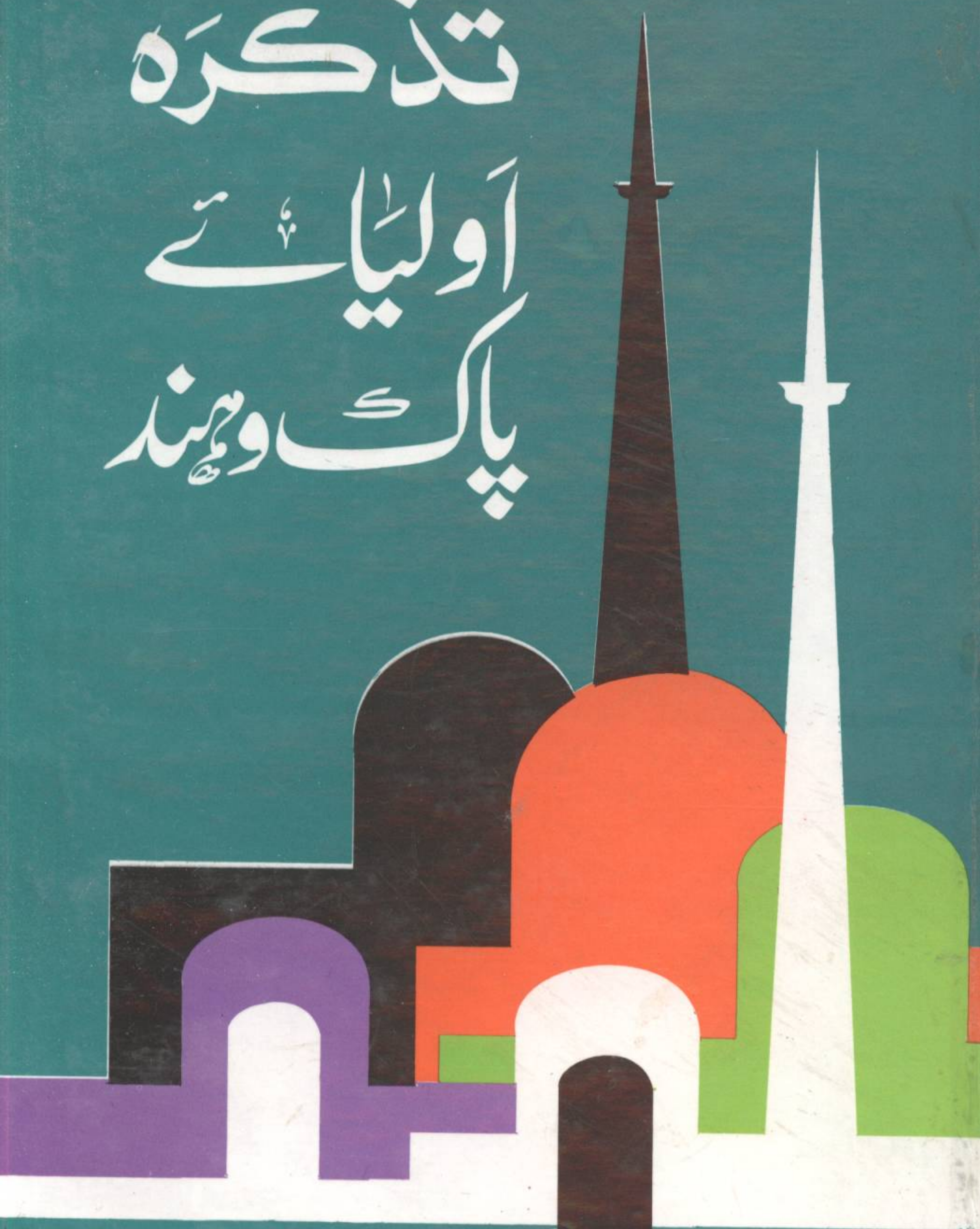
تذکرہ اولیائے پاک و ہند



پروگریسو بکس


تفقہ فی الدین
دین میں خوب سمجھ بوجھ پیدا کرو



تفقہ فی الدین
دین میں خوب سمجھ بوجھ پیدا کرو
پروگریسو بکس
۴۰ بی اردو بازار لاہور
7352795

فقیر عبد الشکور نقشبندی

جدید

تذکرہ اولیائے پاک و ہند

خمخانۂ تصوف

جدید

تذکرہ اولیائے پاک و ہند

خم خانۂ تصوف

ڈاکٹر ظہور الحسن شارب

ایم۔اے۔ایل۔ایل۔بی۔پی۔ایچ۔ڈی
بانی صدر: دی سوسائٹی آف مسٹکس

سجادہ نشین
حضرت مخدوم سماء الدین سہروردیؒ (مہرولی نئی دہلی)
حضرت نواب گدڑی شاہ بابا رحمۃ اللہ علیہ (اجمیر شریف)

ناشر

پروگریسو بکس

۴۰-بی، اردو بازار، لاہور
فون: ۷۳۵۲۷۹۵

نام کتاب	:	تذکرہ اولیاء پاک وہند
مصنف	:	ڈاکٹر ظہور الحسن شارب
بار اول	:	اکتوبر 1999ء
تعداد	:	1100
پرنٹرز	:	حاجی محمد حنیف پرنٹرز
ناشر	:	چوہدری غلام رسول
		میاں جواد رسول
قیمت	:	=\80 روپے

ملنے کا پتہ

اسلام بک ڈپو دوکان نمبر 12 گنج بخش روڈ لاہور

ملت پبلی کیشنز۔ فیصل مسجد اسلام آباد

قطب الاقطاب

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ

کی بارگاہ میں

یہ چند اوراق بصد عجز و نیاز پیش کرتا ہوں

"گر قبول افتد زہے عزو شرف"

شارب

جمال مصطفیٰ

کس زباں سے ہو بیاں وصف کمال مصطفیٰ ﷺ
مل نہیں سکتی دو عالم میں مثال مصطفیٰ ﷺ

عالم امکاں کی زینت ہے کمال مصطفیٰ ﷺ
نور بار و رحمت افشاں ہے جمال مصطفیٰ ﷺ

عرش سے تا فرش روشن ہے جمال مصطفیٰ ﷺ
ذرے ذرے سے نمایاں ہے کمال مصطفیٰ ﷺ

جان و دل میں، قلب میں، جسم و روان روح میں
ہے بہر صورت بہر سیرت جمال مصطفیٰ ﷺ

جگمگا اٹھے ضیائے نور حق سے بحر و بر
آشکارا جب ہوا حسن جمال مصطفیٰ ﷺ

عرش پر بے پردہ دیکھا جلوۂ نور احد
اس سے بڑھ کر اور کیا ہوتا کمال مصطفیٰ ﷺ

قلب روشن ہو گیا سینہ منور ہو گیا
شارب آیا جب نظر مجھ کو جمال مصطفیٰ ﷺ

مددے!

بے مددگار منم حضرت حیدر مددے
دست قدرت مددے، فاتح خیبر مددے
باعث رحمت حق مظہر الطاف نبیؐ
حامی دین متیں نفس پیمبر مددے
تشنہ لب آمدہ ام بر درت اے آب حیات
بحر بخشش مددے قاسم کوثر مددے
چوں در پاک تو شد مامن و ملجائے جہاں
حامل خلق نبی، بامن مضطر مددے
شارب ادنے غلامے بدرت استادہ
شاہ قنبر مددے مالک و سرور مددے

فہرست مضامین

دیباچہ

اولیاء کے دل نور مشاہدۂ جمال و باکمال و مکاشفہ جلال لایزال سے منور، روشن اور تاباں ہیں، وہ ع "آتش شوق تیز تر گردد" کا مصداق ہیں۔

وہ مشعل نور ہیں۔ وہ تاریکی اور ظلمت کو دور کرنے والے ہیں۔ وہ سوز و ساز عشق و محبت، خلوص و اخلاص، صدق و صفا، لطف و عطا، جود و سخا و مہر و فا حب وولا کا پیکر ہیں۔

خلوص ان کا ہتھیار ہے، اخلاص ان کی ڈھال ہے، صدق ان کی تلوار ہے۔ عشق ان کا تیر ہے۔ تحمل ان کا شعار ہے۔ توکل و قناعت کی دولت ان کے پاس بے شمار ہے۔

وہ ذہنی غلامی سے آزاد ہیں۔ فائدے کی امید اور نقصان کا خوف ان کو محکوم اور غلام نہیں بنا سکتا۔ انہوں نے ایک ایسے قانون حیات کی بنیاد ڈالی جس کی رو سے انسان کا انسان سے محبت نہ کرنا ایک "جرم" ہے۔

ان کے قانون حیات کے تمام باب اور ہر باب کی تمام دفعات کا مقصد اور منشا ایک ایسے سماج کی تشکیل ہے کہ جس میں روحانی خصوصیات و خوبیوں کو ممتاز و نمایاں درجہ حاصل ہو اور جہاں محبت، انسانیت، خدمت، ہمدردی، اخوت، مساوات، ایثار، صدق، خلوص، بردباری، شکر اور تسلیم و رضا کی بالادستی کارفرما نظر آتی ہو۔

میں نے "معین الہند" لکھ کر خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی" کو خراج تحسین پیش کیا۔ پھر "دلی کے بائیس خواجہ" لکھ کر دلی کے برگزیدہ پیران عضام کو نذر عقیدت پیش کی۔

یہ کتاب اس سلسلے کی تیسری کڑی ہے۔ اس کتاب میں ان اولیائے کرام کے حالات شامل ہیں جن کے حالات "معین الہند" اور "دلی کے بائیس خواجہ" میں جگہ نہ پا سکے۔

اس کتاب میں نہایت اختصار کے ساتھ ہفتاد یعنی ستر اولیائے کرام کے حالات طیبات، خوارق عادات، غرائب و اقعات و حکایات، نادر اسرافات، ترک لذات، مراقبات و مشاہدات، اور اردو وظائف و معمولات، کلمات طیبات و تعلیمات، کشف و کرامات، مجاہدات و عبادات و ریاضات، مکشوفات اور مقامات، درج کئے ہیں۔

یہ کتاب اپنی نوعیت کی پہلی کوشش ہے۔ اگر میری یہ کتاب ان اولیائے کرام نے قبول فرمائی تو یہ میری محنت کا بہترین صلہ ہوگا۔

ظہور الحسن شارب

شارب انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک لٹریچر

شارب ہاؤس، جھالرہ، اجمیر شریف

۴، اپریل ۱۹۶۵ء

ایں مدرسہ نیست جائے آواز
از سینہ بسینہ میرسد راز

حصہ اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب 1

حضرت شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ سلطان الطریقت ہیں۔ گنج حقیقت ہیں۔ برہان الشریعت ہیں۔

خاندانی حالات: آپ سادات حسنی سے ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے حضرت سیدنا زید شہید رضی اللہ عنہ ابن امیر المومنین حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد غزنی کے رہنے والے تھے۔ آپ کے دادا کا نام حضرت علی ہے۔

والد ماجد: آپ کے والد ماجد کا نام عثمان ہے۔[1]

ولادت: آپ غزنی میں پیدا ہوئے۔

نام: آپ کا نام "علی" ہے۔ ہجویر شہر کا نام نہیں ہے' بلکہ غزنی کے ایک محلے کا نام ہے۔ اس لئے آپ "علی ہجویری" کہلاتے ہیں۔

کنیت: آپ کی کنیت "ابو الحسن" ہے۔[2]

لقب: آپ "داتا گنج بخش" کے لقب سے پکارے جاتے ہیں۔

لقب کی وجہ تسمیہ: خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ حسن چشتی سنجری جب لاہور میں رونق افروز ہوئے تو آپ کے مزار مبارک پر اعتکاف فرمایا۔[3] چلتے وقت حضرت خواجہ غریب نواز نے حسب ذیل شعر پڑھا۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

اس روز سے آپ داتا گنج بخش مشہور ہوئے' بعض لوگ تو آپ کو "گنج بخش" کے لقب سے پکارا کرتے ہیں۔

تعلیم و تربیت: آپ علوم ظاہری کی تحصیل سے فارغ ہو کر علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ کے استاد شیخ ابو القاسم آپ سے فرماتے تھے کہ:[4]

"فقیر کے لئے حاضری مرشد سے بہتر اور کوئی چیز نہیں ہے۔ فقیر کو چاہئے کہ حاضری مرشد کی رکھے۔ مرشد وہ ہوتا ہے جو کہ غواص ہو نہ کہ متصل۔ فقیر کو چاہئے کہ اگر اپنے میں قوت پائے تو تب بیعت کرے۔ اور اپنے میں قوت نہ ہو تو دونوں خراب ہوں گے"۔

بیعت و خلافت: آپ شیخ ابو الفضل بن حسن ختلی کے مرید ہیں۔[5] وہ مرید حضرت خضری کے' اور وہ مرید حضرت شیخ شبلی کے ہیں۔[6]

سیرو سیاحت: آپ نے خراسان' ماوراء النہر' مرو آذربائیجان وغیرہ کی سیرو سیاحت فرمائی۔ بہت سے درویشوں سے ملے اور بہت سی برگزیدہ ہستیوں سے استفادہ کیا۔ حضرت شیخ ابو القاسم گرگانی حضرت شیخ ابو سعید ابو الخیر اور حضرت شیخ ابو القاسم قشیری کے روحانی فیوض سے مستفید و مستفیض ہوئے۔[7]

پیرو مرشد کا حکم: مرشد کے حکم سے ہندوستان تشریف لائے۔ واقعہ اس طرح ہے کہ آپ نے ایک رات اپنے پیر روشن ضمیر کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ

"تم کو لاہور کا قطب بنایا گیا ہے۔ لاہور تمہارے سپرد کیا گیا ہے۔ لاہور جاؤ"۔

آپ نے خواب ہی میں اپنے پیر سے عرض کیا کہ لاہور میں پہلے سے خواجہ حسن زنجانی رحمۃ اللہ علیہ موجود ہیں' ان کی موجودگی میں میرا لاہور جانا بے کار ہے۔

آپ کے پیرو مرشد نے آپ کو جواب دیا کہ بحث و مباحثہ کی ضرورت نہیں' دیر نہیں لگانا چاہئے' جلد روانہ ہونا چاہئے۔

روانگی: حکم پاتے ہی لاہور روانہ ہوئے' بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ سلطان

مسعود بن سلطان محمود غزنوی کے لشکر کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے اور بعض لوگ اس سے متفق نہیں، ان کا کہنا ہے کہ آپ شیخ احمد جمادی سرخسی اور شیخ ابو سعید ہجویری کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے۔[8]

نماز جنازہ: لاہور میں پہنچ کر رات ہو جانے کی وجہ سے آپ نے شہر سے باہر قیام کیا۔ صبح کو جب شہر میں داخل ہوئے تو ایک جنازہ آتے دیکھا۔ دریافت کرنے پر آپ کو معلوم ہوا کہ حضرت شیخ حسن زنجانی رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ ہے۔[9]

لاہور میں سکونت: اب آپ کو معلوم ہوا کہ پیرو مرشد کے فرمان میں کیا مصلحت تھی۔ آپ نے لاہور میں مستقل سکونت اختیار فرمائی اور تعلیم و تلقین اور رشد و ہدایت میں مشغول ہوئے۔

وفات: آپ نے 465ھ میں اس جہاں فانی سے سفر دار الاخرت فرمایا۔[10] بعض کے نزدیک آپ کا وصال 456ھ میں ہوا۔[11] مزار پر انوار لاہور میں فیوض و برکات کا سرچشمہ ہے۔

سیرت: آپ قطب زمانہ تھے۔ ذکر و فکر، مراقبہ و محاسبہ اور عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔ دنیاوی آلائش سے پاک و صاف تھے۔

آپ کی ذات ستودہ صفات سے بہت سے بندگان خدا کو فیض پہنچا ہے۔ تصرفات آپ کے بے شمار ہیں۔

علمی ذوق: آپ ایک عالم تھے۔ آپ نے بہت سے کتابیں لکھی ہیں۔ آپ کی تصانیف حسب ذیل ہیں:[12]

منہاج الدین، البیان الاہل العیان، اسرا الخرق و المونیات، کشف الاسرار، الرعایۃ بحوق اللہ، کشف المحجوب،

شعر و شاعری: آپ شاعر بھی تھے۔ آپ کا تخلص "علی" ہے۔ آپ صاحب دیوان ہیں، جیسا کہ آپ خود فرماتے ہیں[13]

"میں نے بیت اور اشعار بہت سے کہے ہیں اور ایک دیوان بھی کہا...."

آپ کی ایک مشہور غزل حسب ذیل ہے۔

غزل

شوق تو در روز و شب دارم ولا عشق تو دارم بہ پنہاں دردلا
جاں بخواہم داد من در کوئے تو گر مرا آزار آید یا بلا
عشق تو دارم میان جان و دل میدہم از عشق تو ہر سو صلا
یاخداوندا رقیباں را بکش یامرا در یاد کن مست ہلا
جام من دارو شراب یار خود مہرباں کن برمن و ہم مبتلا
اے چپا کز تو اگر خواہم لقا گر کنی آرے مکن ہرگز تولا
اے علی تو فرخی در شہر و کو وہ زعشق خویشتن ہر سو صلا

تعلیمات

آپ کی تعلیمات معرفت کا بیش بہا خزانہ ہیں۔

نفسانی غرض: آپ فرماتے ہیں[14] "جس کام میں نفسانی غرض آ جائے اس سے برکت اٹھ جاتی ہے اور دل راستی اور آزادی کے راستے سے نکل کر کجی اور پابندی میں پڑ جاتا ہے اور یہ صورت دو حال سے خالی نہیں یا تو نفس کی غرض پوری ہوگی یا نہ ہوگی۔"

صوفیوں کی صحبت: آپ فرماتے ہیں[15] اور جو کوئی صوفیوں کی صحبت کا ارادہ کرتا ہے' وہ چار معنوں سے باہر نہیں ہوتا۔ بعض کو باطن کی صفائی' دل کی روشنی' طبیعت کی پاکیزگی' مزاج کا اعتدال' نیک خصلت کی صحبت ان کے بھیدوں سے دیدار دیتی ہے' تاکہ تحقیق کرنے والوں کا قرب اور ان کی بزرگی کی بلندی دیکھیں۔ ان کے حال کی ابتدا احوال کے کشف' حرص سے الگ ہونے اور نفس سے منہ پھیر لینے پر ہوتا ہے اور بعض دوسروں کو بدن کی بہتری' دل کی سکون اور پاکی اور سینے کی سلامتی ان کے ظاہر سے دیدار دیتی ہے' تاکہ شریعت کے اختیار کرنے اور اسلام کے ادبوں کو نگاہ رکھنے اور ان کے معاملوں کی خوبی کو دیکھیں۔ اور ان کے حال کی ابتدا اور مجاہدہ اور معاملہ کی خوبی پر ہوتا ہے۔ اور بعض دوسروں کو انسان کی مروت' آپس میں میل کرنے کا طریق' خصلت کی خوبی ان کے فعلوں کی طرف

راستہ دکھلاتی ہے' تاکہ ان کی زندگی کے ظاہر کو مروت سے آراستہ دیکھیں' بڑوں کے ساتھ عزت سے' چھوٹوں کے ساتھ جواں مردی سے' اپنے نزدیکوں کے ساتھ خوشی سے' زیادہ طلبی سے آسودہ اور قناعت پر آرام کیا ہوا اور اس سے ان کی صحبت کا ارادہ کریں۔ اور کوشش اور محنت اور دنیا کے طلب کرنے کا طریق اپنے پر آسان کریں۔ اور بعض دوسروں کو طبیعت کی سستی نفس کی خود رائی اور سرکشی' اسباب کے موجود ہونے کے سوا ریاست کی خواہش بزرگوں کے بغیر صدر نشینی کا ارادہ' بغیر علم کے خصوصیت پانے کی تلاش ان کے فعلوں کی طرف راستہ دکھلاتی ہے' اور سمجھتے ہیں کہ اس ظاہر کے سوا اور کوئی کام نہیں۔ (پس) صوفیوں کی صحبت کا ارادہ کرتے ہیں اور وہ خلق اور کرم سے اس گروہ کے آدمیوں کے رعایت اور خوشامد کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے دلوں میں حق کی بات نہیں ہوتی اور تنہائی مجاہدہ کرنے سے طریقت کے طلب کرنے میں سے کچھ ہوتا' یہی چاہتے ہیں کہ لوگ ان کی ایسی عزت کریں' جیسے محققوں کی' اور ایسی عظمت جیسے خداوند تعالیٰ کے خاصوں کی۔" صوفیوں کی صحبت اور تعلق سے یہی چاہتے ہیں کہ اپنی آفتوں کو ان کی اصلاح میں چھپائیں اور ان کا جامہ پہنیں۔ یہ جامعہ جو بغیر معاملہ کے ہوتا ہے' ان کے جھوٹ پر زور سے پکارتا ہے کہ یہ فکر اور غرور کا لباس ہے اور قیامت کے دن حسرت کا باعث۔"

مجاہدہ نفس: آپ فرماتے ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفس کے مجاہدہ کو جہاد پر بزرگ رکھا ہے' کیونکہ اس کا رنج زیادہ ہوتا ہے وجہ یہ ہے کہ نفس کا مجاہدہ حرص و ہوا کا دور کرنا ہے۔"

فقیر: آپ فرماتے ہیں: [16] فقیر کو چاہیے کہ بادشاہوں اور حاکموں کی آشنائی و معرفت کو سخت خطرناک سانپوں اور بڑے بھاری اژدہاؤں کی معرفت و آشنائی سمجھے اور جانے۔ کیوں کہ جب بادشاہ کا تقرب فقیر کو حاصل ہوا تو جانے کہ اس کا زاد اور توشہ برباد ہو گیا۔ جب ترکی ٹوپی تو نے سر پر رکھ لی تو اس سے کچھ فقیری حاصل نہیں ہوتی' اور ہاں کافروں کی ٹوپی سر پر رکھ لے اور فقیر صادق ہو جا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کی رضا ہو اس پر مستقل اور قائم رہ"

(10) دس چیزیں: آپ فرماتے ہیں: [17] "ایک بزرگ کا فرمودہ ہے کہ یہ دس

چیزیں اپنے مقابل دس چیزوں کو کھالیتی ہیں"

اول------- توبہ گناہوں کو کھا جاتی ہے۔

دوم------- جھوٹ رزق کو چٹ کر جاتا ہے۔

سوئم------ غیبت عمل کو کھا جاتی ہے۔

چہارم----- غم عمر کو کھا کر کم کر دیتا ہے۔

پنجم------ صدقہ بلا کو کھا کر دور کر دیتا ہے۔

ششم------- غصہ عقل کو کھا جاتا ہے۔

ہفتم------ پشیمانی سخاوت کو کھا جاتی ہے۔

ہشتم------ تکبر علم کو کھالیتا ہے۔

نہم------ نیکی بدی کو کھا جاتی ہے۔

دہم------ ظلم عدل کو کھا جاتا ہے۔

آٹھ کلمات: آپ فرماتے ہیں:[18] "لقمان حکیم سے مذکور ہے کہ میں چار سو پیغمبروں کی خدمت بجالایا' اور ان سے آٹھ ہزار کلمے میں نے حاصل کئے' ان میں سے آٹھ کلمے میں نے ایسے انتخاب کئے ہیں کہ ان سے تجھ کو خدا شناسی حاصل ہو' اور وہ آٹھ سخن یہ ہیں

اول: جب تو نماز میں ہو تو اپنے دل کو نگاہ رکھ۔

دوم: جماعت کے ساتھ یار اور رفیق رہ۔

سوم: جب کسی کے گھر جائے تو اپنی آنکھ کو نگاہ رکھ۔

چہارم: جب لوگوں میں آئے تو اپنی زبان کو نگاہ رکھ۔

پنجم: خداتعالیٰ عزوجل کو فراموش مت کر۔

ششم: موت کو بھلائے مت رکھ۔

ہفتم: جب کہ تونے کسی کے حق میں نیکی کی ہو تو اس کو بھول جا۔

ہشتم: جس نے تیرے حق میں کوئی بدی کی ہو' اس کو فراموش کردے۔

اقوال:

○ دولت کو ایک عذاب جان اور اس کو اہل فاقہ لوگوں کو دیدے اور تصدق کر' کیونکہ آخر قبر میں کیڑے کھائیں گے اور اگر تونے یہ بخشش میں

دی دے تو وہ تیرے دوستدار رہیں گے۔

- ○ طالب کو چاہیے کہ خودی، خود پسندی، شیخی و تکبر کو چھوڑ دے اور ان کو اپنے وجود سے بالکل نکال ڈالے۔
- ○ متبدی کو چاہیے کہ وہ سماع کے نزدیک نہ جائے اور اس سے کنارہ کش رہے۔
- ○ دنیا ایک کشتی ہے، جو کہ پانی پر ہو اور ملک ہے جو بے آب ہو، تو غواص غوطہ خور ہو جا اور غرق ہو جانے والا مت ہو۔
- ○ دنیا کو بہت ہی ادنیٰ اور ذلیل و حقیر جان۔
- ○ طالب عقبیٰ کا مت ہو عقبیٰ کا عقوبت یعنی عذاب سمجھ۔ طالب مولا کا ہو، کیونکہ اس کا طالب مذکر اور دانا اور بہادر ہو گا۔
- ○ طالب حق ہو۔
- ○ فقیری مشکل ہے۔
- ○ علم پڑھ، علم سیکھ اور عمل کر۔
- ○ جو کچھ خدائے تعالیٰ عنایت کرے اس پر راضی رہ، اور اگر وہ بے وطنی دیوے تو اس پر قانع رہ، جو کچھ خدائے تعالیٰ بخشش کرے اس پر شکر گزار ہو، اگر گدڑی دیوے تو اس کو پہن لے، اگر لباس پشمینہ دیوے تو اس کو مت پھینک دے اور اگر سواری کو گدھا دیوے تو اس پر سوار ہو، اگر گھوڑا بخشے تو اس کو اپنے سے دور مت کر۔ جو کچھ دیوے لے لے اور جو کچھ نہ دیوے اس پر صبر کر، تاکہ تو راہ کا ہووے اور تاکہ تو حق تک پہنچے۔
- ○ صبر ایک عجیب چیز ہے۔

ورد و وظیفہ: آپ فرماتے ہیں کہ [19] "اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے اسم یاحبیب اور یالطیف کے معنوں کو اپنے وجود میں رکھ لے اور ان کو اپنا ورد بنا لے۔"

کشف و کرامات: لاہور میں سکونت اختیار کرنے کے بعد آپ نے ایک مسجد تعمیر کرانا شروع کی۔ مسجد کی سمت قبلہ رو نہ ہونے کی وجہ سے علماء نے اعتراض کیا۔ آپ نے کسی کے اعتراض کا جواب نہ دیا۔

اس مسجد کی محراب جنوب کی طرف معلوم ہوتی تھی۔ مسجد کی تعمیر کا کام

ہوتا رہا، جب مسجد بن کر تیار ہو گئی، آپ نے علماء و مشائخ کو بلایا، سب نے وہاں نماز پڑھی، آپ نے امامت فرمائی۔

نماز سے فارغ ہو کر آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ ذرا غور کریں کہ کعبہ کس طرف واقع ہے، آپ نے توجہ فرمائی، حجابات اٹھ گئے، سب نے دیکھا کہ کعبہ سامنے اور مسجد کی سمت صحیح ہے۔[20]

حواشی

1- کشف المحجوب (اردو ترجمہ) ص 2 سفینۃ الاولیاء (فارسی) ص 164
2- خزینۃ الاصفیاء
3- کشف الاسرار (اردو ترجمہ) ص 8،
4- نفحات الانس (فارسی) ص 291
5- سفینۃ الاولیاء (فارسی) ص 164
6- سفینۃ الاولیاء (فارسی) ص 164
7- کشف الاسرار (اردو ترجمہ) ص 16
8- فوائد الفوائد (اردو ترجمہ) ص 27
9- کشف الاسرار (اردو ترجمہ) ص 16
10- سفینۃ الاولیاء (فارسی) ص 16
11- کشف الاسرار (اردو ترجمہ) ص 16
12- کشف الاسرار (اردو ترجمہ) ص 12
13- کشف المحجوب (اردو ترجمہ) ص 3
14- کشف المحجوب (اردو ترجمہ) ص 48، 49
15- کشف المحجوب (اردو ترجمہ) ص 222
16- کشف الاسرار (اردو ترجمہ) ص 3
17- کشف الاسرار (اردو ترجمہ) ص 7
18- کشف الاسرار (ردو ترجمہ) ص 7
19- کشف الاسرار (اردو ترجمہ) ص 4
20- سفینۃ الاولیاء (فارسی) ص 364

حصہ دوم

ترک دنیاگیر تا سلطاں شوی
ورنہ ہمچو چرخ سرگرداں شوی

باب 2

حضرت شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ جلال الدین تبریزی سلطان الاصفیاء ہیں۔

ارادت: آپ حضرت شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ تبریزی کے مرید تھے۔[1] حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ ان (حضرت ابو سعید تبریزی) کی بابت فرماتے ہیں کہ[2] "آپ بزرگ شیخ اور اعلیٰ درجے کے تارک الدنیا تھے' چنانچہ اکثر آپ پر قرض ہو جاتا' لیکن کسی سے کوئی چیز نہ لیتے' ایسا بھی ہوا ہے ایک مرتبہ تین دن تک خانقاہ میں کھانا نہ پکا۔ آپ اور آپ کے یار تربوز سے ہی افطار کرتے رہے اور گزارہ کرتے رہے' جب یہ خبر وہاں کے حاکم نے سنی تو کہا کہ وہ ہماری چیز قبول نہیں کرتے۔ نقدی لے جاؤ اور شیخ کے خادم کو دے دو اور خادم سے کہو کہ تھوڑا تھوڑا خرچ کرے اور شیخ صاحب سے اس کا ذکر تک نہ کرے۔"

چناچہ شاہی (حاکم کے) نوکر نے آکر خادم کو کچھ نقدی دی اور کہا کہ مصلحت کے مطابق خرچ کرنا اور شیخ صاحب کو نہ جتانا۔

القصہ جب روپیہ لایا گیا اور خرچ کیا تو اس روز شیخ صاحب کو طاعت میں جو ذوق اور آرام حاصل ہوا تھا' نہ ہوا۔ خادم کو بلا کر پوچھا کہ رات کو جو کھانا تو نے ہمیں دیا' وہ کہاں سے آیا تھا۔

خادم چھپا نہ سکا' سارا حال بیان کر دیا' پوچھا' کون شخص لایا تھا اور کہاں کہاں قدم رکھا تھا۔

فرمایا۔ "جہاں جہاں اس نے قدم رکھا' وہاں سے مٹی کھود کر پھینک دو" اور اس خادم کو بھی اسی قصور کے عوض خانقاہ سے نکال دیا۔

خدمت: اپنے پیرو مرشد حضرت شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ تبریزی کی وفات کے بعد آپ

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہنے لگے اور ان کی ایسی خدمت کی، جس کی مثال مشکل سے ملے گی۔

حضرت شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ سہروردی ہر سال بغداد سے حج کے لئے جاتے تھے، جب بوڑھے ہو گئے تو ٹھنڈا کھانا ان سے نہیں کھایا جاتا تھا۔ آپ نے یہ اہتمام کیا کہ انگیٹھی اور دیگچی اپنے سر پر رکھ کر چلتے تھے، لیکن سر کو نہ ہلنے دیتے تھے، جب حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کھانا مانگتے، آپ گرم کھانا پیش کر دیتے تھے۔[3]

نعمت: ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروری حج کر کے واپس بغداد تشریف لائے۔ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہونا شروع ہوئے۔ جو بھی آتا کچھ نہ کچھ لے کر آتا۔ ایک بڑھیا آئی، اس کے پاس کچھ نہیں تھا، اس نے اپنی پرانی چادر کے دامن سے ایک درم نکال کر ان کو پیش کیا، انہوں نے قبول کیا اور انہوں نے اس درم کو سب تحائف کے اوپر رکھا۔

بعد ازاں حاضرین سے مخاطب ہو کر حضرت شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ سہروردی نے فرمایا کہ جو جس کو لینا ہو لے لے، ہر ایک نے جو چاہا اٹھایا۔ آپ (حضرت جلال الدین تبریزی) اس وقت وہاں موجود تھے۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی نے آپ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ "تم بھی کچھ لے لو"۔

آپ یہ اشارہ پا کر اٹھے اور وہ درم جو بڑھیا نے پیش کیا تھا اور جو سب سے اوپر رکھا تھا اٹھا لیا۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی نے یہ دیکھ کر آپ سے فرمایا:[4] "یہ تو سب کچھ لے گیا۔"

سیرو سیاحت: آپ کا اور حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا سیرو سیاحت میں بہت ساتھ رہا۔ حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ جس کسی شہر میں پہنچتے تو عبادت میں مشغول ہو جاتے اور آپ وہاں کی سیر کو نکل جاتے اور اس شہر کے درویشوں سے ملتے۔

نیشاپور پہنچ کر آپ حضرت فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ عطار کے پاس گئے۔[5] حضرت فرید الدین عطار سے مل کر آپ جب واپس آئے تو حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ آج درویشوں میں کس کو بہتر پایا، آپ نے جواب دیا کہ حضرت فرید الدین عطار کو سب سے بہتر پایا، پھر حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے پوچھا

کہ تمہارے اور ان (حضرت فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ) کے درمیان کیا گفتگو ہوئی' آپ نے جواب دیا کہ

فرید الدین عطار نے مجھ کو دیکھتے ہی پوچھا کہ "فقیر لوگ کہاں سے آنا ہوا" میں نے جواب دیا کہ "بغداد سے" پھر انہوں نے پوچھا کہ "وہاں کون کون درویش مشغول بحق ہیں"۔ میں خاموش ہو گیا' میں نے کچھ جواب نہ دیا۔

یہ سن کر حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے کہا کہ ان کے یہ دریافت کرنے پر تم نے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کا نام نامی کیوں نہ ان کو بتایا۔

آپ نے جواب دیا کہ اصل بات یہ ہے کہ

"میں حضرت فرید الدین عطار سے اتنا متاثر ہوا اور ان کی عظمت اور بزرگی نے میرے دل و دماغ پر ایسا قبضہ کیا کہ ان کے سامنے مجھ کو کچھ یاد نہ رہا"۔

یہ سن کر حضرت بہا الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ خاموش ہو گئے اور ان کو کچھ ایسی ناگواری ہوئی کہ آپ سے علیحدہ ہو گئے۔[6]

انار کا دانہ: آپ سیر و سیاحت فرماتے ہوئے ملتان تشریف لائے۔ ملتان سے آپ کھتوال پہنچے۔ آپ جہاں بھی جاتے تھے' وہاں کے درویشوں سے ضرور ملتے تھے۔ کھتوال پہنچ کر آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا اس شہر میں کوئی درویش ہے کہ جس سے ملا جائے؟۔

کھتوال کے لوگ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر کو "قاضی بچہ" کہہ کر پکارتے تھے۔ لوگوں نے آپ کو بتایا کہ ایک "قاضی بچہ" ہے' جو جامع مسجد میں رہتا ہے' وہ مرید حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

یہ معلوم ہو کر آپ کو حضرت بابا صاحب سے ملنے کا اشتیاق ہوا' جب آپ روانہ ہوئے تو ایک شخص آپ سے راستے میں ملا' اس نے ایک انار آپ کو پیش کیا۔ آپ وہ انار ہاتھ میں لئے ہوئے حضرت بابا کے پاس آئے۔

آپ نے اس انار کو کاٹ کر وہاں کھانا شروع کیا۔ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر کا روزہ تھا' انہوں نے نہیں کھایا۔ انار کا ایک دانہ زمین پر گر گیا تھا۔ حضرت بابا صاحب نے اس دانے کو اٹھا کر اپنی دستار میں رکھ لیا اور اس روز اسی دانے سے افطار کیا' ان کی طبیعت میں انشراح اور دل میں روشانی پیدا ہوئی۔[7]

ان کو خیال آیا اگر زیادہ کھاتے تو کیا اچھا ہوتا' جب وہ دہلی آئے تو ان کے پیر روشن ضمیر قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا[8]۔

"مسعود! جو انار کا دانہ تیری قسمت کا تھا' تجھ کو مل گیا' خاطر جمع رکھو"۔

دہلی میں آمد: آپ جب دہلی تشریف لائے تو سلطان شمس الدین التمش نے آپ کا استقبال کی' یہ بات نجم الدین صغریٰ کو جو اس وقت شیخ اسلام تھے' ناگوار ہوئی۔ بربنائے حسد وہ آپ سے کدورت رکھنے لگے اور آپ کا اقتدار گرانے کی غرض سے مختلف قسم کی ترکیبیں اور سازشیں آپ کے خلاف کرنے لگے۔

پانسو اشرفیوں کا لالچ دے کر ایک طوائف کو جس کا نام گوہر تھا' اس بات پر آمادہ کیا کہ آپ پر زنا کا الزام لگائے۔ ڈھائی سو اشرفیاں اس طوائف کو دیدی گئیں اور ڈھائی سو اشرفیاں یہ طے پایا کہ بعد میں دی جائیں گی۔ بقیہ ڈھائی سو اشرفیاں احمد اشرف بقال کے پاس بطور امانت رکھا دی گئیں۔

جب سلطان التمش کے پاس شکایت پہنچی تو اس نے تمام مشاہیر اور مشائخ کو دہلی بلایا۔ دو سو سے زیادہ اولیائے کرام دہلی آئے۔ جمعہ کی نماز کے بعد سب مسجد منار میں جمع ہوئے۔ سلطان نے نجم الدین صغریٰ کو اجازت دی کہ جس کو چاہیں ثالث بنالیں۔ انہوں نے حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کو ثالث بنایا۔ ان کو خیال تھا کہ حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی آپ سے نیشاپور میں کشیدگی ہو گئی تھی' اس لئے وہ کشیدگی کار آمد ہو گی۔

گوہر حاضر ہوئی' آپ بھی بلائے گئے' جب آپ مسجد کے دروازے میں داخل ہوئے سب آپ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے۔

حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ آگے بڑھے اور آپ کے جوتے اپنے ہاتھ میں اٹھا لئے۔ سلطان التمش نے دیکھ کر یہ کہا کہ جب ثالث نے اتنی عزت کی تو پھر معاملہ طے ہو گیا۔

حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ[9]۔

"میرے اوپر واجب ہے کہ شیخ جلال کی خاک پا کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناؤں' کیوں کہ وہ سات برس تک سفر و حضر میں میرے پیر و مرشد کی خدمت میں مقیم رہے ہیں۔ امر حق اللہ پر بخوبی ظاہر ہے پھر بھی ضروری ہے کہ امیر حق کا

انکشاف ہو"۔

حضرت بہاء الدین زکریا ؒ نے جب اس مطربہ سے پوچھا تو اس نے سازش کا پورا حال بیان کر دیا۔

دہلی میں آپ نے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ؒ سے فیوض و برکات حاصل کئے' یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ نے حضرت خواجہ قطب الدین صاحب سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔

روانگی: کچھ عرصے قیام کر کے آپ نے دہلی چھوڑ دی' روانگی کے وقت آپ نے فرمایا[10]۔

"جب میں اس شہر میں آیا تو خالص سونے کی طرح تھا' اب یہاں سے چاندی ہو کر چلا ہوں"۔

بدایون میں قیام: بدایوں میں آپ نے کچھ عرصہ قیام فرمایا۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپ اپنے مکان کی دہلیز پر تشریف رکھتے تھے' ایک شخص جو مواسی کا رہنے والا تھا۔ چھاچھ کا مٹکا سر پر رکھے اس طرف سے گزرا' وہ شخص ڈاکوؤں کے گروہ سے تھا' جب اس نے آپ کو دیکھا دیکھتے ہی از خود رفتہ ہو گیا' اسی وقت مشرف بہ اسلام ہوا' آپ نے اس کا نام علی رکھا۔

مسلمان ہونے کے بعد وہ اپنے گھر گیا۔ ایک لاکھ چیتل لا کر آپ کو نذر کئے' آپ نے قبول فرمائے اور یہ ہدایت فرمائی کہ

"اسے اپنے پاس رکھو' جہاں میں کہوں گا' وہاں صرف کرنا"۔

اس رقم میں سے کسی کو سو اور کسی کو پچاس چیتل بچا۔ علی نے سوچا کہ ایک چیتل رہ گیا ہے اور کم از کم پانچ دیئے جاتے ہیں اب اگر کسی کو دینے کا حکم دیں گے تو کیا کرے گا۔

اتنے میں ایک سائل آیا' آپ نے علی کو حکم دیا کہ اس سائل کو ایک چیتل دے دو۔[11]

لباس کی برکت: ایک دن کا واقعہ ہے کہ مولانا علاء الدین اصولی جو اس وقت بچے تھے' بدایوں کے ایک کوچے میں پھر رہے تھے' جب آپ نے ان کو دیکھا اپنے پاس بلایا اور اپنا لباس جو اس وقت آپ پہنے ہوئے تھے اتار کر ان (مولانا علاء

الدین) کو پہنایا۔ حضرت نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ[12]

"مولانا علاء الدین میں جو اخلاق حمیدہ اور اوصاف ستودہ پائے جاتے ہیں' وہ سب اسی جامے کی برکت ہیں"۔

قاضی صاحب سے ملاقات: جس زمانے میں آپ کا قیام بدایوں میں تھا' ایک دن آپ قاضی کمال الدین جعفری کے پاس تشریف لے گئے' وہاں پہنچ کر آپ کو معلوم ہوا کہ قاضی صاحب نماز پڑھ رہے ہیں' یہ سن کر آپ مسکرائے اور فرمایا:

"کیا قاضی صاحب کو نماز پڑھنا آتی ہے؟"

دوسرے دن جب قاضی صاحب آپ سے ملے تو شکایت کی ایسی بات ان کے متعلق کیوں کہی' آپ نے نماز کے متعلق بہت سی باتیں قاضی صاحب کو سمجھائیں لیکن قاضی صاحب مطمئن نہ ہوئے۔

قاضی صاحب نے رات کو خواب میں دیکھا کہ آپ عرش پر مصلا بچھائے ہوئے نماز ادا کر رہے ہیں' دوسرے دن جب آپ کی قاضی صاحب سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا[13]

"نہایت قصد و ہمت علماء کی یہ ہے کہ مفتی ہوں یا مدرس یا اس سے بڑھے تو کہیں کے قاضی ہوئے' اس بڑھ کر منصب صدر جہانی کا ہے' پھر اس سے زیادہ ان کی ہمت نہیں ہوتی' مگر فقراء کے بہت مراتب ہیں' پہلا مرتبہ یہ ہے کہ جو آج کی رات قاضی نے خواب میں دیکھا ہے"۔

قاضی صاحب یہ سن کر معافی کے خواستگار ہوئے اور اپنے لڑکے برہان الدین کو آپ کا مرید بنوایا۔[14]

ترک سکونت: آپ بدایوں سے ترک سکونت کر کے بنگال روانہ ہوئے۔ آپ کے مرید علی بھی آپ کے ساتھ ہو لئے۔ آپ نے منع فرمایا۔ علی نے عرض کیا۔

"میں کس کے پاس جاؤں' آپ کے سوا میں کسی کو جانتا بھی نہیں"۔

آپ نے دوبارہ علی سے واپس جانے کے لئے فرمایا۔ علی نے پھر عرض کی:

"آپ ہی میرے پیر اور مخدوم ہیں' آپ کے بغیر میں کیا کروں گا"۔

اس پر آپ نے علی کو حکم دیا[15]

"واپس جا' کیوں کہ یہ شہر تیری حمایت میں ہے"۔

بنگال میں آمد: بنگال پہنچ کر آپ نے مستقل سکونت اختیار فرمائی اور زندگی کے

آخری ایام بنگال میں گزارے' تادم واپسیں تعلیم و تلقین اور رشد و ہدایت فرماتے رہے۔ مسجد اور خانقاہ بنائی۔

وفات: آپ 642ھ میں واصل بحق ہوئے' مزار فیض آثار دیو محل بندر (سلہٹ) میں مرجع خاص و عام ہے۔

مرید: خواجہ علی آپ کے ممتاز مرید ہیں۔[16]

سیرت: آپ اخلاق حمیدہ' اوصاف ستودہ اور صفات پسندیدہ کے مالک تھے' کمالات صوری و معنوی سے آراستہ تھے' آپ نماز اشراق پڑھ کر سو جاتے تھے' نماز عشاء سے فارغ ہو کر مراقبہ کرتے تھے' رات بھر جاگتے تھے۔[17] مرید بہت کم کرتے تھے۔[18]

تعلیمات: آپ فرماتے ہیں[19] عالموں کی نماز اور ہوتی ہے اور فقیروں کی اور۔ علماء کی نماز اس طرح ہوتی ہے کہ ان کی نظر کعبہ پر رہتی ہے' اور نماز ادا کرتے ہیں۔ اور اگر کعبہ دکھائی نہ دے تو اس طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے ہیں' اور اگر کسی ایسے مقام پر ہوں' جہاں سمت نہ معلوم ہو سکے تو جس طرف چاہیں قیاساً" ادا کر لیتے ہیں۔ علماء کی انہیں تین قسم کی ہوتی ہیں' لیکن فقیر جب تک عرش کو نہیں دیکھ لیتے' نماز ادا نہیں کرتے"۔

اقوال:

جس نے شہوت پرستی کی' وہ کبھی فلاح نہیں پاتا۔
جس کسی نے صنعت میں دل لگایا' وہ دنیا کا بندہ ہو گیا۔

کشف و کرامات: ایک دن آپ دریا کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے آپ نے وضو کیا' اور لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ دہلی کے شیخ الاسلام کا انتقام ہو گیا' نماز جنارہ پڑھیں۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا: "شیخ الاسلام دہلی نے ہم کو شہر سے باہر کیا۔ ہمارے شیخ نے اس کو دنیا سے باہر کیا"۔

بعد کو معلوم ہوا کہ شیخ الاسلام دہلی کا اسی وقت انتقال ہوا تھا' جس وقت آپ نے فرمایا تھا۔

حواشی

1- فوائد الفوائد (اردو ترجمہ) ص 46
2- فوائد الفوائد (اردو ترجمہ) ص 147
3- فوائد الفوائد (اردو ترجمہ) ص 146
اخبار الاخبار (اردو ترجمہ) ص 84
4- فوائد الفوائد (اردو ترجمہ) 146
5- فوائد الفوائد (اردو ترجمہ) ص 204
6- سالک السالکین (جلد دوم) 512، اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص 87، 88
7- اخبار الاخبار (اردو ترجمہ) ص 87
8- سیر الاولیاء (فارسی) ص 64، خیر المجالس (اردو ترجمہ) ص 101
9- سالک السالکین (جلد دوم) ص 514
10- فوائد الفوائد (اردو ترجمہ) ص 92
11- فوائد الفوائد (اردو ترجمہ) ص 108
12- فوائد الفوائد (اردو ترجمہ) ص 134
13- خیر المجالس (اردو ترجمہ) ص 23
14- فوائد الفوائد (اردو ترجمہ) ص 193
15- فوائد الفوائد (اردو ترجمہ) ص 108
16- اخبار الاخبار (اردو ترجمہ) ص 160
17- خیر المجالس (اردو ترجمہ) 56
18- فوائد الفوائد (اردو ترجمہ) ص 136
19- فوائد الفوائد (اردو ترجمہ) ص 192، 193

باب 3

حضرت شیخ محمد ترک نارنولی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ محمد ترک نارنولی نے اپنے وطن ترکستان سے ہندوستان آکر نارنوں میں سکونت اختیار کی۔

القاب: آپ کو "پیر ترک" اور "ترک سلطان" کے القاب سے پکارا جاتا ہے۔

بیعت و خلافت: یہ کہا جاتا ہے کہ آپ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں اور حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کو خرقہ خلافت سے سرفراز فرمایا تھا۔

وفات: آپ نے 642ھ میں جام شہادت نوش فرمایا' آپ کا مزار نارنول مرجع خاص و عام ہے۔

کرامت: حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کو بادشاہ نے ٹھٹھ جانے کا حکم دیا۔ آپ نارنول ہوتے ہوئے ٹھٹھ جا رہے تھے' جب نار نول ایک کوس رہ گیا تو آپ سواری سے اترے اور پیدل چل کر مزار پر حاضر ہوئے آپ کی قبر کے سامنے ایک پتھر لگا ہوا تھا' اس پتھر کے سامنے جا کر بہت دیر تک کھڑے رہے پھر فرار ہو گئے' لوگوں نے پتھر کے سامنے کھڑے رہنے کی وجہ پوچھی:

حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی نے فرمایا

"خوش نصیب ہے وہ خادم جس کی نوازش کے لئے خود مخدوم اس کے گھر آئے اور اس کو سرفراز کرے' میں نے جناب سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت کو اس پتھر میں جلوہ افروز دیکھا اور جب تک وہ معنی مجھ پر منکشف رہے ہیں' اس پتھر کی طرف متوجہ ہوا' جب معنی میری بصیرت سے غائب ہو گئے میں شیخ کی قبر کی جانب متوجہ ہوا"۔

بعد ازاں حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی نے مراقبہ کیا۔ مراقبہ سے فارغ ہو کر فرمایا

"جس کسی کو کوئی سخت مشکل در پیش ہو اور وہ اس روضہ کی طرف متوجہ ہو' امید ہے وہ مشکل آسان ہو جائے گی"۔

یہ سن کر ایک شخص نے کہا کہ وہ خود مصیبت میں ہیں او زبردستی ٹھٹھ بھیجے جا رہے ہیں۔ حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی نے جواب دیا:

"اسی سبب سے میں کہتا ہوں کہ خدا تعالٰی ان کی برکت سے میری مشکل آسان کر دے گا"

حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی نارنول سے ٹھٹھ روانہ ہوئے۔ دو تین منزل ہی گئے ہوں گے کہ بادشاہ کے انتقال کی خبر ملی' بجائے ٹھٹھ جانے کے وہ دہلی واپس تشریف لے آئے۔

باب 4

حضرت خواجہ محمود موئینہ دوز رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ محمود موئینہ دوز کو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے بے حد عقیدت تھی۔

بیعت و خلافت: آپ حضرت قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں۔

وفات: آپ کی وفات 655ھ میں ہوئی، مزار دہلی میں واقع ہے۔

کرامات: جب کسی کا کوئی غلام بھاگ جاتا، وہ آپ کے پاس آتا، دعا کراتا اور غلام آجاتا۔ ایک مرتبہ ایک شخص کا غلام بھاگ گیا، وہ آپ کے پاس آیا، آپ نے فرمایا کہ غلام فلاں دن آ جائے گا، لیکن یہ ضروری ہے کہ غلام کے آنے کی اطلاع کرنا، اس شخص کا غلام آگیا، لیکن اس سے غلطی یہ ہوئی کہ اس نے غلام کے آنے کی اطلاع آپ کو نہ کی، نتیجہ یہ ہوا کہ غلام پھر بھاگ گیا، اس نے آپ سے جاکر عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ چونکہ پہلے خبر نہ دی تھی، اب وہ نہ آئے گا" لوگ حاجت برآری کے واسطے آپ کے مزار سے ایک پتھر لے جاکر علیحدہ رکھ دیتے ہیں، مراد پوری ہونے پر اس پتھر کے برابر شکر تول کر تقسیم کر دیتے ہیں۔

باب 5

حضرت خواجہ فخر الدین ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ فخر الدین ابو الخیر شاہ زمین و زمن ہیں۔

خاندانی حالات: والد ماجد کی طرف سے آپ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں، پس آپ حسینی ہیں۔

والد ماجد: خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے آپ بڑے صاحب زادے ہیں۔

والدہ ماجدہ: آپ بی بی امتہ اللہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔[1]

پیدائش: آپ کی ولادت باسعادت 591ھ میں ہوئی۔

بھائی: آپ کے دو بھائی تھے۔ ایک حقیقی اور دوسرے سوتیلے، حقیقی بھائی کا نام خواجہ حسام الدین ابو صالح ہے، خواجہ ضیاء الدین ابو سعید آپ کے سوتیلے بھائی ہیں۔

بہن: بی بی حافظہ جمال آپ کی حقیقی بہن ہیں۔

تعلیم و تربیت: آپ نے اپنے والد ماجد کے سایہ عاطفت میں تعلیم و تربیت پائی۔

ذریعہ معاش: آپ موضع مانڈل میں کاشت کرتے تھے، ایک مرتبہ حاکم وقت نے کچھ مزاحمت کرنا چاہی۔[2] آپ نے اپنے والد ماجد خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا۔ حضرت خواجہ غریب نواز ایک کسان کی سفارش کے لئے دہلی تشریف لے جا رہے تھے۔ حضرت خواجہ غریب نواز کے دہلی پہنچنے پر موضوع ماندن (ماندل) کی معافی کا فرمان آپ (حضرت خواجہ فخر الدین) کے

حق میں مل گیا۔[3]

وفات شریف: آپ 5 شعبان 661ھ کو رحمت حق میں پیوست ہوئے، بوقت وفات آپ کی عمر (70) ستر سال کی تھی، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کا وصال حضرت خواجہ غریب نواز کی وفات کے بیس سال بعد ہوا[4]۔ مزار پر انوار سردار میں فیوض و برکات کا سرچشمہ ہے، آپ کا عرس مبارک بڑے تزک و احتشام سے ہر سال ہوتا ہے۔

سیرت پاک: آپ صاحب نسبت اور صاحب عظمت بزرگ ہیں۔ علوم ظاہری و باطنی اور کمالات صوری و معنوی سے آراستہ تھے، آپ دنیا سے بے نیاز تھے، عشق الٰہی میں سرشار تھے۔

حواشی

1- "معین الہند" از ڈاکٹر ظہور الحسن شارب ص 111، 191

2- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص 105

3- سیر الاولیاء ص 53، جامع الکلام ص 207

4- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص 105

باب 6

حضرت شیخ احمد نہروانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ احمد نہروانی اس مجلس سماع میں موجود تھے کہ جس میں قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے وصال فرمایا۔

بیعت و خلافت: آپ حضرت قاضی حمید الدین ناگوری کے مرید ہیں۔

پیشہ: آپ بافندگی کا کام کرتے تھے۔

زندگی میں کایا پلٹ: آپ کے پیرو مرشد حضرت قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ آپ کے مکان پر تشریف لائے' آپ اپنا کام کر رہے تھے' اپنے پیرو مرشد کی تعظیم بجا لائے۔ حضرت قاضی صاحب جب چلنے لگے تو انہوں نے آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ:[1]

"احمد! یہ کام کب تک کرتے رہو گے"۔

حضرت قاضی صاحب کے تشریف لے جانے کے بعد آپ کا ہاتھ میخ پر اتفاقاً جا لگا' ہاتھ ٹوٹ گیا' آپ مسکرائے اور فرمایا:

"اس بوڑھے (قاضی حمید الدین) نے میرا ہاتھ توڑ ڈالا"۔

اس دن سے آپ نے بافندگی کا کام چھوڑ دیا۔ دنیا کو ترک کر کے یاد الٰہی میں مشغول ہوئے۔

وفات: آپ نے 661ھ میں وفات پائی' مزار بدایوں میں ہے۔[2]

سیرت: حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

اگر احمد کی مشغولی وزن کی جائے تو دس صوفیوں کی مشغولی کے برابر ہو گی"۔

کرامت: کبھی کبھی ایسا ہوتا تھا کہ آپ اپنا کام کرتے کرتے از خود رفتہ ہو جاتے تھے، آپ کام بند کر دیتے تھے، لیکن کپڑا بغیر آپ کی امداد کے بنتا جاتا تھا۔

حواشی

1- اخبار الاخبار (اردو ترجمہ) ص 93

2- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص 93

باب 7

حضرت شیخ بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ ' پیر لاثانی ہیں' مقبول بارگاہ رحمانی ہیں۔
آپ برہان ملت ہیں' گنج عزلت ہیں۔
آپ مخزن سخا ہیں' معدن وفا ہیں' کان صفا ہیں۔
آپ قطب الاولیاء ہیں شیخ الاتقیاء ہیں' قدوۃ الاصفیاء ہیں۔
اکابر اولیاء میں آپ کا شمار ہے۔ آپ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ ہیں۔

حسب و نسب: آپ قریشی' اسدی' ہاشمی تھے۔[1]

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ مہیار بن اسود بن مطلب بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی کی اولاد سے تھے۔[2]

بعض نے آپ کا "القرشی الاسدی ہونا تسلیم کیا ہے"[3] بعض نے آپ کے سلسلہ نسب کے متعلق لکھا ہے:[4]

"سلسلہ اوباسد قریش کہ جد مادری حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ منتہی می شود"۔

ترجمہ: ان کا سلسلہ نسب اسد قریشی پر کہ جو حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ' کے جد مادری (تھے) منتہی ہوتا ہے۔

آپ ہاشمی ہیں اور آپ کے ہاشمی ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔[5]

خاندانی حالات: آپ کے جد امجد حضرت مولانا شیخ کمال الدین علیہ شاہ ایک درویش منش بزرگ تھے' وہ خاندان قریش کے معزز فرد تھے' وہ مکہ سے سکونت ترک کرکے خوارزم میں رہے' پھر خوارزم سے ملتان تشریف لائے اور وہاں مستقل سکونت اختیار کی۔[6] ملتان اس زمانہ میں اسلامی علوم و فنون کا مرکز تھا۔ ملتان میں

بہت لوگ ان کے معتقد ہوئے۔

والد ماجد: آپ کے والد ماجد کا نام شیخ وجیہہ الدین تھا۔

والدہ ماجدہ: آپ کی والدہ ماجدہ کا نام بی بی فاطمہ ہے' جو مولانا حسام الدین ترمذی کی دختر تھیں' جب تاتاریوں کی لوٹ مار شروع ہوئی اور بدامنی پھیلی تو مولانا حسام الدین اپنے وطن ترمذ سے قلعہ کوٹ کڑوڑ جس کو سلطان محمود غزنوی نے فتح کیا تھا' تشریف لائے اور وہیں رہنے لگے۔ [7]

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کی والدہ بی بی فاطمہ کے والد کا نام حضرت عیسیٰ ہے' جو حضرت غوث الاعظم حضرت شیخ جیلانی کی اولاد میں تھے' وہ ہامہ رہتے تھے' جب آپ کے والد ماجد شیخ وجیہہ الدین ہامہ گئے تو حضرت عیسیٰ نے اپنی لڑکی بی بی فاطمہ کی شادی ان سے کر دی' وہ کچھ دن ہامہ رہے اور پھر کوٹ کڑوڑ آئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کی۔

پیدائش: آپ صبح کے وقت' جمعہ کے دن 27 رمضان 566ھ کو کوٹ کڑوڑ میں پیدا ہوئے۔

نام: آپ کا نام بہاء الدین ہے۔

کنیت: آپ کی کنیت ابو محمد' بعض نے آپ کی کنیت ابو البرکات بھی لکھی ہے۔ [8]

ابتدائی زندگی: آپ مادر زاد ولی تھے۔ بچپن سے ہی آپ میں آثار بزرگی نمایاں تھے۔ آپ کے والد ماجد جب قرآن شریف پڑھتے اور آپ آواز سنتے تو آپ فوراً دودھ پینا چھوڑ دیتے تھے اور قرآن شریف سننے میں محو ہو جاتے تھے' ابھی آپ مکتب ہی میں پڑھتے تھے کہ ایک دن آپ نے فرمایا کہ [9]

"جس وقت خداوند تعالیٰ نے الست بربکم فرمایا تھا' اس وقت سے لے کر اب تک کے واقعات مجھے یاد ہیں"۔

آپ نے والدین اور دادا' اور نانا کی نگرانی میں پرورش پائی۔

بچپن کا صدمہ: آپ جب بارہ سال کے ہوئے' والد ماجد کا سایہ آپ کے سر سے اٹھ گیا۔

تعلیم و تربیت: آپ کی تعلیم و تربیت پر آپ کے والدین نے کافی توجہ دی۔ آپ کی تعلیم چھوٹی عمر سے شروع ہوئی' آپ نے سات سال کی عمر میں سات قرات کے ساتھ قرآن حفظ کیا۔

والد ماجد کی وفات کے بعد آپ خراسان تشریف لے گئے۔[10]

وہاں سات سال درس ظاہر میں مشغول رہے' بعد ازاں بخارا آگئے اور وہاں علم کی تکمیل کی' وہاں آپ "بہاء الدین فرشتہ" کے نام سے مشہور ہوئے۔ مدینہ پہنچ کر آپ نے شیخ کمال الدین محمد یمنی سے جن کا شمار محدثین کبار میں تھا' درس حدیث لیا اور اجازت نامہ بھی حاصل کیا۔ آپ نے مدینہ میں پانچ سال قیام کیا۔

سیرو ساحت: آپ نے خراسان' بخارا' مکہ' مدینہ اور بیت المقدس میں بہت سے درویشیوں سے ملاقات کی' اور ان سے بہت سے فیوض حاصل کیئے۔

بیعت و خلافت: بغداد آکر آپ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی سے بیعت ہوئے۔ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ سترہ روز تک حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے اور بہت نعمت ان سے پائی۔ یہ دیکھ کر حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے اور مریدوں کو یہ بات ناگوار ہوئی' انہوں نے ان لوگوں سے کہا کہ ان کی شکایت بے جا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ:[11]

"تم مثل لکڑی کے تر ہو اور زکریا مثل لکڑی خشک کے ہے' پس آگ خشک لکڑی کو جلد پکڑتی ہے"۔

مرید ہونے کے بعد آپ کو خرقہ خلافت کی آرزو ہوئی۔[12] ایک رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ ایک مکان نور کا ہے اور اس مکان میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہیں اور آپ کے پیرو مرشد حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ مودب کھڑے ہیں۔ ایک طناب ہے اور اس پر بہت سے خرقے لٹک رہے ہیں' اسی درمیان میں آپ کی طلبی ہوئی۔ آپ کے پیرو مرشد نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور قدم بوس کرایا۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خرقہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا

"اے عمر! اس خرقہ کو شیخ بہاء الدین غوث العالم کو پہنا دو"۔

آپ کے پیرو مرشد نے حسب فرمان سرور عالم ﷺ اس خرقہ کو طناب سے اتار کر آپ کو پہنا دیا' پھر قدموں پر گرایا اور قدم بوس کرایا۔

جب صبح ہوئی تو آپ کے پیرو مرشد نے آپ کو اپنے پاس بلایا۔ آپ نے مکان اسی طرح کا پایا' جیسا کہ خواب میں دیکھا تھا۔ آپ کے پیرو مرشد حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی نے اس خرقہ کو جس کو سرور عالم ﷺ نے پہنانے کا حکم دیا تھا۔ طناب سے اتار کر اپنے ہاتھ سے آپ کو پہنایا اور فرمایا کہ: [13]

"بابا بہاء الدین! یہ سب خرقے سرور عالم ﷺ کے ہیں' میں تو درمیان میں صرف ایک واسطہ ہوں' بے اجازت سرور عالم ﷺ کے کسی کو نہیں پہنا سکتا' جیسا تم نے معاملہ شب گزشتہ میں اپنی آنکھوں سے معائنہ کیا ہے"۔

خرقہ خلافت عطا کرنے کے بعد آپ کے پیرو مرشد نے آپ کو ملتان جانے کی تاکید فرمائی۔

روانگی ملتان: اپنے پیرو مرشد سے رخصت ہو کر آپ ملتان روانہ ہوئے۔ راہ میں آپ کی ملاقات ایک عالم فاضل قلندر سے ہوئی' ان کا نام سید عبد القدوس تھا' وہ موصل کے رہنے والے تھے' انہوں نے سید جمال الدین مجرد کی قبر پر جا کر قلندروں کا جامہ پہن لیا تھا۔ آپ نے ان کا قلندرانہ جامہ اتروایا اور عالم جذب سے ان کو عالم سلوک کو پہنچایا۔

نیشاپور تک حضرت شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ہمراہ آئے۔ نیشاپور پہنچ کر آپ ان سے الگ ہو گئے۔

ملتان میں آمد: آپ نے ملتان پہنچ کر مستقل سکونت اختیار فرمائی۔ ملتان کے درویشوں کو آپ کا آنا ناگوار گزار' انہوں نے کوشش کی کہ آپ ملتان سے چلے جائیں۔ ایک پیالہ دودھ سے بھر کر آپ کے پاس بھیجا' اس سے مطلب یہ تھا کہ اس شہر میں دوسرے کی گنجائش نہیں ہے۔ آپ اس کنایہ کا مطلب سمجھ گے۔ آپ نے ایک پھول اس پیالے پر رکھ دیا اور وہ پیالہ واپس کر دیا۔ آپ نے اس طرح سے اس بات کا اظہار کیا کہ ان کی جگہ اس شہر میں اس طرح ہو گی' جیسے کہ پھول دودھ پر ہے۔ ملتان کے درویشوں کو تعجب ہوا' وہ آپ کے معتقد ہوئے۔

عہدہ: سلطان شمس الدین التمش نے نجم الدین صغریٰ کو شیخ الاسلام کے عہدے سے

علیحدہ کر دیا۔ نجم الدین صغریٰ نے حضرت جلال الدین تبریزی پر ایک طوائف سے جس کا نام گوہر تھا' زنا کا الزام لگایا۔ طوائف نے بعد میں بتایا کہ الزام غلط ہے اور نجم الدین صغریٰ کے پانسو اشرفیاں دینے کے لالچ میں اس نے ایسا کیا۔ اس جھوٹے بہتان کی سزا میں نجم الدین صغریٰ کو اپنے عہدے سے دست بردار ہونا پڑا۔ نجم الدین صغریٰ کے بجائے آپ شیخ الاسلام مقرر ہوئے۔[14]

اولاد: آپ کے سات لڑکے تھے' جن کے نام حسب ذیل ہیں:

حضرت شیخ صدر الدین عارف' شیخ برہان الدین' شیخ ضیاء الدین' شیخ علاوء الدین' شیخ شہاب الدین' شیخ قدوۃ الدین' شیخ شمس الدین۔

وفات شریف: آپ 7 صفر 666ھ کو بروز جمعرات جوار رحمت میں داخل ہوئے۔[15] آپ کی عمر (100) سو سال کی تھی۔

خلفاء: آپ کے لڑکے حضرت شیخ صدر الدین عارف آپ کے خلیفہ اور سجادہ نشین تھے۔ آپ کے مقتدر خلفاء حسب ذیل ہیں:

حضرت سید جلال الدین سرخ بخاری' حضرت شیخ حسن افغان' حضرت سید عثمان معروف بہ لعل شہباز سندھی' حضرت شیخ فخر الدین ابراہیم عراقی' حضرت سید صدر الدین احمد معروف بہ سید حسین۔[16]

سیرت پاک: آپ کے یہاں زراعت اور تجارت بڑے پیمانے پر ہوتی تھی' ہر حال میں خدا کا شکر ادا کرتے تھے' آپ کا لنگر عام تھا' آپ بہت مخیر تھے' دنیا سے بے پروا تھے' سادگی اور قناعت کے ساتھ زندگی گزارتے تھے' بہت کم کھاتے تھے' لیکن قوی غذا کھاتے تھے' علماء کرام مشائخ عظام اور مہمانوں کی بہت عزت اور خاطر کرتے تھے' شروع زندگی میں روزے بہت رکھتے تھے' آخری عمر میں روزانہ روزہ نہ رکھتے تھے۔[17]

ہر شب ایک قرآن ختم کرتے تھے' تحمل و بردباری' ذوق و شوق' بے ہوشی اور استغراق آپ کی نمایاں خصوصیات تھیں۔ آپ کو سماع کا شوق تھا۔

شعر و شاعری: آپ شاعر بھی تھے۔ غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں آپ کی ایک مشہور منقبت ہے' جس کے چند اشعار ذیل میں پیش کئے

جاتے ہیں۔

معلا جب سبحانی مقدس قطب ربانی — علی سیرت حسن ثانی محی الدین جیلانی
مدد یا شاہ جیلانی بریں افتادہ حیرانی — تو ملجائی و جانانی محی الدین جیلانی
چہ تابد یا ثنا خوانی اگر خواہد ہمیدانی — کنی ہر مشکل آسانی محی الدین جیلانی
مدد یاشاہ جیلانی نظر یا شاہ صمدانی — کرم یا شیخ ربانی محی الدین جیلانی
بکن کارم گہ بتوانی غر یلم در پیشانی — جہاں راپیر و پیرانی محی الدین جیلانی
بدل از صدق روحانی چوں مدح پیر پیرانی — مرا ازغم توبرہانی محی الدین جیلانی

سگ درگاہ جیلانی بہاء الدین ملتانی
لقائے دین سلطانی محی الدین جیلانی

تعلیمات: آپ نے فرمایا کہ:[18]۔

"مال دنیا کتنا ہی کیوں نہ ہو' تاہم قلیل ہے اور سانپ کی صحبت اس شخص کو نقصان پہنچاتی ہے' جو افسوں اس کا نہ جانتا ہو' میرے نزدیک مال دنیا کی کوئی حقیقت نہیں ہے' یہ تو ایک میل میرے رخسارۂ حال کی ہے"۔

آپ نے فرمایا

"فقیروں کے نزدیک عدم اور وجود مال دنیا کا یکساں ہے' نہ جانے کا غم' نہ آنے کی خوشی۔"

اقوال زریں: آپ کے چند اقوال پیش کئے جاتے ہیں' جو حسب ذیل ہیں۔

زہد تین چیزیں ہیں' جس میں یہ نہیں وہ زاہد نہیں۔

- اول شناخت حق دنیا اور دست بردار ہونا اس سے۔
- دوم خدمت مولیٰ اور نگاہ رکھنا اس کے آداب کا۔
- سویم آرزو مند رہنا آخرت کا اور طلب کرنا اس کا۔
- سلامتی جس کی قلت طعام میں ہے اور سلامتی روح کی ترک انام میں اور سلامتی دین کی صلوٰۃ حضرت خیر الانام ہیں۔

کشف و کرامات: حضرت سید جلال الدین سرخ بخاری جب ملتان آئے تو ایک روز گرمی سے تنگ آکر بخارا کے موسم کو یاد کرنے لگے۔ آپ کو یہ

بات کشف سے معلوم ہو گئی۔ آپ نے اپنے ایک خادم کو مسجد میں بھیجا اور یہ تاکید فرمائی صفیں لپیٹ کر مسجد کے صحن میں جھاڑو دیں اتنے میں بادل نمودار ہوا' خوب بارش ہوئی' اولے گرے' مسجد سے باہر نہ بارش ہوئی اور نہ اولے' ظہر کی نماز کے وقت آپ مسجد میں آئے اور حضرت سید جلال الدین سرخ بخاری سے مسکرا کر فرمایا

"کہئے سید! اولے ملتان کے بہتر ہیں یا برف بخارا کا"۔

انہوں نے عرض کیا

"اس صورت میں تو اولے ملتان کے سو درجہ بہتر ہیں"۔

آپ نے ان کو اسی روز خرقہ خلافت سے مشرف فرمایا۔

آپ کے ایک مرید خواجہ کمال الدین مسعود شیرازی جواہرات کی تجارت کرتے تھے۔ ایک بار ان کا جہاز طوفان میں گھر گیا' انہوں نے آپ کو یاد کیا اور آپ سے امداد چاہی۔ آپ جہاز پر نمودار ہوئے' سب مسافروں نے آپ کو بخوبی دیکھا۔ آپ نے سلامتی کی بشارت دی۔ جہاز بخیرو خوبی عدن پہنچا۔ عدن پہنچ کر مسافروں نے اپنا تہائی مال خواجہ کمال الدین کو بطور نذرانہ و شکرانہ دیا۔

خواجہ کمال الدین نے وہ سب مال اور اپنے نصف جواہرات اپنے بھانجے خواجہ فخرالدین گیلانی کو دے کر ان کو آپ کی خدمت میں روانہ کیا۔

خواجہ فخرالدین وہ مال و جواہرات لے کر ملتان آئے' انہوں نے جب آپ کو دیکھا' فوراً پہچان لیا اور اسی لباس میں پایا' جس میں انہوں نے آپ کو جہاز پر دیکھا تھا۔

وہ مال و جواہرات آپ نے تیس دن کے اندر لوگوں کو تقسیم کر دیا' اس مال کی قیمت ستر لاکھ تنکہ تھی۔ خواجہ فخرالدین نے جب آپ کی یہ فیاضی دیکھی تو اپنا مال بھی تقسیم کر دیا۔ فقیری اختیار کی۔ آپ کے مرید ہوئے' بعد ازاں حج کو گئے او جدہ میں وفات پائی۔[19]

حواشی

1- انوار غوثیہ
2- تذکرۃ الاولیاء
3- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص 59 مخرابوا ملین
4- تکملہ سیر الاولیاء (فارسی) ص 38
5- سالک السا لکین جلد دوم) ص 509
6- سالک السا لکین جلد دوم) ص 510
7- سالک السا لکین (جلدم دوم) ص 51
8- سالک السا لکین (جلد دوم) ص 509
9- سالک السا لکین (جلد دوم) ص 511
10- سیر العارفین، فرشتہ
11- سیر العارفین
12- سالک السا لکین (جلد دوم) ص 512
13- سالک السا لکین (جلد دوم) ص 12
14- سالک السا لکین (جلد دوم) ص 515
15- سالک السا لکین (جلد دوم) ص 509
16- سالک السا لکین (جلد دوم) ص 520
17- سیر العارفین
18- سالک السا لکین (جلد دوم) ص 515
19- سالک السا لکین (جلد دوم) ص 521، 522

باب 8

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر برہان الشریعت ہیں' سلطان الطریقت ہیں' گنج حقیقت ہیں۔

خاندانی حالات: آپ کا نسب نامہ پدری امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔[1] آپ کابل کے بادشاہ فرخ شاہ کے خاندان سے تھے۔

کابل کی لڑائی میں آپ کے مورث اعلیٰ نے شہادت پائی۔ آپ کے دادا حضرت قاضی شعیب فاروق مع تین لڑکوں اور سامان کے لاہور تشریف لائے۔ لاہور سے قصور تشریف لے گئے' ان کو کھتوال کا قاضی مقرر کیا گیا' وہ کھتوال میں رہنے لگے۔

والد: آپ کے والد ماجد کا نام شیخ جمال الدین سلیمان ہے۔

والدہ: آپ کی والدہ ماجدہ بی بی قرسم خاتون مولانا وجیہہ الدین نجندی کی دختر تھیں۔[2]

بھائی: آپ کے بڑے بھائی کا نام اعزا الدین محمود ہے۔ آپ کے چھوٹے بھائی حضرت نجیب الدین متوکل آپ کے مرید اور خلیفہ تھے۔

بہن: آپ کی بہن کا نام ہاجرہ ہے' جو جمیلہ خاتون کے لقب سے مشہور ہیں۔

ولادت مبارک: آپ نے 575ھ میں اس عالم کو زینت بخشی'[3] بعض نے آپ کی پیدائش 569ھ میں ہونا لکھا ہے۔[4]

کرامت: رمضان کے چاند میں شک تھا۔ ایک بزرگ وہاں مقیم تھے۔ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ روزہ رکھا جائے یا نہیں' انہوں نے فرمایا کہ قاضی (آپ کے والد)

کے یہاں ایک بچہ ہو گا' اگر اس نے دودھ پیا تو روزہ نہیں رکھنا چاہئے' اسی رات کو آپ کی ولادت واقع ہوئی' آپ نے دودھ نہیں پیا۔ لوگوں نے روزہ رکھا۔

نام: آپ کا نام "مسعود" ہے۔

فرید الدین کہلانے کی وجہ: حضرت فرید الدین عطار نے آپ کو فرید الدین کا نام عنایت کیا' یہ بھی کہا جاتا ہے کہ فرید الدین لقب ہے' جو بارگاہ ایزدی سے آپ کو عطا ہوا۔[5]

لقب: آپ "گنج شکر" کے لقب سے مشہور ہیں۔

لقب کی وجوہات: آپ دہلی میں مقیم تھے۔ ایک دن خوب بارش ہوئی۔ کیچڑ کی وجہ سے چلنا پھرنا دشوار ہو گیا۔ آپ کو اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی قدم بوسی کا شوق ہوا' کھڑاؤں پہنے روانہ ہوئے۔ سات روز سے کچھ نہیں کھایا تھا۔ روزے رکھ رہے تھے' آپ کا پاؤں پھسل گیا۔ آپ کے مونہہ میں تھوڑی کیچڑ جا پڑی' وہ کیچڑ خداوند تعالیٰ کے حکم سے شکر ہو گئی' جب آپ اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں پہنچ تو انہوں نے فرمایا

"اے فرید! جب کہ تھوڑی کیچڑ تیرے مونہہ میں پہنچی اور وہ شکر ہو گئی۔ خداوند تعالیٰ نے تیرے وجود کو شکر بنایا' اور خداوند تعالیٰ تجھ کو ہمیشہ میٹھا رکھے گا"۔

اس کے بعد آپ جہاں بھی جاتے لوگ کہتے کہ شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر آتے ہیں۔[6]

دوسری وجہ یہ ہے کہ ایک سوداگر بیلوں پر شکر لادے لئے جا رہا تھا' آپ نے اس سے شکر مانگی' اس سوداگر نے کہا کہ "نمک ہے شکر نہیں ہے"۔ آپ نے فرمایا کہ "اچھا نمک ہی ہو گا۔" وہ سوداگر جب منزل مقصود پر پہنچا اور بورے کھولے تو دیکھا کہ سب میں بجائے شکر کے نمک تھا' وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا' اور دعا کا طالب ہوا' آپ نے فرمایا[7]

"شکر ہو جائے گی"۔

چنانچہ وہ نمک شکر ہو گیا' اس روز سے آپ "گنج شکر" کے لقب سے مشہور ہوئے۔

بچپن کا صدمہ: ابھی آپ نے ہوش بھی نہیں سنبھالا تھا کہ آپ کے والد ماجد نے اس دار فانی سے کوچ کیا۔

تعلیم و تربیت: آپ کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ بارہ سال کی عمر میں آپ نے قرآن شریف حفظ کیا۔ جب آپ کی عمر پندرہ سال کی ہوئی تو ملتان تشریف لائے اور مولانا منہاج الدین ترمذی سے فقہ کی مشہور کتاب "نافع" پڑھی۔[8] اور علوم دینیہ حاصل کئے' پھر آپ قندھار تشریف لئے گے' وہاں پانچ سال قیام فرمایا۔ تفسیر' حدیث' فقہ' صرف و نحو' منطق وغیرہ میں اعلیٰ قابلیت حاصل کی۔

بیعت و خلافت: ایک دن آپ ایک مسجد میں جو محلّہ سرائے حلوائی میں واقع تھی' بیٹھے ہوئے تھے' مولانا منہاج الدین ترمذی اسی مسجد میں درس دیا کرتے تھے' آپ "نافع" کا مطالعہ کر رہے تھے۔

قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ جب ملتان تشریف لائے تو پہلے اسی مسجد میں آئے۔ حضرت قطب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نماز سے فارغ ہو کر آپ کے پاس تشریف لائے' آپ سے پوچھا۔[9]

"مسعود! توچہ می خوانی"۔

(مسعود تم کیا پڑھتے ہو؟)۔

آپ نے جواب دیا:

"کتاب نافع"۔

یہ سن کر حضرت قطب صاحب نے فرمایا

"میدانی کہ نفع توازین نافع خواہد بود"۔

(تم جانتے ہو کہ نافع سے تمہیں نفع ہو گا)۔

آپ نے عرض کیا

"مجھے تو حضرت کی قدم بوسی سے نفع ہو گا"۔

یہ کہہ کر آپ اٹھے اور سرنیاز حضرت قطب صاحب کے قدموں پر رکھا۔

ملتان میں کچھ دن قیام کرکے حضرت قطب صاحب دہلی روانہ ہو گئے۔ آپ نے بھی دہلی جانا چاہا لیکن حضرت قطب نے آپ کو اجازت نہ دی۔ آپ نے تعلیم جاری رکھنے کی تاکید فرمائی۔ آپ قطب صاحب کے ہمراہ تین منزل تک

آئے۔[10]

آپ 590ھ میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت سے مشرف ہوئے' اس وقت آپ کی عمر پندرہ سال کی تھی۔[11]

تحصیل علم سے فارغ ہو کر آپ 595ھ میں دہلی آئے اور غزنی کے دروازے کے قریب ایک حجرہ میں رہنے لگے۔

بعد ازاں خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے۔ آپ کے پیرو مرشد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا خاص مصلیٰ اور عصا آپ کو عنایت فرمایا اور آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا

"میں تمہاری امانت یعنی سجادہ' دستار اور نعلین جو کہ دست بدست پیران چشت سے مجھ کو پہنچی ہیں' قاضی حمید الدین ناگوری کے سپرد کردوں گا اور جب تم پانچویں روز (وفات) کے ہانسی سے میری قبر پر آؤ گے' وہ یہ امانت پیران تم کو پہنچا دیں گے۔"

حسب فرمان حضرت قطب صاحب رحمۃ اللہ علیہ و تمام تبرکات حضرت قاضی حمید الدین ناگوری اور حضرت بدر الدین غزنوی نے آپ کے سپرد کئے۔ آپ نے اپنے پیرو مرشد کا خرقہ پہنا اس مصلیٰ پر دوگانہ ادا کیا اور اپنے پیرو مرشد کے مکان میں قیام کیا۔[12]

پھر آپ دہلی سے ہانسی روانہ ہو گئے' اور ہانسی پہنچ کر عبادت و ریاضت میں مشغول ہوئے۔

سیرو سیاحت: آپ نے عراق' شام' سیوستان' غزنی' بخارا' قندھار وغیرہ کی سیرو سیاحت فرمائی اور حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ ' حضرت شیخ سیف الدین خضری رحمۃ اللہ علیہ ' حضرت شیخ سعید الدین حموی رحمۃ اللہ علیہ ' حضرت شیخ بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ ' حضرت اوحد الدین کرمانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ فرید الدین محمد عطار نیشاپوری کی صحبت سے مستفید ہوئے۔[13] آپ نے شیخ الاسلام اجل شیرازی اور شیخ شہاب الدین زندوبس سے بھی فیوض و برکات حاصل کئے۔

اجودھن میں سکونت: ہانسی سے سکونت ترک کرکے آپ اجودھن میں جو آج کل پاک پٹن کے نام سے مشہور ہے' رونق افروز ہوئے۔ قاضی اجودھن آپ کا سخت مخالف تھا' لیکن اس کی مخالفت کارگر نہ ہوئی' آپ برابر رشد و ہدایت فرماتے

رہے۔

شہاب الدین ساحر کے لڑکے نے آپ پر جادو کیا' آپ نے اس کا قصور معاف کیا۔

عبادات و مجاہدات: آپ خود فرماتے ہیں[14]۔

"میں بیس برس عالم تفکر میں کھڑا رہا' بالکل نہیں بیٹھا' میرے پاؤں سوج گئے تھے اور خون ان سے بہتا تھا' مجھے یاد نہیں کہ ان بیس سال میں' میں نے کچھ کھایا ہو یا نہیں"۔

آپ نے ایک مرتبہ طے کا روزہ رکھا' ایک مرتبہ آپ نے چلہ معکوس کیا' ایک مرتبہ آپ نے روزہ داؤدی رکھا۔

انشراح: حضرت جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے کہتوال میں ملے وہ جو انار لائے تھے' اس کا ایک دانہ زمین پر پڑا رہ گیا تھا' آپ نے وہ دانہ اٹھا کر دستار میں رکھا اور اس دانے سے افطار کیا۔ طبیعت میں انشراح محسوس ہوا' جب اس کا ذکر اپنے پیرو دستگیر سے کیا تو انہوں نے فرمایا کہ سب کچھ اسی ایک دانے میں تھا۔

خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا لطف و کرم: جس زمانے میں آپ دہلی میں ریاضت و مجاہدہ میں مشغول تھے خواجہ خواجگان حضرت معین الدین حسن چشتی رحمۃ اللہ علیہ دہلی میں رونق افروز ہوئے اور حضرت قطب صاحب کی خانقاہ میں قیام فرمایا۔ حضرت خواجہ غریب نواز نے حضرت خواجہ قطب صاحب کے سب مریدوں کو نعمت سے مالا مال کیا۔

جب سب نعمت پا چکے تو خواجہ غریب نواز نے حضرت قطب صاحب سے دریافت فرمایا[15]۔

"تمہارے مریدوں میں سے کیا کوئی نعمت پانے سے رہ گیا ہے؟" حضرت قطب صاحب نے عرض کیا۔

"جی ہاں! مسعود (بابا فرید الدین گنج شکرؒ) رہ گیا ہے' وہ چلہ میں بیٹھا ہے"۔

حضرت خواجہ غریب نواز اور حضرت قطب صاحب آپ کے حجرہ پر تشریف لے گئے۔ حضرت غریب نواز نے آسمان کی طرف مونہہ کرکے آپ کے واسطے دعا

فرمائی اور بارگاہ ایزدی میں عرض کیا

"خدایا! ہمارے فرید کو قبول فرما اور اکمل درویش کے مرتبہ پر پہنچا"۔

غیب سے آواز آئی

"ہم نے فرید کو قبول کیا' وہ وحید عصر ہو گا"۔

خواجہ غریب نواز نے حضرت قطب صاحب کو ہدایت فرمائی

"اسم اعظم جو خواجگان چشت میں سینہ بہ سینہ چلا آتا ہے' اسے تلقین کرو"۔ آپ پر علم لدنی کا انکشاف ہوا اور حجابات کے پردے اٹھ گئے۔

پیشین گوئی: حضرت خواجہ غریب نواز نے آپ کے متعلق پیشین گوئی فرمائی اور قطب صاحب سے آپ کے متعلق فرمایا

"قطب! بڑے شہباز کو دام میں لائے اس کا آشیانہ سدرۃ المنتہی ہو گا"۔

بخشش: حضرت خواجہ غریب نواز نے آپ کو خلعت عطا فرما کر سرفراز فرمایا۔ حضرت قطب صاحب نے آپ کو دستار' مثال اور خلافت کے دیگر لوازمات عطا فرمائے۔

ایک شاعر نے جو اس موقع پر موجود تھا' فی البدیہہ حسب ذیل اشعار پڑھے:

بخشش کونین از شیخیں شد درباب تو ۔۔۔ بادشاہی یافتن از بادشاہان جہاں

مملکت دنیاؤ دیں گشتہ مسلم بر ترا ۔۔۔ عالم کن گشتہ اقطاع تو اے شاہ جہاں

سلاطین کی باریابی: سلطان ناصر الدین جب اوچہ و ملتان گیا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا' واپسی پر اس نے چارہ گاؤں کا فرمان اور کچھ نقدی آپ کی خدمت میں بھیجی۔[16] آپ نے گاؤں کی مثال واپس کر دی اور نقدی وصول فرما کر درویشوں پر خرچ کی۔

سلطان بلبن کو مژدہ: النعمان کو جو بعد میں سلطان غیاث الدین بلبن کے لقب سے مشہور ہوا' آپ نے تاج و تخت کا مژدہ دیا' چنانچہ وہ بادشاہ ہوا' اس نے اپنی لڑکی بی بی ہزبزہ کی شادی آپ سے کی۔

ازواج و اولاد: آپ نے چار شادیاں کیں' آپ کی پہلی شادی بی بی ہزبزہ سے

ہوئی۔ بی بی نہریزہ سلطان غیاث الدین بلبن کی صاحب زادی تھیں، آپ کی دوسری شادی بی بی کلثوم سے ہوئی، جو شیخ نصر اللہ کی والدہ ہیں۔

آپ کی تیسری شادی بی بی شارو سے ہوئی اور چوتھی بی بی سکر سے، آپ کے پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں، آپ کے صاحب زادوں کے نام حسب ذیل ہیں:

خواجہ نصیر الدین نصر اللہ، شیخ شہاب الدین، شیخ بدر الدین سلیمان، شیخ نظام الدین اور شیخ یعقوب۔ آپ کے صاحب زادے شیخ عبد اللہ کا صغر سنی میں انتقال ہو گیا تھا۔ آپ کی صاحب زادیوں کے نام حسب ذیل ہیں:[17]

بی بی مستورہ، بی بی شریفہ، بی بی فاطمہ۔

وفات شریف: آپ یا حی یا قیوم کہتے ہوئے 5 محرم الحرام 670ھ کو جوار رحمت میں داخل ہوئے، بعض نے آپ کا سنہ وفات 664ھ لکھا ہے۔[18] مزار پر انوار پاک پٹن میں فیوض و برکات کا سرچشمہ ہے۔

خلفاء: آپ کے صاحب زادے حضرت بدر الدین سلیمان آپ کے سجادہ نشین ہوئے، بعض نے لکھا ہے کہ آپ کے خلفاء پچاس ہزار سے زیادہ تھے۔ آپ کے مشہور خلفاء حسب ذیل ہیں:

آپ کے پانچوں صاحب زادے شیخ نصیر الدین نصر اللہ رحمۃ اللہ علیہ، شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ، شیخ بدر الدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ، شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ یعقوب، آپ کے داماد بدر الدین اسحٰق۔ آپ کے چھوٹے بھائی شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ - آپ کے بھانجے صابر علی احمد ان خاندانی افراد کے علاوہ حضرت جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ، شیخ محمد سراج علی شکر ریز، دھنی، شیخ علی شکر بار، شیخ زکریا، شیخ زین الدین دمشقی، شیخ بابا دہار، جمال کابلی، شیخ جلال الدین، شیخ صدر دیوانہ، شیخ رکن الدین۔

آپ کی وفات کے بعد حضرت نظام الدین اولیاء اجودھن آئے تو آپ کے داماد حضرت بدر الدین اسحٰق نے آپ کی وصیت کے مطابق جامہ ان کو دیا۔

سیرت پاک: آپ ریاضت، عبادت، مجاہدہ، فقر اور ترک و تجرید میں بے نظر تھے شہرت پسند نہ فرماتے تھے، آپ کو استغراق بہت تھا۔ تحمل، بردباری، قناعت،

توکل، تقوے، ورع، عشق، ذوق و شوق کا مجسمہ تھے، آپ کو سماع کا بہت شوق تھا، آپ حسب ذیل رباعی بہت پڑھتے تھے۔

رباعی

خواہم کہ ہمیشہ در رضائے تو زیم   خاکے شوم و بزیر پائے تو زیم
مقصود من خستہ زکونین توئی   ازبہر تو میرم و برائے تو زیم

آپ اپنے پیرو مرشد کے نہایت فرمان بردار تھے، آپ کے گھر میں فقرو فاقہ رہتا تھا، جب آپ کا وصال ہوا تو گھر میں کفن کے لئے پیسہ نہ تھا۔ مکان کا دروازہ توڑ کر اس کی اینٹیں قبر میں لگائی گئیں۔ [19]

آپ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔ شربت کے ایک پیالے سے جس میں منقی ہوتی تھی افطار کرتے تھے۔ تھوڑا خود پیتے تھے، باقی حاضرین کو تقسیم کر دیتے تھے۔ دو روغنی روٹیوں میں سے ایک خود تناول فرماتے تھے اور دوسری روٹی کے ٹکڑے کرکے حاضرین کو تقسیم کر دیتے تھے، جب آپ اجودھن تشریف لائے تو شروع میں آپ اور آپ کے متعلقین پیلو اور ویلہ پر گزارہ کرتے تھے، آپ کے مریدوں نے سالہا سال زنبیل گردان کی ہے، کھانے میں نمک نہیں ہوتا تھا۔

آپ کی پوشاک شکستہ ہوتی تھی، آپ کے پاس ایک کمبل تھا، جو اتنا چھوٹا تھا کہ جب پیروں پر ڈالتے سو سر کھل جاتا اور جب سر پر ڈالتے تو پیر کھل جاتے۔ توکل کا یہ حال تھا کہ جو کچھ آتا وہ خرچ کر دیتے تھے، آپ ایک عالم بھی تھے، فصاحت و بلاغت میں بے مثال تھے۔

علمی ذوق: آپ نے اپنی مشہور کتاب "فوائد السالکین" میں اپنے پیرو مرشد کے ملفوظات جمع کئے ہیں۔ رسالہ "موجود وجود" رسالہ "گفتار" اور "الٰہی نامہ" بھی آپ کی تصانیف بتائی جاتی ہیں، آپ شاعر بھی تھے۔

فہم و ادراک: حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک خط میں آپ کو لکھا[20]

"میان ما و شما عشق بازی است"۔
(ہمارے اور تمہارے درمیان عشق بازی ہے)۔

آپ نے جواب دیا:

"میان ما و شمار عشق ہست و بازی نیست"۔

(ہمارے اور تمہارے درمیان عشق ہے' بازی نہیں ہے)۔

تعلیمات: آپ کی تعلیمات تصوف کا بیش بہا خزانہ ہیں' آپ فرماتے ہیں: [21]

توبہ کی قسمیں: توبہ کی چھ قسمیں ہیں۔ اول دل اور زبان سے توبہ کرنا' دوسرے آنکھ کی' تیسرے کان کی چوتھے ہاتھ کی' پانچویں پاؤں کی' چھٹے نفس کی۔

درویش: آپ فرماتے ہیں [22]

"درویش جو اس دنیائے دنی کی رفعت و جاہ کا خواستگار ہو اور اپنی ذات کو لطف مرد ماں کا اسیر کرنے کی کوشش کرے' پس اس کی نسبت جاننا چاہئے کہ وہ درویش نہیں ہے' درویشوں کا نام بد نام کرنے والا ہے اور مرتد طریقت ہے' کیونکہ فقراء کو دنیا سے اعراض ہے"۔

محبت کے مقامات: آپ فرماتے ہیں [23]

"محبت کے ساتھ سو مقام ہیں۔ پہلا مقام یہ ہے کہ جو بلا دوست کی طرف سے اس پر نازل ہو' اس پر صبر کرے"۔

کلاہ: آپ فرماتے ہیں [24]

"جب تک ان چار عالم سے اپنے تئیں نگاہ نہیں رکھ سکتا' تیرے لئے کلاہ پہننا واجب نہیں۔

1- عالم چشم یعنی آنکھ کو ناقابل دید چیزوں کے دیکھنے سے روکے۔

2- عالم گوش یعنی کانوں کو ناقابل شنید باتوں کے سننے سے روکے۔

3- عالم زبان' جب تک تو زبان کو گونگا نہ بنائے گا کلاہ کا مستحق نہیں۔

4- عالم دست و پا جب تک ہاتھ پاؤں کو ممنوعہ اعمال سے نہ روکے گا' کلاہ کے لائق نہیں۔

ایک جواب: آپ فرماتے ہیں: [25]

"چار چیزوں کے متعلق سات سو پیران طریقت سے پوچھا گیا' سب نے ایک سا جواب دیا۔

سوال: آدمیوں میں سب سے زیادہ عقل مند ہے؟
جواب: گناہوں کو ترک کرنے والا۔
سوال: آدمیوں میں سے زیادہ ہوشیار کون ہے؟
جواب: جو کسی چیز سے پریشان نہ ہو۔
سوال: آدمیوں میں سب سے زیادہ غنی کون ہے؟
جواب: قناعت کرنے والا۔
سوال: آدمیوں میں سب سے محتاج کون ہے؟
جواب: قناعت کو ترک کرنے والا۔

اقوال:

- کام سے واقف وہی لوگ ہیں' جن میں یہ دونوں باتیں یعنی عشق اور عقل پائی جاتیں ہیں۔
- تصوف مولیٰ کی صفا دوستی کا نام ہے۔
- زندہ دل وہ ہے' جس میں محبت خدا ہے۔
- سماع راحت دل ہے اور اہل محبت کو جنبش دینے والا ہے' جو بحر محبت میں شناوری کرتا ہے۔
- اگر زندگی ہے تو علم میں ہے' اگر راحت ہے تو معرفت میں ہے' اگر شوق ہے تو محبت میں ہے' اگر ذوق ہے تو ذکر میں ہے۔

اوراد و ظائف: چند اوراد و ظائف ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔

حاجت پوری ہونے کے واسطے: آپ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص صبح کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان تین روز تک سورہ بقر پڑھے اس کا مقصد پورا ہو۔[26]

آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص ستر بار سورہ انعام پڑھے' اس کی حاجت پوری ہو۔[27]

غم و فکر دور کرنے کے لئے: آپ فرماتے ہیں' جو شخص لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین پڑھے غم و فکر سے نجات پائے۔[28]

معاش میں تنگی دور کرنے کے لئے: آپ فرماتے ہیں کہ حسب ذیل دعا اکثر پڑھنے سے معاش میں تنگی دور ہوتی ہے۔[29]

بسم اللہ الرحمٰن یا دائم العز والملک والبقاء یا ذو الجلال و الجود والفضل والعطاء یاو دود ذوالعرش المجید یا فعال المایرید۔

کشف و کرامات: ایک درویش آپ کے پاس آیا۔ آپ نے اس کو کچھ دے کر رخصت کرنا چاہا' وہ نہیں گیا۔ اس نے کنگھی جو مصلے پر رکھی تھی' مانگی' آپ نے کوئی جواب نہ دیا' پھر اس نے کہا' آپ خاموش رہے۔ تیسری مرتبہ پھر اس نے کہا' آپ خاموش رہے۔

"آخر بار اس نے با آواز بلند کہا کہ

"کنگھی مجھ کو دو' تمہارے واسطے برکت ہو گی"۔

آپ نے فرمایا[30]

"جاؤ' میرے حال میں دخل نہ دو' تجھ کو اور تیری برکت کو میں نے آب رواں میں ڈال دیا"۔

آخر کار وہ درویش رخصت ہوا' جب اجودھن کے باہر پہنچا تو دریا میں نہانے لگا' وہ پھر دریا سے باہر نہ آسکا' ڈوب کر مر گیا۔[31]

ایک مرتبہ چھ درویش آپ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ مسافر میں زاد راہ چاہتے ہیں۔ اس وقت آپ کے سامنے چند خرمے رکھے ہوئے تھے' آپ نے وہ خرمے اٹھا کر دیئے دیئے' ان درویشوں کو ناگواری ہوئی کہ بجائے زاد راہ کے خرمے دیئے' انہوں نے ان خرموں کو پھینکنا چاہا۔ پھینکتے وقت جو ان کی نظر خرموں پر پڑی تو ان کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا اور خوشی بھی کہ وہ خرمے زر خالص کے ہو گئے ہیں۔[32]

حواشی

1- سیر الاولیاء (فارسی)
2- جواہر فریدی ص 119- تاریخ فرشتہ (جلد دوم) فارسی ص 383
3- سالک السا لکین (جلد دوم)
4- سیر الاولیاء (فارسی) ص 91
5- انوار العارفین (فارسی) ص 292
6- تاریخ فرشتہ (فارسی) جلد دوم ص 388
7- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص 109
8- تاریخ فرشتہ ص 383
9- سیر الاولیاء (فارسی) ص 383
10- دلی کے (22) بائیس خواجہ از ڈاکٹر ظہور الحسن شارب ص 38
11- روضۃ الاقطاب (فارسی) ص 59
12- تاریخ فرشتہ (فارسی) ص 284
13- سیر الاولیاء (فارسی) ص 72
14- راحت القلوب (اردو ترجمہ) ص 300
15- "معین الہند" از ڈاکٹر ظہور الحسن شارب ص 98
16- تاریخ فرشتہ (فارسی) ص 388
17- سیر الاولیاء (فارسی) ص 91
18- سیر الاولیاء (فارسی) ص 91 اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص 111 سفینۃ الاولیاء (فارسی) ص 97
19- فوائد الفوائد (اردو ترجمہ) ص 173
20- سیر الاولیاء (فارسی) ص 77

21- اسرار الاولیاء (اردو ترجمہ) ص 24

22- راحت القلوب (اردو ترجمہ) ص 144

23- اسرار الاولیاء (اردو ترجمہ) ص 24

24- اسرار الاولیاء (اردو ترجمہ) ص 74

25- سیر الاولیاء (فارسی) ص 74

26- اسرار الاولیاء (اردو ترجمہ) ص 38

27- اسرار الاولیاء (اردو ترجمہ) ص 39

28- راحت القلوب (اردو ترجمہ) ص 204

29- راحت القلوب (اردو ترجمہ) ص 214

30- تاریخ فرشتہ (فارسی) ص 385

31- خیر المجالس (اردو ترجمہ) ص 155

32- راحت القلوب (اردو ترجمہ) ص 151

باب 9

حضرت صوفی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت صوفی حمید الدین ناگوری اولیائے کبار میں سے ہیں۔

خاندانی حالات: آپ حضرت سعد بن زید کی اولاد سے ہیں، جن کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہے۔

نام: آپ کا نام حمید الدین ہے۔

لقب: آپ "سلطان التارکین" کے لقب سے پکارے جاتے ہیں۔

کنیت: آپ کی کنیت "ابو احمد" ہے۔

لقب کی وجہ تسمیہ: ایک دن کا واقعہ ہے کہ خواجو خوابگان حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش تھے۔ حاضرین سے فرمایا کہ اس وقت اجازت کے دروازے کھلے ہیں، جس کا جو دل چاہے مانگے، جو مانگے سو پائے۔

ایک شخص نے دعا مانگی اور دوسرے نے عقبیٰ کی خواہش ظاہر کی۔

حضرت خواجہ غریب نواز نے آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"تم کیا چاہتے ہو؟ کیا دنیا و عقبیٰ میں عزت و مرتبہ حاصل کرنا چاہتے ہو!"۔

آپ نے نہایت ادب کے ساتھ عرض کیا۔[1]

"بندہ را خواستی نباشد خواست مولیٰ ست"۔

ترجمہ: بندہ کی کوئی خواہش نہیں ہے، جو خواہش ہے، وہ مولیٰ کی خواہش کے مطابق ہے۔

یہ سن کر حضرت خواجہ غریب نواز بہت خوش ہوئے اور فرمایا[2]

التارک الدنیا و الفارغ عن العقبیٰ سلطان التارکین حمید الدین الصوفی"۔

پس خواجہ غریب نواز کے عطا کردہ لقب "سلطان التارکین" سے آپ مشہور ہوئے۔

بیعت و خلافت: آپ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ ہیں۔

ذریعہ معاش: موضع سوالی (ناگور) میں آپ کے پاس کچھ زمین تھی۔ آپ کاشت کرتے تھے، آپ خود ہل چلاتے تھے۔

وفات: آپ 29 ربیع الاخر 673ھ کو واصل بحق ہوئے۔[3] مزار ناگور میں واقع ہے۔

سیرت: آپ بہت بڑے عالم، صوفی اور صاحب دل اور صاحب نسبت بزرگ تھے، طریقت میں آپ کا مقام اونچا ہے، آپ کی بہت سی تصانیف ہیں، آپ کی سب سے زیادہ مشہور کتاب "اصول طریقہ" ہے، آپ شاعر بھی تھے، آپ کے مکتوبات تصوف کا خزانہ ہیں۔

تعلیمات: آپ فرماتے ہیں[4]

"مرداں راجن کا مقصد درگاہ الٰہی تک رسائی حاصل کرنا ہے، تین گروہوں میں تقسیم ہیں، جیسا کہ کلام مجید میں آیا ہے

الذین اصطفینا من عبادنا منهم ظالم لنفسه ومنهم مقتصد و منهم سابق بالخیرات۔

ترجمہ: ہم نے اپنے بندوں کو چن لیا ہے، جن میں کچھ وہ لوگ ہیں جو اپنے نفس پر زیادتی کرتے ہیں، کچھ بہت محتاط ہیں اور کچھ نیکیوں میں بہت سبقت لے جاتے ہیں۔

"یعنی معذور، مشکور اور فانی"۔

آپ فرماتے ہیں

"مراتب راہ کا پہلا مرتبہ علم ہے، علم حاصل کرنا ضروری ہے، کیوں کہ علم کے بغیر عمل درست نہیں ہوتا۔

مراتب طریقت کا دوسرا مرتبہ عمل ہے، کیوں کہ عمل کے بغیر نیت کا وجود

نہیں۔

مراتب راہ کا تیسرا مرتبہ نیت ہے۔ نیت صحیح ہونی چاہئے' کیوں کہ صحیح نیت کے بغیر باطل کے سوا اور کوئی عمل نہیں ہوتا۔

چوتھا مرتبہ صدق ہے' صدق کا ہونا ضروری ہے' کیوں کہ اس کے بغیر عشق رونما نہیں ہوتا۔

پانچواں مرتبہ عشق ہے' عشق اس لئے ہونا چاہئے' کیوں کہ اس کے بغیر توجہ درست نہیں ہوتی۔

چھٹا مرتبہ توجہ ہے' تو یہ اس لئے ضروری ہے' کیوں کہ اس کے بغیر سلوک حاصل نہیں ہوتا۔

ساتواں مرتبہ سلوک ہے' سلوک اس لئے درکار ہے' کیوں کہ اس کے بغیر پیش گاہ کا دروازہ نہیں کھلتا۔

آٹھواں مرتبہ پیش گاہ کا کھلنا ہے' پیش گاہ کا دروازہ کھلنا چاہئے' تاکہ مقصود ظاہر ہو۔

اقوال:

- جو شخص محبت کا دعویٰ کرے اور جب رات آئے تو اپنے محبوب کے ساتھ نہ سوئے' اس کا نام جھوٹوں کے دفتر میں لکھا جائے گا۔
- ارباب شریعت کی راہ و منزل تو نفس و مال سے باہر آنا ہے اور نعیم مقام میں داخل ہونا ہے۔ اور اصحاب طریقت کی راہ و منزل جان و دل سے باہر آنا اور وحدت کے اعلیٰ مقام پر پہنچ جانا ہے۔

حواشی

1- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص 67

2- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص 67

3- اصول الطریقہ

باب 10

حضرت شیخ نظام الدین ابو المؤید رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ نظام الدین ابو المؤید کے دادا کو لوگ "شمس العارفین" کے لقب سے پکارتے تھے۔[1]

والدہ: آپ کی والدہ ماجدہ کا نام بی بی سارا تھا۔

بیعت و خلافت: آپ قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔

وفات: آپ نے 673ھ میں انتقال فرمایا۔
شیخ جمال الدین کولوی آپ کی اولاد سے تھے۔

سیرت: آپ فضائل صوری و معنوی سے آراستہ تھے۔ آپ شیخ احمد غزنوی اور شیخ عبد الواحد سے مستفید و مستفیض ہوئے۔ آپ وعظ کہتے تھے، لوگ آپ کا وعظ سن کر از خود رفتہ ہو جاتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ منبر پر چڑھے اور اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ "میں نے اپنے بابا کے ہاتھ سے لکھا ہوا دیکھا ہے" کہ لوگوں پہ گریہ طاری ہوا۔ جب آپ نے یہ شعر پڑھا۔

بر عشق تو و بر تو نظر خواہم کرد   جاں در غم تو زیر و زبر خواہم کرد

تو لوگوں میں وجدانی کیفیت پیدا ہوئی، پھر آپ نے فرمایا کہ اگلا شعر یہ نہیں، قاسم نے آپ کو اگلا شعر یاد دلایا۔

پر درد دلے بخاک در خواہم شد   بر عشق سرے زگور بر خواہم کرد

یہ شعر سن کر لوگ رونے لگے اور آپ منبر پر سے اتر آئے۔

کرامت: ایک مرتبہ دہلی میں بارش نہیں ہوئی۔ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر

ہوئے اور دعا کے طالب ہوئے۔ آپ منبر پر چڑھے اور اپنی آستین سے ایک دامن نکالا، جس کا ایک تار جدا ہو گیا تھا، وہ تار آپ نے آسمان کی طرف کیا اور باری تعالٰی کی جناب میں عرض کیا

الٰہی بحرمت اس بڑھیا کے دامن کے اس تار کے کہ جس نے نامحرم مرد کو زندگی میں کبھی نہیں دیکھا اور بحرمت اس راز و نیاز کے جو وہ بڑھیا تیرے ساتھ رکھتی تھی، پانی برسا اگر بارش نہیں ہوئی تو شہر چھوڑ کر جنگل میں چلا جاؤں گا"۔

ابھی آپ کی دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ بارش ہوئی۔

لوگوں نے جب اس دامن کے متعلق آپ سے پوچھا تو آپ نے جواب دیا۔ "کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ وہ دامن کس کا ہے۔ قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے وہ دامن میری والدہ ماجدہ کو دیا تھا۔ میری والدہ اس دامن کو سر پر رکھتی تھیں اور اس طرح سے عبادت کرتی تھیں"۔

حواشی

1۔ اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص 90

باب 11

حضرت شیخ صدر الدین عارف رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ صدر الدین عارف اپنے والد ماجد حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند، مرید، خلیفہ اور جانشین ہیں۔

نام: آپ کا نام صدر الدین ہے۔

لقب: آپ کا لقب عارف ہے۔

کنیت: آپ کی کنیت ابو الغانم ہے۔

لقب کی وجہ تسمیہ: جب آپ قرآن شریف پڑھتے تو اس کے معنی، مطالب اور مضمرات پر بہت غور و فکر فرماتے، اس غور و فکر سے آپ کا دل و دماغ روشن ہو جاتا، جتنی بار آپ قرآن پڑھتے، آپ کو نئے معنی معلوم ہوتے،[1] اس وجہ سے آپ "عارف" کے لقب سے مشہور ہوئے۔

بیعت و خلافت: اپنے والد حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور انہیں سے خرقہ خلافت پایا۔

ترکہ پدری: والد کی وفات کے بعد (70) ستر لاکھ تنکہ آپ کے حصہ میں آیا جو آپ نے فقراء کو تقسیم کر دیا۔

آپ نے جواب دیا[2]

"میرے والد دنیا پر غالب تھے، اس لئے مال و زر کی موجودگی ان کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکتی تھی، اگرچہ میں بفضلہ تعالیٰ دنیا پر بیشتر غالب ہوں، مگر کبھی کبھی درجہ مساویت بھی ہو جاتا ہے، اس واسطے میں اس اندیشے سے کہ مبادا کبھی دنیا مجھ پر غالب آجائے مطمئن نہیں ہوں، اس واسطے میں نے اسباب دنیاوی کو اپنے پاس

سے دور پھینک دیا اور اس کے کھٹکے سے دل کو فارغ کر لیا"۔

وفات: آپ نے 23 ذی الحجہ 684ھ کو وفات پائی' مزار ملتان میں ہے۔

شادی اور اولاد: آپ کی شادی بی بی راستی سے ہوئی' ان کے بطن سے حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔

خلفاء: آپ کے صاحب زادے حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح رحمۃ اللہ علیہ آپ کے سجادہ نشین تھے۔ آپ کے اور خلفاء حسب ذیل ہیں۔

حضرت شیخ جمال الدین خنداں اوچھوی' حضرت شیخ احمد معشوق' حضرت شیخ صلاح الدین درویش' حضرت شیخ علاء الدین المخاطب بہ محبوب اللہ' حضرت شیخ حسام الدین بد اولی۔

سیرت: آپ بحر معرفت میں ایسے مستغرق تھے کہ بعض اوقات آپ کو اپنی خبر نہ ہوتی تھی ترک و تفرید میں یگانہ روزگار تھے' پرہیز گاری' جود و سخا' لطف و بخشش' مہمان نوازی آپ کی خصوصیات تھیں۔

تعلیمات: آپ فرماتے ہیں کہ [3]

"استقامت ایمان کی یہ ہے کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سارے جہاں سے پیارے معلوم ہوں"۔

اقوال:

- مرگ سے پہلے جو کچھ واقع ہوتا ہے' وہ جاودانی نہیں اس پر عدم کا قلم ضرور پھیرا جائے گا۔
- صحت ایمان کی نشانی یہ ہے کہ نیکی سے خوشی حاصل ہو' اور بدی بری معلوم ہو۔

کرامات: ایک روز آپ دریا کے کنارے تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ آپ کے صاجزادے حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ نے وضو کیا اور نماز ادا کی۔ اتنے میں ہرن کا ایک غول ادھر سے گذرا' اس غول میں ہرنی کا ایک بچہ بھی تھا۔ حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح رحمۃ اللہ علیہ جن کی عمر اس وقت سات سال کی

تھی، اس بچے کو پکڑنا چاہتے تھے، لیکن وہ بچہ ہاتھ نہ آیا۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے حضرت شیخ ابو الفتح رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن شریف کا سبق دیا، ان کو دس مرتبہ پڑھنے پر بھی یاد نہ ہوا، حالانکہ وہ تین مرتبہ پڑھ کر یاد کر لیتے تھے۔

آپ نے وجہ معلوم کی، جب آپ کو ہرن کے غول اور بچے کا اس طرف آنا معلوم ہوا تو آپ نے پوچھا "کہ وہ ہرن کا غول کس طرف گیا۔ حضرت شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ نے سمت بتائی، آپ نے اس طرف کچھ پڑھ کے پھونکا۔ غول واپس ہوا۔ حضرت رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ نے دوڑ کر اس بچے کو پکڑ لیا اور بہت خوش ہوئے، اس خوشی میں انہوں نے ایک سیپارہ حفظ کیا۔ ہرنی کو مع بچے کے خانقاہ میں لے آئے۔[4]

حضرت مولانا حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب وہ ملتان میں تھے تو ایک دن وہ حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے واپس ہو رہے تھے کہ ان کو خیال آیا کہ وہ اپنی قبر کے واسطے ایک قطعہ زمین مانگیں، آپ کو یہ بات کشف کے ذریعے معلوم ہو گئی۔

آپ نے فرمایا

"مجھے ایک قبر کی جگہ آپ کو دینی مشکل نہیں، اور نہ عذر ہے، لیکن آپ کے واسطے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ بدایوں میں تجویز فرمائی ہے، آپ کا مدفن اس جگہ ہو گا"۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حواشی

1- جامع العلوم
2- سالک السالکین (جلد دوم) ص 526
3- سالک السالکین (جلد دوم) ص 524
4- سالک السالکین (جلد دوم) ص 524، 525
5- سالک السالکین (جلد دوم) ص 525

باب 12

حضرت علاؤ الدین احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علاؤ الدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ سلطان الاصفیاء ہیں' تاج الاولیاء ہیں۔

خاندانی حالات: والد ماجد کی طرف سے آپ سید ہیں اور غوث الاعظم میراں محی الدین حضرت عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں۔ والدہ ماجدہ کی طرف سے آپ کا سلسلہ نسب امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہے۔

والد ماجد: آپ کے والد ماجد کا نام عبد الرحیم ہے۔

والدہ ماجدہ: آپ کی والد ماجدہ کا نام ہاجرہ ہے اور جمیلہ خاتون کے لقب سے مشہور ہیں۔

ولادت مبارک: آپ نے 19 ربیع الاول 592ھ کو ہرات میں اس عالم کو زینت بخشی۔

نام نامی: آپ کا نام علی احمد ہے۔

خطابات: آپ کے خطابات "مخدوم" اور "صابر" ہیں۔

لقب: آپ کا لقب "علاؤ الدین" ہے۔

بچپن: زندگی کے پہلے سال میں آپ ایک دن دودھ پیتے تھے اور دوسرے دن دودھ نہیں پیتے تھے' گویا اس دن روزہ رکھتے تھے۔ جب زندگی کا دوسرا سال شروع ہوا تو تیسرے دن دودھ پیتے تھے اور دو روز نہیں پیتے تھے' گویا دو دن روزہ رکھتے تھے۔ جب آپ دو سال کے ہو گئے تو دودھ پینا چھوڑ دیا' جب چوتھا سال شروع ہوا

اور آپ کی زبان کھلی تو سب سے پہلا کلمہ جو آپ کی زبان مبارک سے نکلا وہ یہ تھا:

لاموجود الا اللہ

(اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں)

آپ جب چھ سال کے ہوئے کھانا پینا برائے نام رہ گیا۔ رات کا زیادہ حصہ عبادت میں گزارنے لگے۔ جب ساتواں سال شروع ہوا تو آپ نے تہجد پابندی سے پڑھنا شروع کی۔

بچپن کا صدمہ: پانچ سال کی عمر میں 17 ربیع الاول 597ھ کو والد ماجد کا سایہ آپ کے سر سے اٹھ گیا۔

تعلیم و تربیت: آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد کے سائے میں ہوئی۔ والد کے انتقال کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کی تعلیم و تربیت پر کافی توجہ دی۔ اجودھن میں آپ کی تعلیم و تربیت حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں ہوئی۔ عربی، فارسی کے علاوہ آپ نے فقہ، حدیث، تفسیر، منطق معانی وغیرہ میں دستگاہ حاصل کی۔

اجودھن میں آمد: آپ اپنی والدہ کے ساتھ اجودھن آئے اور آپ اپنے ماموں حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رہنے لگے۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے لنگر تقسیم کرنے کی خدمت آپ کے سپرد فرمائی۔ آپ نے 12 سال کے عرصہ میں کچھ نہیں کھایا۔ حضرت بابا صاحب کو جب یہ معلوم ہوا تو انہوں نے فرمایا۔ "علاؤ الدین احمد صابر ہیں"۔ اس روز سے آپ "صابر" کے خطاب سے مشہور ہوئے۔

والدہ کا وصال: آپ کی والدہ اجودھن میں کچھ عرصہ قیام کرکے ہرات چلی گئیں تھیں۔ ہرات سے پھر اجودہن واپس تشریف لائیں اور 14 ذی الحجہ 614ھ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا دہلی کی ولایت آپ کے سپرد فرمائی کہ دہلی جانے سے قبل ہانسی جاکر حضرت جمال الدین سے خلافت نامہ پر مہر لگوائیں اور پھر دہلی چلے جائیں۔

ہانسی پہنچ کر آپ حضرت جمال الدین کی خانقاہ میں چنڈول پر سوار داخل ہوئے اور خانقاہ میں چنڈول سے اترے۔[1] یہ بات جمال الدین ہانسوی کو ناگوار

ہوئی۔ نماز کے بعد آپ نے اپنے پیرو مرشد کی عطا کی ہوئی شال نکالی اور حضرت جمال الدین ہانسوی سے اس پر مہر لگانے کو کہا۔ حضرت جمال الدین ہانسوی نے چراغ منگایا اور خلافت نامہ کو پڑھنا شروع کیا۔ ہوا تیز چل رہی تھی' چراغ یکایک گل ہو گیا۔

حضرت جمال الدین ہانسوی نے آپ سے کہا کہ چونکہ چراغ گل ہو گیا ہے' لہٰذا اب خلافت نامہ پر کل دستخط کر دیئے جائیں گے۔ آپ نے جب یہ سنا تو پھونک ماری اور چراغ روشن ہو گیا۔[2]

حضرت جمال الدین ہانسوی کو یہ بات ناگوار ہوئی اور انہوں نے آپ سے کہا[3]۔

"تاب دم زدن شما دہلی کجا دارد کہ بیک دم زدن تمام دہلی را خواہید سوخت"۔

(دہلی والے کب آپ کو برداشت کر سکیں گے' آپ تو ذرا سی دیر میں دہلی کو جلا کر خاک کر دیں گے)۔

یہ کہہ کر حضرت جمال الدین ہانسوی نے آپ کا خلافت نامہ پھاڑ دیا۔ خلافت نامہ پر مہر نہیں لگائی۔ آپ نے غصہ کی حالت میں حضرت جمال الدین ہانسوی سے فرمایا[4]۔

"چوں تو مثال من پارہ کردی سلسلہ تو پارہ کردم۔"

(چونکہ تم نے میری مثال کو چاک کر دیا' میں نے تمہارے سلسلہ کو مٹا دیا)۔ حضرت جمال الدین ہانسوی نے پوچھا۔

"از اول یا از آخر"

(شروع سے یا آخر سے)

آپ نے جواب دیا "از او"۔ (شروع سے)

واپسی: آپ اجودھن واپس آئے اور سارا ماجرہ حضرت بابا صاحب کے گوش گزار کیا۔ حضرت بابا صاحب نے فرمایا

"پارہ کردہ جمال را فرید نتواں دوخت"۔

("جمال کے پارہ کئے ہوئے کو فرید نہیں سی سکتا")۔

حضرت بابا صاحب نے آپ کو کلیر کی ولایت سپرد فرمائی' آپ کی مثال پر

اپنے دستخط کیئے اور اس مرتبہ آپ کو حضرت جمال الدین ہانسوی کے پاس جانے کی تاکید نہیں فرمائی۔

کلیر میں قیام: بحکم اپنے پیرو مرشد آپ کلیر پہنچے۔ کلیر اس زمانے میں ایک بڑا شہر تھا' اس کی آبادی بھی کافی تھی' علماء' فضلاء اور مشائخ کافی تعداد میں وہاں رہتے تھے۔ جمعہ کی نماز کے لئے چار سو چنڈول آئے تھے۔ رئیس کلیر اور قاضی شہر پر آپ کی رشد و ہدایت کا کوئی اثر نہ ہوا۔

جب کلیر کے لوگوں کی نافرمانی اور سرکشی حد سے بڑھ چکی تو آپ کو ضبط کا یارانہ رہا۔ آپ جمعہ کی نماز کے واسطے جامع مسجد گئے اور پہلی صف میں بیٹھ گئے' اتنے میں رئیس کلیر اور قاضی شہر مسجد میں آئے' آپ کو پہلی صف میں بیٹھا دیکھ کر آپ کو اور آپ کے معتقدین کو برا بھلا کہا اور پہلی صف سے ہٹا دیا۔

آپ وہاں سے اٹھ کر مسجد سے باہر آکر بیٹھ گئے' تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ آپ نے مسجد کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ "تو نے ان لوگوں کو صحیح سلامت چھوڑ دیا"۔ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ مسجد ایک دم گری اور وہ سب لوگ دب کر مر گئے۔[5]

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب لوگ رکوع میں گئے تو آپ نے مسجد کو حکم دیا کہ وہ بھی سجدہ کرے' اس فرمان کے مطابق مسجد گری اور وہ سب لوگ دب کر مر گئے۔

شادی: آپ کی والدہ کے اصرار پر حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی لڑکی خدیجہ بیگم عرف شریفہ کا نکاح آپ سے کر دیا تھا' آپ اس زمانے میں حضرت بابا صاحب کے پاس اجودھن میں تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کے حجرے میں روشنی کی اور دلہن کو ہجرے میں لا کر بٹھا دیا۔ جب آپ اپنے حجرے میں تشریف لے گئے تو حجرے میں روشنی اور ایک عورت کو بیٹھا ہوا دیکھ کر متعجب ہوئے' آپ نے پوچھا:

"تم کون ہو؟"

دلہن نے جواب دیا کہ

"آپ کی بیوی ہوں"۔

یہ سن کر آپ نے فرمایا۔

"یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک دل میں دو کی محبت کو جگہ دوں' میں تو ایک کو

دل میں جگہ دے چکا ہوں، دوسرے کی قطعاً گنجائش نہیں"۔

آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلتے ہی حجرے میں سے ایک آگ نمودار ہوئی، جس نے دلہن کو جلا کر خاکستر کر دیا۔

وفات شریف: آپ 13 ربیع الاول 690ھ کو واصل بحق ہوئے، آپ کا مزار پر انوار کلیر میں فیوض و برکات کا سرچشمہ ہے۔

خلیفہ: حضرت شمس الدین ترک پانی پتی آپ کے خلیفہ ہیں۔

سیرت مبارک: آپ میں شان جلالی بدرجہ اتم تھی، آپ کو نسبت فنا اعلیٰ درجہ کی حاصل تھی، ریاضت عبادت اور مجاہدہ میں ہمہ تن مشغول رہتے تھے۔ آپ کے پیرو مرشد حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ آپ سے بہت محبت کرتے تھے، جیسا کہ ان کے الفاظ سے ظاہر ہے[6]۔

"علم ظاہر و باطن میں نیز شیخ الدین بد ایوانی رسید و علم ظاہر و باطنی نیز شیخ علاؤ الدین علی احمد صابر برو"۔

(میرا ظاہر و باطن علم شیخ نظام الدین بدایونی کو پہنچا اور علم ظاہری و باطنی علاؤ الدین احمد لے گئے)۔

حضرت بابا صاحب یہ بھی فرماتے تھے[7]۔

"علم سینہ من در ذات شیخ نظام الدین بدایونی و علم دل من و ذات شیخ علاؤ الدین علی احمد سرایت کردہ"۔

(میرے سینے کے علم نے شیخ نظام الدین بدایونی کی ذات میں اور میرے دل کے علم نے شیخ علاؤ الدین علی احمد صابر کی ذات میں سرایت کی ہے)۔

آپ کی ولایت کا تعلق ولایت موسیٰ سے ہے اور قلب آپ کا قلب اسرافیل علیہ السلام پر واقع ہوا تھا۔ آپ طریقت میں حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ سے مناسبت رکھتے ہیں۔

خوراک: آپ روزے بکثرت رکھتے تھے، پانی اور ابلے ہوئے گولر بغیر نمک ملائے کھاتے تھے۔

پوشاک: آپ صرف تہہ بند باندھتے تھے اور رنگین خرقہ گل ارمنی کا پہنتے تھے،

جوتا نہیں پہنتے تھے۔

مقبولیت : آپ کو بارگاہ ایزدی میں مقبولیت حاصل تھی۔ آپ کی دعا قبول ہوتی تھی، آپ جو کچھ فرماتے، ویسا ہی ہوتا۔

شعر و شاعری : آپ کو شعر و شاعری کا شوق تھا، فارسی میں آپ کا تخلص "احمد" ہے۔ ہندی میں آپ کا تخلص کہیں "صابر" ہے اور کہیں "علاؤ الدین"۔

آپ کا ایک شعر جس میں "صابر" تخلص استعمال کیا ہے، حسب ذیل ہے۔

اس طرح ڈوب اس میں اے صابر
کہ بجز ہو کے غیر ہو نہ رہے

آپ کا وہ شعر جس میں "علاؤ الدین" تخلص استعمال کیا ہے، حسب ذیل ہے:

یہ تن ہرا دا ایکھ تھا تیں ببول کر دیں
گنے میں گر پرکھ لو کہیں علاؤ الدین

آپ کی مشہور غزل حسب ذیل ہے:

امروز شاہ شاہاں مہماں شدست مارا
جبرئیل باملائک درباں شدت مارا
در جلوہ گاہ وحدت کثرت کجا بگنجید
مژردہ ہزار عالم یکساں شدست مارا
ماخانہ جہاں رابسیار سیر کردیم
اے شیخ بت پرستی ایماں شدست مارا
در محفل گدایاں مرسل کجا بگنجبد
بے برگ و بے نوائی سامان شدست مارا
احمد بہشت و دوزخ برعاشقاں حرام است
ایں را رضائے جاناں رضواں شدست مارا

کشف و کرامت : آپ کی بددعا سے کلیر ویران ہوا۔ دور دور تک آبادی کا نشان نہیں رہا۔ حسن قوال کو چند گولر دے کر رخصت فرمایا، گولر لے کر وہ حضرت بابا صاحب کی خدمت میں اجودھن میں حاضر ہوا، حضرت بابا صاحب نے وہ گولر حاضرین کو تقسیم فرمائے، جس نے بھی وہ گولر کھائے اس کی کثافت دور

ہوئی، اس کو نور باطن حاصل ہوا۔ حضرت شمس الدین ترک پانی پتی جب آپ کی خدمت میں تھے تو دن میں کئی بار اندھے اور کئی بار لنگڑے ہوتے تھے، جب آپ فرماتے - "شمس الدین! کیا لنگڑا ہو گیا ہے، جو چلا نہیں جاتا"۔ وہ فورا لنگڑے ہو جاتے اور جب آپ فرماتے۔ "شمس الدین کیا اندھا گیا ہے؟" وہ فورا اندھے ہو جاتے۔

آپ ہر مرتبہ ان کے لئے دعا فرماتے اور وہ آپ کی دعا سے پھر اچھے ہو جاتے۔

حواشی

1- سیر الاقطاب (فارسی) ص 180

2- سیر الاقطاب (فارسی) ص 180

3- سیر الاقطاب (فارس) ص 180

4- سیر الاقطاب (فارسی) ص 181

5- سیر الاقطب (فارسی) ص 182

6- انوار العارفین (فارسی) ص 99

7- انوار العارفین (فارسی) ص 299

باب 13

حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی پیشوائے اہل تمکین ہیں۔

خاندانی حالات: آپ کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے حضرت امام ابو حنیفہ پر منتہی ہوتا ہے۔[1]

نام: آپ کا نام جمال الدین ہے۔

بیعت و خلافت: آپ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ ہیں۔

پیرو مرشد کی شفقت: حضرت بابا صاحب آپ سے بہت محبت کرتے تھے۔ آپ کی خاطر بارہ سال ہانسی میں رہے،[2] کبھی آپ کے متعلق فرماتے تھے۔[3]

"جمال، جمال ماست"۔ (جمال ہمارا جمال ہے)۔

اور کبھی فرماتے تھے کہ

"جمال میخواہم کہ گرد سر تو بگردم"۔

(جمال چاہتا ہوں کہ تیرے گرد طواف کردم)۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ جب کسی کو خلافت نامہ عطا فرماتے اس شخص کو تاکید فرماتے کہ ہانسی جاکر آپ (شیخ جمال رحمۃ اللہ علیہ) سے مہر لگواؤ، اگر آپ مہر لگا دیتے تو اس کا خلافت نامہ مستند سمجھا جاتا اور اگر آپ مہر نہیں لگاتے تو حضرت بابا صاحب بھی قبول نہ فرماتے اور صاف کہہ دیتے کہ۔[4]

"پارہ کردۂ جمال را نتوانیم دوخت"۔

(جمال کے پارہ کئے ہوئے کو ہم نہیں سی سکتے)۔

عبادت و ریاضت: آپ کے یہاں ایک کنیز تھیں۔ وہ پاک دامن خاتون تھیں۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ ان کو "مادر موسناں" کہہ کر پکارتے تھے' ایک مرتبہ وہ حضرت بابا صاحب کے پاس ہانسی سے آئیں۔ حضرت بابا صاحب نے ان سے دریافت کیا۔

"مادر موسناں! جمال ماچہ می کند"۔

"مادر موسناں! جمال کیا کرتا ہے)۔

مادر موسناں نے عرض کیا کہ جس روز سے وہ ان (حضرت بابا صاحب) سے ملے ہیں' انہوں نے گاؤں' اساب' جائداد اور شغل خطابت کو بالکل ترک کر دیا ہے۔ فاقہ کشی اور محنت پر کمر باندھی ہے۔

حضرت بابا صاحب یہ سن کر بہت خوش ہوئے' انہوں نے فرمایا[5]۔

"الحمدللہ، خوش می باشد"۔

(الحمد اللہ، کیا ہی اچھا ہے)۔

شادی اور اولا: آپ کے ایک صاحب زادے دیوانے ہو گئے تھے۔ حضرت نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں' کبھی کبھی ہوش میں آتے اور ایسی باتیں کرتے' گویا بالکل اچھے ہیں' ایک دن جب ہوش میں آئے تو انہوں نے فرمایا

العلم حجاب اللہ الاکبر

(علم اللہ کا بہت بڑا حجاب ہے)۔

اس کلام کی وضاحت انہوں نے اس طرح کہ[6]۔

"علم دون حق است د ہرچہ دون حق است حجاب حق است"۔

(علم غیر حق ہے اور جو کچھ غیر حق ہے' وہی حجاب حق ہے)۔

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

"میں سمجھ گیا کہ یہ حقیقی مجذوب ہیں"۔

دوسرے فرزند شیخ برہان الدین صوفی آپ کے وصال کے وقت کم سن تھے۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے حال پر نہایت لطف و کرم فرمایا۔ نعمت فقر سے جو ان کے والد کو دی تھی' ان کو بھی سرفراز فرمایا۔ ان کو خرقہ خلافت' مصلا اور عصا عنایت فرمایا اور ان کو ہدایت فرمائی کہ کچھ مدت حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں رہیں۔

وفات: آپ نے 659ھ میں وصال فرمایا۔ مزار آپ کا ہانسی میں واقع ہے۔

سیرت: آپ ایک اچھے خطیب تھے۔ حضرت بابا صاحب کی خدمت میں پیوست ہونے کے بعد خطابت چھوڑ دی تھی۔ فقر و فاقہ کو تاج و تخت پر فوقیت دیتے تھے۔ علم ترک و تجرید آپ کا شعار تھا۔ آپ کمالات ظاہری و باطنی میں بے نظیر تھے۔

بے قراری: ایک روز آپ نے حسب ذیل حدیث سنی

القبر فروضة من ریاض الجنة او حفرة النسیران۔

(قبر جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے اور دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا)۔

اس حدیث شریف سے آپ بہت متاثر ہوئے' آپ بے چین و بے قرار رہنے لگے۔

علمی ذوق: آپ ایک اچھے عالم بھی تھے۔ آپ نے کئی کتابیں لکھی ہیں۔ "ملمات" آپ کی مشہور کتاب ہے۔

شعرو شاعری: آپ شاعر بھی تھے۔

تعلیم: آپ فرماتے ہیں کہ فقیر کامل میں چند صفات کا ہونا ضروری ہے' جس میں وہ صفات نہ ہوں' وہ فقیر کامل نہیں کہا جاسکتا۔ ان صفات کے متعلق جن کا فقیر کامل میں ہونا ضروری ہے' آپ فرماتے ہیں

"فقر ایک خلق شریف ہے' جس سے صلاح' عفت' زہد' و رع' تقویٰ' طاعت' عبادت' جوع' فاقہ مسکنت' قناعت' مروت' فتوت' دیانت' صیانت' قمانت' سہر' تہجد' خضوع' خشوع' تذلل' تواضع' تحمل' کظم' عفو' اغماص' اشفاق' انفاق' ایثار' اطعام' اکرام' احسان' اعراض' اخلاص' انقطاع' انفصال' صدق' صبر' سکوت' علم' رضا' حیا' بذل' جود' سخاوت' خشیت' خوف' رجا' ریا' رضنت' مجاہدہ' مراقبہ' موافقت' مرافقت' مداومت' توحید' تہذیب' تجرید' تفرید' سکوت' وقار' مدارات' مواسات' عنایت' شفقت' شفاعت' لطف' کرم' تفقد' شکر' فکر' ذکر' حرمت' ادب' اعتصام' احترام' طلب' رغبت' غیرت' عبرت' بصیرت' تیقظ' حکمت' حسبت' ہمت' معرفت' حقیقت' خدمت' تسلیم' تضویض' توکل' ا تبتل' یقین' ثقت' غنا' استقامت' اور حسن خلق پیدا ہوتا ہے' پس ان صفات کا ہونا ضروری

ہے"۔

درود شریف: آپ نماز شام کی سنت متصل دو رکعت صلوٰۃ البروج پڑھتے تھے اور ہر فرض سے متصل آی ے الکرسی پڑھتے تھے۔[7]

کرامت: ایک گاؤں میں آپ کی ایک شخص نے دعوت کی۔ کھانے سے فارغ ہو کر آپ نے اجازت چاہی۔ میزبان نے کہا' جب تک بارش نہیں ہو گی نہ جانے دوں گا۔ اس سال بارش نہیں ہوئی تھی اور قحط کے آثار نمایاں تھے۔ میزبان کے اصرار پر آپ وہیں بیٹھ گئے۔ اسی رات کو خوب بارش ہوئی۔ آپ گھوڑے پر ہانسی واپس تشریف لائے۔

حواشی

-1 سیر الاولیاء (فارسی) ص 178

-2 سیر الاولیاء (فارسی) ص 178

-3 اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص 146

-4 سیر الاولیاء (فارسی) ص 179

-5 سیر الاولیاء (فارسی) ص 181

-6 سیر الاولیاء (فارسی) ص 184

-7 سیر الاولیاء (فارسی) ص 182

حصہ سوم

مرد خدا شاد بود زیر دلق
مرد خدا گنج بود در خراب
مرد خدا بحر بود بیکراں
مرد خدا قطرہ بود بے سحاب

باب 14

حضرت خواجہ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ شمس الدین ترک محرم حریم جلال ہیں۔

خاندانی حالات: آپ کے آباؤ اجداد ترک کے رہنے والے تھے۔ آپ خاندان سادات سے تھے۔[1] آپ کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے حضرت محمد حنیفہ بن حضرت علی کرم اللہ وجہ، تک پہنچتا ہے۔ آپ علوی ہیں۔

والد: آپ کے والد کا نام سید احمد ہے۔

نسب نامہ پدری: آپ کا نسب نامہ پدری حسب ذیل ہے۔[2] شمس الدین ترک ابن سید احمد ابن سید عبدالمومن ابن سید عبدالملک ابن سید سیف الدین ابن خواجہ و رعنا ابن بابا قرعنا۔

ولادت: آپ ترکستان میں پیدا ہوئے۔

نام: آپ کا نام شمس الدین ہے۔ آپ کو شمس الدین ترک بھی کہتے ہیں۔

خطابات: آپ کا خطاب "مشکل کشا" ہے۔[3] "مشکل کشا" کے خطاب سے آپ کے پکارے جانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے نام میں یہ تاثیر ہے کہ اگر کوئی شخص آپ کا اسم مبارک کسی مشکل مہم کے واسطے ایک لاکھ مرتبہ پڑھے تو آپ کے نام کی برکت سے اس کا کام پورا ہو جائے گا۔ پڑھنے کی ترکیب یہ بتائی جاتی ہے کہ پہلے وضو کرنا چاہئے اور پھر صدق و اخلاق سے "یا شمس الدین ترک" ایک لاکھ مرتبہ پڑھنا چاہئے۔ اگر تنہا نہ پڑھ سکے تو اوروں کو شریک کرلے۔

لقب: آپ "شمس الاولیاء" کے لقب سے پکارے جاتے ہیں۔

تعلیم: آپ کی تعلیم و تربیت ترکستان میں ہوئی۔ آپ نے بہت جلد تفسیر، حدیث

فقہ، ریاضی، منطق، ہیئت، ہندسہ میں قابلیت حاصل کی۔[4] جلد ہی علم معقول و منقول سے فارغ ہو کر علم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے۔

تلاش حق: تلاش حق کے جذبے سے متاثر ہو کر آپ نے اپنے وطن عزیز کو خیرباد کہا۔ اول ترکستان کی سیروسیاحت فرمائی۔ جب وہاں کوئی مرشد کامل نہیں ملا تو ماوراالنہر تشریف لائے۔ وہاں بہت سے بزرگوں سے ملے، لیکن آپ کی تسکین نہیں ہوئی۔

ہندوستان میں آمد: ماوراالنہر سے ملتان تشریف لائے۔ ملتان سے اجودھن آئے اور حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی قدم بوسی سے مشرف ہوئے۔ آپ نے کچھ عرصے حضرت بابا گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں رہ کر فیوض و برکات باطنی حاصل کیے۔

بیعت و خلافت: حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا[5] اور آپ نے فرمایا کہ ان کا حصہ دوسرے مرشد کے پاس ہے۔ حضرت بابا صاحب نے آپ کو بتایا کہ[6]

"حصول نعمت و کمال تو موقوف بر مرشد دیگر است"۔

(تمہارا حصول نعمت و کمال دوسرے مرشد پر موقوف ہے)۔

آپ کو حضرت علاؤالدین احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کلیر روانہ کیا۔ حضرت مخدوم علاؤالدین احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو دیکھ کر فرمایا۔

"اے شمس الدین! تو میرا فرزند ہے۔ میں نے خدا سے چاہا کہ میرا سلسلہ تجھ سے جاری ہو اور قیامت تک رہے۔"

آپ کو بیعت سے مشرف فرمایا۔ کلاہ چہار ترکی آپ کی سر پر رکھی۔ مقراض آپ کے سر پر گھمائی۔ آپ گیارہ سال تک اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں رہے۔ پیرو مرشد کو وضو کرانے کی خدمت آپ کے سپرد تھی۔ حضرت نے خرقہ خلافت آپ کو عطا فرمایا اور اسم اعظم جو سینہ بسینہ چلا آتا تھا، آپ کو تعلیم کیا۔

پیرو مرشد کی ہدایت: آپ کے پیرو مرشد نے آپ کو رخصت کرتے وقت آپ کو ہدایت فرمائی کہ پانی پت میں مستقل سکونت اختیار کریں، کیوں کہ پانی پت کی ولایت ان کے سپرد کی گئی ہے اور ان کے وصال کے بعد تین دن سے زیادہ کلیر میں

نہ رہیں۔

درخواست: آپ نے اپنے پیرو مرشد سے عرض کیا کہ ابھی اتنی لیاقت نہیں ہے کہ کار منصبی کو سنبھال سکیں۔ اگر اجازت ہو تو کچھ دن ملازمت کر لیں۔ حضرت مخدوم نے درخواست منظور فرمالی۔

دوسری بات آپ نے اپنے پیر روشن ضمیر سے یہ عرض کی کہ پانی پت کے شاہ ولایت حضرت شیخ شرف الدین بو علی قلندر ہیں' ان سے ان کی کیسے بنے گی۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ فکر کی کوئی بات نہیں۔ ان کے پانی پت پہنچنے پر وہ دوسری جگہ چلے جائیں گے۔

ملازمت: اپنے پیرو دستگیر سے رخصت ہو کر آپ سلطان غیاث الدین بلبن کے لشکر میں ملازم ہو گئے۔ [7] ریاضت' عبادت اور مجاہدہ کے ساتھ ساتھ آپ اپنے فرائض کو بھی بحسن و خوبی انجام دیتے رہے۔ آپ اپنا حال کسی پر ظاہر نہیں کرتے تھے۔ باوجود امارت و اعزاز کے فقر و فاقہ میں گزارتے تھے۔

استعفیٰ: آپ سے جب کرامت کا اظہار ہوا اور سلطان بلبن اور لشکر والے آپ کے حال سے خبردار ہوئے تو آپ ملازمت سے مستعفی ہو کر کلیر آ گئے۔

پانی پت میں آمد: اپنے پیرو مرشد کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر چوتھے روز آپ پانی پت روانہ ہو گئے۔ پانی پت پہنچ کر آپ نے ایک دیوار کے سائے کے نیچے قیام فرمایا۔ حضرت شیخ شرف الدین بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کو بنور باطن آپ کی آمد کی اطلاع ہوئی۔

رمز و کنایہ: آپ نے دودھ سے بھرا ہوا ایک پیالہ حضرت شیخ شرف الدین بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا اور اپنا سلام کہلوایا۔ حضرت بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جب وہ دودھ بھرا پیالہ لایا گیا' وہ مسکرائے اور انہوں نے جو گلاب کا پھول جو ان کے پاس ہی رکھا تھا' اس دودھ بھرے پیالے پر رکھ کر پیالہ واپس کر دیا اور اپنا سلام آپ کو کہلوایا' جب وہ دودھ کا پیالہ آپ کی خدمت میں واپس لایا گیا تو آپ بھی مسکرائے۔

حاضرین حیران تھے' ان کی سمجھ میں یہ راز و نیاز اور رمز و کنایہ نہ آیا'

جب آپ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مطلب یہ تھا کہ ولایت پانی پت بفرمان میرے پیرو مرشد میرے سپرد ہو چکی ہے' دوسرے کی گنجائش نہیں اور حضرت بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے جو اس پر پھول رکھ کر واپس کیا تو اس کا مطلب یہ تھا کہ ولایت پانی پت سے ان کا کوئی تعلق نہ ہو گا' وہ پانی پت میں اس طرح رہیں گے' جیسے دودھ پر پھول۔

لوگوں نے حضرت بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اس کے متعلق استفار کیا' انہوں نے بھی وہی جواب دیا۔ [8]

آپ پانی پت رہتے رہے۔ کار ولایت انجام دیتے رہے۔ کچھ ہی دنوں کے بعد حضرت بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ پانی پت کی حدود سے باہر تشریف لے گئے۔

شادی و اولاد: آپ نے سرکستان میں شادی کی تھی۔ آپ کے صاحب زادے کا نام سید احمد حوار ہے۔ [9] آپ تن تنہا ہندوستان تشریف لائے تھے۔

وفات: آپ نے 15 جمادی الثانی 716ھ کو اس دار فانی سے سفر دارلاخرت فرمایا۔ [10] مزار مبارک پانی پت میں حاجت روائے خلق ہے۔

خلیفہ: حضرت شیخ جلال الدین محمد کبیر الاولیاء آپ کے خلیفہ ہیں۔

سیرت پاک: آپ صاحب عظمت و ولایت تھے۔ علم ظاہری و باطنی میں اپنی مثال آپ تھے۔ زہد و تقویٰ آپ کا مشہور تھا۔ ترک و تجرید' ریاضت' مجاہدہ اور عبادت میں بے نظیر تھے' وضع قطع سے قلندر معلوم ہوتے تھے اور قلندروں کا سا لباس چرمی پہنتے تھے۔ جو کچھ زبان سے فرماتے تھے ویسا ہی ہو جاتا۔ آپ کے پیرو مرشد حضرت مخدوم صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے متعلق فرمایا [11]

"شمس مادر اولیاء چوں شمس است"

(ہمارا شمس اولیاء میں سورج کی طرح ہے)

کشف و کرامات: ہندوستان آنے سے قبل آپ سے ترکستان میں ایک شخص نے دریافت کیا کہ آپ کے سید ہونے کا کیا ثبوت ہے۔ وہ شخص آپ کے جواب سے مطمئن نہیں ہوا۔ آپ کو غصہ آیا' آپ نے فرمایا کہ یہ کہا جاتا ہے کہ سید کا بال آگ میں نہیں جلتا' آگ میں جل کر دیکھیں کہ ہم میں سے کون سید ہے۔ آگ

روشن کی گئی' آپ آگ میں کود گئے' آپ کا لباس تک آگ سے محفوظ رہا۔ آپ نے اس شخص کو جو اپنے آپ کو سید کہتا تھا اور جس نے آپ سے سوال کیا تھا آواز دی' وہ شخص آگ کے نزدیک ہی آیا تھا کہ آگ کے ایک شعلے نے اس کے کپڑے جلا دیئے' آپ تنور سے جس میں آگ روشن تھی' نکل کر باہر تشریف لائے۔ اور اس کے کپڑوں کی آگ بجھائی' حاضرین کو آپ کے سید ہونے کا پورا یقین ہو گیا۔

سلطان غیاث الدین بلبن نے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا۔ آپ شاہی لشکر کے ساتھ تھے۔ قلعہ فتح نہ ہو سکا' لیکن محاصرہ بدستور جاری رہا۔ ایک رات آندھی اور بارش کے طوفان سے لشکر والوں کے خیمے گر پڑے۔ ہر طرف اندھیرا ہو گیا۔ آگ بجھ گئی۔ ایک بہشتی لوٹا لے کر سلطان بلبن کے وضو کے لئے پانی گرم کرنے کے واسطے آگ تلاش کرنے نکلا۔ اس کی نگاہ آپ کے خیمے پر پڑی کہ بدستور قائم تھا۔ وہ خیمہ میں داخل ہوا تو دیکھا چراغ روشن ہے اور آپ قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول تھے۔ وہ بہشتی خیمہ میں جاکر خاموش کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اگر آگ چاہئے تو لے جاؤ' اس بہشتی نے لکڑی سلگائی اور واپس چلا گیا۔

دوسرے روز وہ پھر آیا' لیکن آپ کو خیمہ میں نہ پایا' وہاں سے تالاب پر پانی بھرنے جو گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ آپ وضو کر رہے ہیں۔ وہ ایک طرف چھپ کر کھڑا ہو گیا۔ آپ کے جانے کے بعد اس نے مشک بھری تو پانی کو خوب گرم پایا' اس کو سخت حیرت ہوئی' اگلے روز علی الصبح آپ کے پہنچنے سے قبل وہ تالاب پر گیا' پانی کو سرد پایا' وہ ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گیا' تھوڑی دیر بعد آپ تشریف لائے اور وضو کیا' آپ کے جانے کے بعد اس نے جو مشک بھری تو پانی گرم پایا' اب اس کو یقین ہوا کہ یہ بس آپ کی برکت کا نتیجہ ہے۔

اس نے سلطان بلبن سے ذکر کیا۔ سلطان بلبن اس سقہ کو ہمراہ لے کر اس تالاب پر پہنچا' پانی کو سرد پایا' سلطان بلبن اور وہ سقہ ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گئے' آپ تالاب پر تشریف لائے اور وضو کیا' آپ کے جانے کے بعد سلطان بلبن نے جو تالاب پر جا کر دیکھا تو پانی گرم پایا' اس کا کامل یقین ہو گیا کہ آپ کامل درویش ہیں۔

سلطان بلبن آپ کے خیمہ میں گیا' آداب بجالایا' آپ سے دعا کا طالب ہوا' آپ نے دعا کی اور قلعہ فتح ہوا۔

حواشی

1- اسیر اولالیاء (فارسی) ص 185
2- سیر الاقطاب (فارسی) ص 185'186
3- سیر الاقطاب (فارسی) ص 184
4- سیر الاسرار
5- سیر الاقطاب (فارسی) ص 186
6- سیر الاقطاب (فارسی) ص 186
7- سیر الاقطاب (فارسی) ص 186
8- سیر لاالاقطاب (فارسی) ص 189
9- سیر الاقطاب (فارسی) ص 196
10- بعض نے آپ کی تاریخ وفات 10 شعبان اور بعض نے 19 شعبان لکھی ہے۔
11- سیر الاقطاب (فارسی) ص 185

باب 15

حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری کا شمار مشائخ کبار میں ہوتا ہے۔

والد ماجد: آپ محمد یحییٰ منیری کے فرزند ہیں۔

نام: آپ کا نام احمد یحییٰ منیری ہے، جیسا کہ آپ خود فرماتے ہیں [1]۔

"یار قدیم امام نظام الدین سلام و تحیت از فقیر حقیر احمد یحییٰ منیری الملقب بشرف مطالعہ کند...."۔

القاب: آپ کا لقب "شرف" ہے، آپ شرف الدین کے لقب سے بھی پکارے جاتے ہیں آپ کو شرف الاولیاء کے لقب سے بھی پکارا جاتا ہے۔

دہلی میں آمد: آپ حضرت نظام الدین اولیاء کا شہرہ سن کر بیعت کی غرض سے دہلی آئے، لیکن آپ کے دہلی پہنچنے سے قبل حضرت نظام الدین اولیاء وصال فرما چکے تھے [2]۔

بیعت و خلافت: آپ جب دہلی پہنچے تو حضرت نظام الدین اولیاء کی وفات کا حال معلوم ہو کر آپ کو سخت مایوسی ہوئی۔ ایک روز آپ ارادت کی نیت سے حضرت شیخ نجیب الدین فردوسی کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ حضرت شیخ نجیب الدین فردوسی مرید و خلیفہ اعظم حضرت شیخ رکن الدین فردوسی کے ہیں۔

حضرت شیخ نجیب الدین فردوسی نے فرمایا کہ [3]

"شرفا! بیا۔ از برائے تو زمانے است پیش ازما سالہائے سال مشتاق تو بودیم وانتظار تو می نمودیم"۔

اے شرف۔ آؤ، ہم تمہارے بہت عرصہ سے مشتاق ہیں اور تمہارا انتظار

کر رہے ہیں۔

اسی وقت حضرت شیخ نجیب الدین فردوسی نے آپ کو بیعت سے مشرف فرمایا۔ خرقہ خلافت آپ کو عطا فرمایا اور تبرکات پیران عظام جو ان کے پاس بطور امانت آپ کے واسطے رکھے ہوئے تھے' آپ کے سپرد فرمائے۔

پیرو مرشد کی خدمت میں تحفہ: ایک دن آپ نے اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں اکسیر پیش کی۔[4] حضرت شیخ نجیب الدین فردوسی نے آپ کا امتحان لینے کی غرض سے اس کو پانی میں ڈال دیا۔

خلاصی: آپ کو اس بات سے بجائے رنج ہونے کے خوشی ہوئی' آپ نے اپنے پیرو مرشد سے عرض کیا[5]۔

"اگرچہ ازیں خاک مسن زر می شد اما گرانی بردل من می آورد۔ الحمدللہ کہ از کند آرزو ہا خلاصی نصیب شد"۔

(اگرچہ اس خاک سے سونا ہو جاتا تھا' مگر میرے دل پر اس سے گرانی ہوتی تھی۔ الحمد اللہ کہ کند آرزوؤں سے خلاصی نصیب ہوئی۔

پیرو مرشد کا عطیہ: آپ کے پیرو مرشد یہ کلمات سن کر خوش ہوئے اور انہوں نے چند حروف لکھ کر آپ کو دیئے' جب آپ نے اس عبارت پر نگاہ ڈالی تو ہر چیز زمین کی آپ پر مکشوف ظاہر ہوئی۔

التجا: آپ نے اس کاغذ کو چوما اور اپنے پیرو مرشد کے سامنے رکھ دیا' آپ کے پیرو مرشد نے اس کی وجہ دریافت کی۔ آپ نے عرض کیا کہ یہ تو اس کو دیجئے جو اس کا خواہش مند ہو۔ آپ کے پیرو مرشد آپ کی اس بے نیازی سے بہت خوش ہوئے اور آپ کی ترقی درجات کے واسطے دعا فرمائی۔

پیرو مرشد کی وصیت: آپ کے پیرو مرشد نے آپ سے فرمایا[6]۔ "بقائے من برارادت تو موقوف بود"۔ (میری زندگی تمہاری ارادت پر موقوف تھی)۔

آپ کو خدا کے سپرد کیا اور چلتے وقت یہ وصیت فرمائی کہ جب انکی وفات کی خبران (حضرت شرف الدین یحییٰ) کو معلوم ہو تو وہ بہت جلد اس طرف واپس آئیں۔

پیرو مرشد کی وفات: اپنے پیرو مرشد سے رخصت ہو کر آپ روانہ ہوئے' کچھ دور ہی گئے ہوں گے آپ نے پیرو مرشد کے مکان سے رونے پیٹنے کی آواز سنی' جب آپ کو یہ معلوم ہوا کہ آپ کے پیرو مرشد نے اس عالم فانی سے پردہ فرمالیا آپ اپنے پیرو مرشد کے مکان پر پیرو مرشد کی وصیت کے مطابق واپس آئے۔

روانگی: کچھ دن پیرو مرشد کے مکان پر قیام کرکے رخت سفر باندھا۔ آگرہ کے راستے میں ایک جنگل میں مدتوں قیام فرمایا او عبادت و ریاضت و مجاہدے میں مشغول رہے۔[7]

منیر میں آمد: مدتوں کے بعد آپ اپنے وطن منیر پہنچے اور وہاں تادم واپسیں رشد و ہدایت فرماتے رہے' آخر وہ وقت آگیا کہ آپ نے اس جہان فانی سے سفر دار الاخرت فرمایا۔

خلفاء: آپ کے ممتاز خلفاء حسب ذیل ہیں۔
شیخ مظفر بلخی' شمس الدین۔

سیرت مبارک: آپ جامع علوم ظاہری و باطنی تھے۔ ترک و تجرید میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ نے مدتوں صحرانوردی کی۔ عبادت' ریاضت' مجاہدہ' صبرو تحمل' جودو سخا' توکل و قناعت میں یکتا تھے۔

آپ نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ "آداب المریدین" پر آپ نے شرح تحریر فرمائی ہے۔ آپ کے مکتوبات بہت مشہور ہیں اور آپ کی کتابوں کے مقابلے میں زیادہ مقبول ہیں۔

تعلیمات: آپ کے مکتوبات تصوف و عرفان کا بیش بہا خزانہ ہیں۔ آپ نے اپنے بعض مریدوں کو مکتوبات کے ذریعے تعلیم فرمائی۔

طلب طریقت: آپ فرماتے ہیں[8] جو کوئی اس راہ کی طلب میں ہو' اس کو چاہئے کہ شریعت سے سرمایہ بنائے اس وقت تک کہ وہ شریعت سے طریقت میں راہ پائے اور جب طریقت میں راہ پائے طریقت سے حقیقت میں قدم نہیں رکھ سکتا۔ جو ابھی تک شریعت سے واقف نہیں' اس کی طریقت سے کہاں ملاقات اور جس کی طریقت سے ملاقات نہیں۔ اس بے چارے کا حقیقت میں کیسے گزر ہو اور اس کا کیا

کام ہونا چاہئے کہ جو کوئی بے معروفت و بے شریعت اس راہ میں قدم رکھے، بیم ہلاکت کا ہو اور کسی مرتبے پر نہ پہنچے"۔

عبادت: آپ فرماتے ہیں[9]

"عبادت اولیاء کا سرمایہ ہے۔ اتقیا کا پیرانہ ہے۔ مردوں کی حرفت ہے۔ صاحب ہمت کا پیشہ ہے۔ عمر کا فائدہ ہے۔ علم کا ثمرہ ہے۔ خداوندان بصیرت کا طریقہ ہے اور راہ سعادت و جنت ہے"۔

کار خداوند جل و علا: آپ فرماتے ہیں[10]

"...اپنے کام میں مردانہ وار مشغول رہنا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ شدائد امور، کثرت ابتلا اور گوناگوں امتحان کی وجہ سے جو سالک کے راستے میں آتے ہیں، اس کے کام میں قصور و فتور واقع ہو۔ خداوند جل و علا کا کام ایک روز پر نہیں ہے۔ یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ حق سبحانہ تعالیٰ بندے کو کس راستے سے اقبال و فتوح عطا کرے گا نعمت کے راستے یا عطا کے راستے سے یا بلا کے راستے سے"۔

اقوال:

- ○ ربوبیت کے اسرار غیر معلومہ ہیں۔ اگر بندے پر کل احوال ایک ہی طریقے سے جاری ہوں تو بندے کا علم ربوبیت کو گھیر لے اور اللہ تعالیٰ اپنی صفات کے ساتھ گھیرا نہیں جا سکتا۔
- ○ انسانیت کی حقیقت ہی الوہیت کے راز حقیقت کی مظہر و آئینہ دار ہے۔
- ○ راہ توحید جو مردوں کا دین ہے ایک دریائے محیط ہے، وہاں علم و عقل غرق ہیں، لکھنا کہاں بات کرنا کہاں، جو کوئی اس دریا میں گرا، گویا عالم حیرت میں ڈوب گیا۔
- ○ تجرید و تفرید مرید کے لئے ضروری ہیں، تجرید علائق و خلائق سے اور تفرید خود سے۔

اوراد و وظائف: ذیل میں آپ کے بتائے ہوئے اوراد و وظائف پیش کئے جاتے ہیں۔

حاجت پوری ہونے کے واسطے: صبح کو سنت و فرضوں کے درمیان اکتالیس

(41) بار سورۃ فاتحہ پڑھنا چاہیے۔[11]

برائے دفع شر: سورۃ تبت یدا ایک ہزار بار پڑھنا چاہیے۔[12]

قضائے حاجت کے واسطے: سورۃ انعام اکتالیس (41) بار پڑھے' سات ہزار مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھنا بھی مفید ہے۔[13]

مشکل کام کے واسطے: عشاء کی نماز کے بعد سو بار یا فتاح پڑھے۔

برائے دفع تنگی معاش: ہر رات کو سورۃ جمعہ پڑھے۔

مناجات

آپ کی مشہور مناجات حسب ذیل ہے[14]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٰہی انت ربی وقوتی و انا عاجز الٰہی انت مالک وانا مملوک الٰہی عاجز ترین عاجزانم الٰہی جاہل ترین جاہلائم نمیدائم تا چگونہ رضائے تو جویم الٰہی نمیدالم تاچہ گوئم الٰہی عجزو درماندگی من تومی بینی الٰہی حاجت منِ تو میدانی الٰہی من بے چار و عاجز ہیچ حیلہ وقوت و وسیلہ ندارم وانچہ جز تست ازاں بیزارم۔

الٰہی من ضعیف درماندہ راو من نحیف درہائے راندہ راو من مدہوش سیاہ کار گناہ گار راو من بدکردار راو من پذیز ندہ فرمان شیطان راو من استاد مکتب عاصیان راو من مدہوش سرگشتہ راد من عہدِ شکن خود کام راد من گندم نمائے جو فروش راد من زنا راد خرقہ پوش راد من سیاہ رونامہ سیاہ راد من منافق بتاہکار لبفضل عمیم و بہ لطف قدیم از بند نفس امارہ

خلاصی وہ وتوبہ نصوحا عطا کن کہ طاعت حضرت عدل تو ندارم

الٰہی مرا توفیق وہ کہ ترا پرستم کہ بے توفیق تو ترانتواں شناخت

الٰہی مرا تعرفیق دہ کہ ترا .شناسم کہ بے تعریف تو ترانتواں شناخت

الٰہی ضائع کردم عمر خویش بداں چیز کہ رضائے تو بنود من نداستم ازاں توبہ کردم و بیزار گشتم۔

اے دستگیر ہر شکستہ وائے دہیل ہر درماندہ وائے فریاد اس دشوارہ

وائے چارہ ساز بے چار گاں وائے قبول کندہ توبہ عاصیاں وائے پذیرندہ گریستگاں اے حلیمے کہ حلم تو مارا گستاخ کرد۔
اے رحیمے کہ رحم تو مارا بیباک گردانید۔ ایں گستاخ و بیباکی ارنا عفو۔ کن واز خلعیت معرفت ہمہ اعضائے مارا بپوشان۔
الٰہی بحق تہلیل و تسبیح و تحمید و تمجید جملہ روحانیاں و کروبیاں
الٰہی بحرمت عابداں و زاہداں۔
الٰہی بحرمت خاصگان درگاہ تو۔
الٰہی بحرمت لواحقاں حضرت تو۔
الٰہی بحرمت غریباں و شہادت جواناں۔
الٰہی بحرمت آب دیدہ عاصیاں۔
الٰہی بحرمت عفو تو کہ بر عاصیاں در گاتست۔
الٰہی بحرمت عز و جلال تو۔
الٰہی بحرمت و عظمت کمال تو کہ حاجات من و جملہ مسلمانان رواکنی و ایمان ما را در دنیا و آخرت برما ارزانی داری
الٰہی چو دوراں حجرہ تنگ و تاریک بے شمع مارا مبتلا کنی ایمان را چراغ لحد گردانی۔
لا الہ الا اللّٰہ لا معبود الا اللّٰہ لا محبوب الا اللّٰہ لا مطلوب الا اللّٰہ لا مقصود الا اللّٰہ لا موجود الا اللّٰہ لا الہ الا اللّٰہ محمد الرسول اللّٰہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ علی خیر خلقہ سیدنا محمد والہ واصحابہ اجمعین برحمتک یاارحم الرحمن

حواشی

1- سہ صدی مکتوبات (فرمودہ حضرت شیخ شرف الدین یحیٰ منیری قدس سرہ) فارسی ص 480،418
2- اخبار الاخبار (اردو ترجمہ) ص 257
3- کلمات الصادقین
4- روضۃ اقطاب (فارسی) ص 55

5- روضۃ اقطاب (فارسی) ص 64

6- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ ص 257

7- سہ صدی مکتوبات (فارسی) ص 64

8- سہ صدی مکتوبات (فارسی) ص 99،100

9- سہ صدی مکتوبات (فارسی) ص 302

10- سہ صدی مکتوبات

11- سہ صدی مکتوبات

12- سہ صدی مکتوب (فارسی) ص 99

13- سہ صدی مکتوبات (فارسی) ص 556

باب 16

حضرت شیخ شرف الدین بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ شرف الدین بو علی قلندر صاحب جذب و صاحب کرامت تھے' اولیائے نامدار میں سے ہیں۔

خاندانی حالات: آپ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کوفی کی اولاد میں سے ہیں۔[1] یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ اور حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی خالہ زاد بھائی تھے۔

والد: آپ کے والد کا نام فخر الدین ہے۔

والدہ: آپ کی والدہ ماجدہ کا نام بی بی فاطمہ ہے اور بعض کا خیال ہے کہ بی بی حافظہ جمال ہے۔

ولادت: آپ پانی پت میں پیدا ہوئے۔

نام: آپ کا نام شرف الدین ہے۔

بو علی قلندر کہلانے کی وجہ تسمیہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب آپ کو دریا سے باہر نکالا آپ اسی وقت سے مست الست ہو گئے اور اسی دن سے شرف الدین بو علی قلندر کہلانے لگے۔

تعلیم: آپ نے اکتساب علم میں بہت کوشش کی۔ حدیث' فقہ' صرف و نحو' تفسیر میں اعلیٰ قابلیت حاصل کی۔ فارسی زبان میں عبور تھا' آپ نے جلد ہی تحصیل علوم ظاہری سے فراغت پائی۔

رشد و ہدایت: آپ تعلیم سے فارغ ہو کر رشد و ہدایت میں مشغول ہوئے۔ مسجد قوت الاسلام میں وعظ کہتے تھے اور یہ سلسلہ بارہ سال تک جاری رہا۔

تلاش حق: ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپ وعظ فرما رہے تھے کہ مسجد میں ایک درویش آیا اور با آواز بلند یہ کہہ کر چلا گیا کہ: "شرف الدین جس کام کے لئے پیدا ہوا ہے۔ اس کو بھول گیا' کب تک اس قیل و قال میں رہے گا"۔

بیعت و خلافت: آپ کو رہبر کامل کی تلاش ہوئی' بعض کا خیال ہے کہ آپ مرید خلیفہ قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ اور تعلیم یافتہ حضرت شیخ شہاب الدین کے عاشق تھے۔ [2] یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ مرید و خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔ [3] بعض کا خیال ہے کہ آپ مرید و خلیفہ حضرت نجم الدین قلندر کے تھے۔ بعض کے نزدیک آپ مرید و خلیفہ حضرت شیخ شہاب الدین عاشق خدا کے تھے' جو مرید و خلیفہ حضرت امام الدین ابدال کے تھے اور وہ مرید و خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔ [4]

ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ مرید و خلیفہ حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔ [5] کہا جاتا ہے کہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو عصر کے وقت جمنا کے کنارے بیعت سے مشرف فرمایا۔ [6]

مجاہدہ و ریاضت: آپ نے اپنی کتابیں دریا میں ڈال دیں۔ مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول ہوئے۔ آپ ایک عرصے تک دریا مین کھڑے رہے۔ پنڈلیوں کا گوشت مچھلیاں کھا گئیں۔

حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی' اسی طرح بارہ سال گزر گئے' ایک روز غیب سے آواز آئی

"شرف الدین! تیری عبادت قبول کی' مانگ کیا مانگتا ہے۔

دوبارہ پھر آواز آئی کہ

"اچھا پانی سے تو نکل"۔

آپ نے عرض کیا کہ

"خود نہیں نکلوں گا تو اپنے ہاتھ سے نکال"۔

پانی پت میں قیام: آپ پانی پت کے صاحب ولایت تھے اور پانی پت میں رہتے تھے۔

سکونت میں تبدیلی: حضرت شمس الدین ترک سے پانی پت تشریف لانے پر آپ

پانی پت سے باگھوتی چلے گئے' وہاں چند سال قیام فرمایا اور پھر بڈھا کھیڑہ میں جا کر رہنے لگے۔

سلطان علاؤ الدین خلجی کی نذر عقیدت

سلطان علاؤ الدین خلیجی آپ کے روحانی تصرفات و کرامات کا شہرہ سن کر آپ کا دل و جان سے شیدا و معتقد ہوا' اس نے آپ کی خدمت میں تحائف پیش کرنا چاہیے اس کے امراء آپ (حضرت قلندر صاحب) کی خدمت میں جانے سے گھبراتے تھے۔ ان پر آپ کا ایسا رعب تھا کہ آپ کے پاس جانے کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ سلطان علاؤ الدین خلیجی نے حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت لے کر حضرت امیر خسرو کو تحائف دے کر آپ کی خدمت میں روانہ کیا۔[7]

حضرت امیر خسرو جب تحائف لے کر آپ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ

"خسرو ہیٹری گو تجھ ہی کو کہتے ہیں؟"

(خسرو گانے والا تجھ ہی کو کہتے ہیں)۔

حضرت امیر خسرو نے جواب دیا۔

"جی ہاں' اسی ناچیز کو کہتے ہیں"۔

آپ نے حضرت امیر خسرو سے پھر کلام کی فرمائش کی اور فرمایا

"از چیزہائے خود چیزے بگو"۔ (اپنا کچھ کلام سناؤ)۔

حضرت امیر خسرو نے حسب ذیل غزل آپ کو سنائی[8]

اے کہ گوئی ہیچ سختی چوں فراق یار نیست
گر امید وصل باشد آں چناں و شوار نیست

عاشقاں را در جہاں یکساں نباشد روز گار
زانکہ این انگشت ہابردست من ہموار نیست

خلق رابیداری باید بود آب چشم من
ایں عجب کاں وقت میگویم کہ کس بیدار نیست

یک قدم بر نفس خود نہ داں دگر در کوئے دوست
ہرچہ بینی دوست بیں باایں دانت کارنیست

چند میگوئی برو زنار بند اے بت پرست

برتن خسرو کدامی رگ کہ آں زنار نیست

آپ یہ غزل سن کر بہت خوش ہوئے اور حضرت امیر خسرو سے فرمایا کہ اے خسرو!

"خوش می گوئی' خوش خواہی گفت و خوشتر خواہی رفت"[9]۔

(اے خسرو خوب کہتے ہو' خوب کہو گے اور خوش جاؤ گے)

آپ نے پھر حضرت امیر خسرو سے کہا کہ تمہارا کلام تو سن لیا' اب ہماری بھی ایک غزل سنو[10]۔

غزل

دیہم خسرواں بر مافعل استراست خسرو کسے کہ حلقہ و
تجرید بر سراست
سیمرغ داراو بنہفتم بقاف عشق
کو عارف کہ منظر او عرش اکبراست
نخل کلست علم لدنی بعارفاں
ایں عقل علم و حسن فردوس مقرر است
گفتم زعلم و عقل ملکے د گر شوم
ملکم ز علم و عقل چوں ویدم فزوں تراست
درس شرف نبود بالواح ابجدی
لوح جمال دوست مرا در برابر است

حضرت امیر خسرو آپ کی غزل سن کر رونے لگے' آپ نے پوچھا

"خسرو! روتا کیوں ہے' کچھ سمجھا بھی؟"

حضرت امیر خسرو نے جواب دیا کہ

"اسی وجہ سے روتا ہوں کہ کچھ نہیں سمجھا"۔

آپ یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔ امیر خسرو کو تین روز خانقاہ میں مہمان رکھا اور سلطان علاؤ الدین خلجی کے بھیجے ہوئے تحائف یہ کہہ کر کہ اگر مولانا نظام الدین کا واسطہ درمیان میں نہ ہوتا تو قبول نہ کرتا' از راہ نوازش و کرم قبول

فرمایئے۔

حضرت امیر خسرو جب رخصت ہوئے' آپ نے دو خط ان کو دیئے اور تا کید فرمائی کہ ایک خط حضرت نظام الدین اولیاء اور دوسرا علاؤ الدین خلجی کو دینا۔ سلطان علاوء الدین خلجی کے نام جو خط تھا' اس میں تحریر فرمایا کہ:

"علاؤ الدین فوطہ دار دہلی مقرر داند کہ بابندگان خدائے تعالیٰ نیکو کند"۔

(علاؤ الدین فوطہ دار کو معلوم ہو کہ بندگان خدا کے ساتھ بھلائی کریئے)۔

سلطان علاؤ الدین خلجی کے امراء نے چہ میگوئیاں کیں کہ بادشاہ کو فوطہ دار لکھنا ادب کے خلاف ہے۔ سلطان علاؤ الدین نے اپنے امراء سے کہا کہ غنیمت ہے کہ انہوں نے اس نام سے یاد تو کیا' یہی بہت بڑی بات ہے۔

وفات: آپ 9' رمضان 724ھ کو بڈھا کھیڑہ میں واصل بحق ہوئے۔ مزار انوار پانی پت میں فیوض و برکات کا سرچشمہ ہے۔

مرید: آپ کے ممتاز مرید حسب ذیل ہیں

مبارک خاں' اختیار الدین اور شیخ احمد۔

سیرت: آپ نے تیس سال تک سخت سے سخت مجاہدے کئے۔ ہر وقت عبادت الٰہی میں مشغول و مستغرق رہتے تھے۔ آپ پر جذب الٰہی اس درجہ غالب تھا کہ آپ کو اپنی خبر نہ تھی' آپ کو علوم ظاہری و باطنی میں کمال حاصل تھا۔ آپ کو مجذوب اولیاء کی صفت میں نمایاں درجہ حاصل ہے۔

قلندرانہ روش اور مجذوب ہونے کے باوجود آپ شریعت کا بہت احترام کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ آپ کی مونچھوں کے بال بڑھ گئے' کسی کی ہمت نہ تھی کہ آپ سے کہتا کہ مونچھوں کے بال کٹوا دیں۔ آخر کار مولانا ضیاء الدین سنائی سے نہ رہا گیا۔ مولانا ضیاء الدین سنائی رحمۃ اللہ علیہ جو شریعت کے حامی تھے' اس کو خلاف شریعت سمجھ کر آپ کی داڑھی پکڑی اور قینچی ہاتھ میں لے کر آپ کی مونچھوں کے بال کاٹے۔ آپ نے کوئی اعتراض نہ کیا۔ اس واقعہ کے بعد آپ اپنی داڑھی کو چوما کرتے تھے اور فرماتے تھے:[11]

"یہ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں پکڑی جا چکی ہے"۔

آپ نے کئی کتابیں بھی لکھی ہیں۔ آپ کی ایک کتاب "حکم نامہ شرف

الدین" کے نام سے مشہور ہے۔

آپ شاعر بھی تھے۔ آپ کا کلام حقائق و معارف، ترک و تجرید، عشق و محبت کی چاشنی میں ڈوبا ہوا ہے۔

آپ کے خطوط مشہور ہیں۔ یہ خطوط آپ نے اختیار الدین کے نام تحریر فرمائے ہیں۔ آپ کے خطوط تصوف کا بیش بہا خزانہ ہیں۔

تعلیمات: آپ کی تعلیمات گنجینہ معرفت ہیں۔

بہشت و دوزخ: آپ فرماتے ہیں[12]۔

"خداوند تعالیٰ نے بہشت اور دوزخ بنائے اور فرمایا کہ ہر دو کو پر کیا جائے گا۔ معشوق کو اس کے عاشقوں کے ہمراہ بہشت میں جگہ دوں گا اور شیطان کو اس کے پیروؤں کے ساتھ دوزخ میں ڈالوں گا۔ بہشت اور دوزخ میں عاشق کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ دونوں عاشق کے حسن سے پیدا ہوئے ہیں اور دونوں میں کسی دوسرے کو جگہ نہیں دی جائے گی، بہشت دوستوں کے ساتھ وصال کا مقام ہے اور دوزخ دشمنوں کے لئے فراق کی جگہ"۔

عشق و عاشقی: آپ فرماتے ہیں کہ[13]۔

"اپنی طاقت میں رہ اور اپنے آپ کو پہچان۔ جب تو اپنے نفس کو پہچان لے گا تو عشق کو جان لے گا۔ جب عشق کو اپنے حسن پر معائنہ کرے گا تو زبان کو گونگا پائے گا۔ عاشق ہو کر معشوق کو اپنے آغوش میں دیکھے گا اور حسن کا معائنہ اپنے دل کے آئینے میں کرے گا......"۔

عاشق کا فرمان: آپ فرماتے ہیں کہ[14]۔

".... خیال ہمیشہ اندیشہ کے ساتھ وابستہ رہتا ہے۔ کبھی اندیشہ ہمارے آئینہ دل کو آراستہ کرتا ہے اور عاشق کے سامنے معشوق کو ظاہر کرتا ہے۔ عاشق کا فرمان جو معشوق نے پہنچایا ہے، اس کے مطالعہ سے فرض عاشق اور سنت، معشوق بجالاتا ہے اور عاشق کے عشق سے اور معشووق کے حسن سے باطن کو معمور رکھتا ہے اور حسن کے تماشے سے عاشق اپنے ظاہر کو بھلا دیتا ہے اور باطن کے تماشے میں مصروف ہو جاتا ہے، تاکہ جو حکم پہنچا ہے، اس کا نفاذ ہو جائے"۔

دنیا کی آرائش: آپ فرماتے ہیں کہ:[15]۔

"....ناگاہ خیال نفس کا یار ہو جاتا ہے اور حال خیال کے ساتھ ایک ہو کر دنیا کی روزی کی خواہش پیدا کرتا ہے۔ خیال نفس کو دنیا کی آرائش دکھاتا ہے اور اس کے اشتیاق میں اس کو سرگرداں کرتا ہے اور معشوق کے دروازے پر پھر آتا ہے۔ ہر دروازے پر ذلیل کرتا ہے اور شوق و آرائش و آسائش میں اس ذلت کی خبر نہیں ہوتی اور باز نہیں آتا اور یہ نہیں سوچتا کہ اس نے کسی کے ساتھ وفا نہیں کی۔ اور وفا نہ کرے گی۔ نہ اس کی موت کی فکر ہوتی ہے کہ وہ اچانک آنے والی ہے اور اس کو نہ چھوڑے گی"۔

اقوال:

آپ کے چند اقوال ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں۔

- معشوق بھی تمہاری ہی شکل و صورت میں پیدا کیا گیا ہے اور تمہارے درمیان بھیجا گیا ہے' تاکہ تمہیں صحیح راستے کی طرف بلائے۔
- جب عنایت الٰہی تیرے شامل حال ہو اور تجھے جذبہ عطا کیا جائے اور تجھ کو تیری "توئی" سے جدا کر دیں اس وقت تمہارے اندر عشق داخل ہوتا ہے اور تمہیں جلوہ حسن دکھاتا ہے۔
- جب تو حسن کو جان لے گا تو معشوق کو پہچانے گا اور معشوق پر عاشق ہو جائے گا۔
- جس وقت عاشق سے معشوق مل جائے تو وہ سنت معشوق اور فریضہ عاشق کو ملحوظ رکھے' اس وقت معشوق اور عاشق میں تمیز ہو سکے گی۔
- عاشقی اختیار کر' دونوں جہاں کو معشوق کا حسن تصور کر اور خود کو معشوق کا حسن سمجھ۔
- عاشق نے اپنے عشق سے تیرا ملک وجود بنایا تاکہ تیرے آئینے میں جمال حسن دیکھے۔ اور تم کو محرم اسرار جانے۔
- نفس کو اچھی طرح سمجھ' جب تو اپنے نفس کو جان لے گا تو دنیا کو پہچان سکے گا اور اگر تو روح کو پہچان لے تو عقبیٰ کو پہچان لے گا۔
- دنیا کی آرائش کا حسن عاشقان دنیا کو اپنے عشق میں ایسا بے خبر کر دیتا ہے کہ نہ ان کو دنیا کی خبر ہوتی ہے' جس کو انہوں نے معشوق بنایا ہے کہ وہ گزر رہی ہے اور نہ عقبیٰ کی خبر ہوتی کہ ہمارے سامنے کیا مہم در پیش ہے۔

کرامت: حضرت شیخ شمس الدین ترک پانی پتی کلیر سے آکر پانی پت میں مقیم ہوئے۔ ایک روزان کا مرید کسی کام سے آپ (حضرت قلندر صاحب) کے مکان کے سامنے سے گزرا۔ اس نے دیکھا کہ آپ شیر کی صورت میں بیٹھے ہیں۔ اس شخص نے اس بات کا ذکر حضرت شمس الدین ترک پانی پتی سے کیا۔ انہوں نے اس شخص کو حکم دیا کہ وہ آپ (حضرت قلندر صاحب) کے مکان پر جائے اور ان کا سلام کہے اور اگر پھر ان کو شیر کی شکل میں بیٹھا دیکھے۔ تو یہ پیغام ان کو پہنچائے کہ شیر کی جگہ جنگل میں ہے۔ وہ شخص حکم بجالایا۔ جب آپ کے پاس پہنچا تو آپ کو پھر شیر کی شکل میں بیٹھا پایا۔ اس نے حضرت شمس الدین ترک پانی پتی کا پیغام آپ کو سنایا' آپ وہاں سے شیر کی صورت میں اٹھے اور باگھوٹے میں جا کر قیام فرمایا۔ [16]۔ (باگھوٹے شہر سے باہر ایک جگہ کا نام ہے)۔

حواشی

1- سیر الاقطاب (فارسی) ص 190

2- معارج الولایت

3- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص 271

4- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص 271

5- مناقب فریدی' سیر الاقطاب (فارسی) ص 190

6- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص 271

7- اشرف المناقب

8- سیرت نظامی ص 363

9- تذکرہ شمس العارفین صدر الدین محمد ترک بیابانی ص 18

10- سیرت نظامی ص 263

11- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص 272

-12 مکتوب

-13 مکتوب

-14 مکتوب

-15 مکتوب

-16 سیر الاقطاب (فارسی) ص 190،191

باب 17

حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح خورشید سپہر ہدایت ہیں۔

خاندانی حالات: آپ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ ملتانی کے پوتے ہیں۔

والد ماجد: آپ کے والد ماجد کا نام رکن الدین ہے۔

والدہ ماجدہ: آپ کی والدہ ماجد بی بی راستی رابعہ عصر اور حافظہ کلام اللہ تھیں' وہ حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ ملتانی کی مرید تھیں۔ روزانہ ایک قرآن ختم کرنا ان کا معمول تھا۔

پیشین گوئی: ایک روز آپ کی والدہ ماجدہ اپنے خسر حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ ملتانی کو سلام کرنے آئیں۔

اس وقت آپ سات ماہ کے اپنی والدہ کے شکم مبارک میں تھے۔ حضرت بہاء الدین زکریا' آپ کی والدہ کی تعظیم کو کھڑے ہو گئے۔ آپ کی والدہ کو تعجب ہوا' حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ[1]۔

یہ تعظیم اس بچے کی ہے۔ جو تیرے پیٹ میں ہے۔ وہ چراغ خاندان و شمع دودمان کا ہو گا"

ولادت مبارک: آپ نے 9 رمضان 649ھ کو بروز جمعہ اس عالم کو زینت بخشی۔

نام: آپ کے دادا حضرت بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا نام رکن الدین رکھا۔

کنیت: آپ کی کنیت ابو الفتح ہے۔

لقب: آپ کا لقب "فضل اللہ" ہے۔

تعلیم و تربیت: آپ کی تعلیم و تربیت آپ کے دادا حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں ہوئی۔

بچپن کا ایک واقعہ: آپ کی عمر چار سال کی تھی۔ ایک دن آپ کے دادا حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ تکیہ لگائے پلنگ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کی دستار پلنگ کے پائے پر رکھی تھی۔ آپ کے والد حضرت صدر الدین عارف پلنگ کے پاس بیٹھے تھے۔ آپ کھیلتے ہوئے پلنگ کے پائے کی طرف پہنچے اور دستار پائے پر سے اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لی۔[2]

آپ کے والد ماجد نے آپ کو منع کیا اور آپ سے دستار اتارنے کو کہا۔ آپ کے دادا حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے والد سے فرمایا۔[3]

"بابا صدر الدین! تم اس کو منع نہ کرو، کیوں کہ اس نے دستار بطور حق کے اپنے سر پر رکھی ہے، میں نے یہ دستار اس کو دی"۔

اپنے والد کی وفات کے بعد جب آپ سجادہ نشین ہوئے تو آپ نے وہی دستار سر پر رکھی اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا خرقہ جو آپ کو والد سے ملا تھا، زیب تن فرمایا۔

بیعت و خلافت: آپ اپنے والد ماجد حضرت شیخ صدر الدین عارف کے مرید اور خلیفہ اعظم ہیں۔ اپنے والد کے وصال کے بعد آپ سجادہ نشین ہوئے اور تعلیم و تلقین اور رشد و ہدایت میں مشغول ہوئے۔

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے رشتہ اتحاد: آپ کو حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے بے حد محبت تھی، آپ ان کی حیات ظاہری میں دو بار سلطان علاء الدین کے عہد میں اور تین بار سلطان قطب الدین کے عہد میں تشریف لائے۔[4]

سلطان قطب الدین کے عہد میں جب آپ تشریف لائے تو حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خانقاہ سے حوض خاص علائی پر جا کر آپ کا استقبال کیا۔ پھر آپ کی حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے اس وقت کی جامع مسجد میں ملاقات ہوئی۔

ایک روز پھر آپ کی حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔ آپ کے بھائی شیخ عماد الدین اسمٰعیل بھی آپ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے اس اجتماع

کو غنیمت سمجھتے ہوئے یہ سوال کیا۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت میں کیا حکمت تھی؟۔

آپ نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ [5]

"غالباً اس میں یہ حکمت تھی کہ جناب رسالت ﷺ کے بعض کمالات و درجات کا ظہور عالم فعل میں اصحاب صفہ کی صحبت پر موقوف رکھا گیا تھا"۔

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ

"فقیر کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں یہ حکمت تھی کہ مدینے کے بعض فقراء جن کے لئے آنحضرت ﷺ کی سعادت صحبت حاصل کرنا محال تھا' اس نعمت سے مشرف ہوں"۔

اس کے بعد کھانا پیش کیا گیا' کھانے کے بعد حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے خاص خادم اقبال نے ریشمی کپڑوں کے چند تھان اور سو اشرفیاں ایک باریک کپڑے میں رکھ کر آپ کے قدموں پر رکھیں' آپ نے قبول نہیں کیا۔ حضرت محبوب الٰہی نے وہ تھان اور اشرفیاں آپ کے بھائی شیخ عماد الدین اسمٰعیل کے سپرد کیں۔ [6]

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ جب بیمار ہوئے تو آپ ان کی عیادت کو ملتان سے دہلی تشریف لائے۔ آپ حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کو کس قدر منزلت سے دیکھتے تھے' اس کا اندازہ آپ کے ان الفاظ سے ہوتا ہے [7]

"عشرہ ذی الحجہ ہے' ہر شخص سعادت حج حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

میں نے شیخ المشائخ کی زیارت سے مشرف ہونے کی کوشش کی'

حضرت محبوب الٰہی کے جنازے کی نماز آپ نے پڑھائی' [8] اس کے بعد آپ ملتان تشریف لے گئے۔

سلاطین سے تعلقات : سلطان علاء الدین آپ کا بہت معتقد تھا' آپ جس دن دہلی میں رونق افروز ہوتے تو وہ دو لاکھ تنکہ بطور شکرانہ آپ کی خدمت میں بھیجتا اور جس روز دہلی سے روانہ ہوتے پانچ لاکھ تنکہ پیش کرتا' اس کی درخواست منظور کرکے جب آپ اس سے ملنے جاتے تو وہ تیسرے دروازے پر آپ کا استقبال کرتا۔

سلطان قطب الدین بھی آپ پر بہت اعتقاد رکھتا تھا اور آپ کی بہت تعظیم

و تکریم کرتا تھا، آپ اس کے عہد میں پہلی مرتبہ تشریف لائے تو حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ آپ کے استقبال کے لئے حوض خاص علائی تک تشریف لے گئے تھے۔

آپ کی جب سلطان قطب الدین سے ملاقات ہوئی تو اس نے آپ سے دریافت کیا کہ شہر کے لوگوں میں سے کس نے سب سے پہلے آپ کا استقبال کیا، آپ نے فرمایا کہ سب سے پہلے اس شخص نے استقبال کیا، جو اہل شہر میں بہترین شخص ہے، آپ کا اشارہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی طرف تھا۔

شادی اور اولاد: آپ کے کوئی اولاد نہیں تھی۔

وفات: وفات سے تین ماہ قبل گوشہ تنہائی اختیار کرلی تھی۔ 16، رجب 735ھ کو جوار رحمت میں داخل ہوئے۔ [9] مزار پر انوار ملتان میں مرجع خاص و عام ہے۔

خلفاء: آپ کی وفات کے بعد آپ کے بھائی حضرت عماد الدین اسمٰعیل آپ کے سجادہ نشین ہوئے، آپ کے ممتاز خلفاء حسب ذیل ہیں [10]

حضرت مولانا عماد الدین اسمٰعیل، حضرت سید جلال الدین بخاری ملقب بہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت، حضرت شیخ عثمان سیاح، حضرت حاجی شیخ صدر الدین عارف، حاجی چراغ دین، حضرت شیخ حمید الدین ملقب بہ سلطان التارکین قرشی الھنکاری۔

سیرت: آپ سات سال کی عمر سے نماز اور روزہ کے پابند تھے، [11] نماز جماعت کے ساتھ پڑھتے تھے، نماز تہجد، اشراق و چاشت اور نوافل کے پابند تھے، [12] رمضان کے علاوہ عاشورہ محرم میں بھی روزے رکھتے تھے۔ ذکر خفی و جلی و مراقبہ محاسبہ آپ کے معمولات میں سے تھے۔ ریاضت، عبادت اور مجاہدہ میں مشغول رہتے تھے۔

کشف قلوب، طے ارض و طے لسان میں دس سال کی عمر سے ممتاز تھے، کمالات صوری و معنوی آپ کو پچیس سال کی عمر سے حاصل تھے۔

غرض و عبادت، ریاضت، زہد و تقویٰ، تفرید و عفو وفا، جود و سخا، نصیحت و شفقت، الفت و مروت، بردباری، کسر نفسی اور اخلاق میں بے نظیر تھے۔

خوراک آپ کی کم تھی، لیکن کھانا اچھا کھاتے تھے۔ جو حاجت مند آپ کے پاس آتا، خالی ہاتھ نہیں جاتا، چونکہ آپ لوگوں کی حاجت پوری کرتے تھے۔

اس واسطے لوگوں میں آپ "قبلہ حاجات" مشہور ہوئے' جو نذرانہ آتا' آپ اس کو خرچ کر دیتے تھے۔ اس میں سے کچھ نہیں بچاتے تھے۔ سلطان علاء الدین جب آپ دہلی آتے لاکھوں تنکے آپ کو پیش کرتا' آپ وہ سب رقم خرچ کر دیتے تھے۔

کسر نفسی کا یہ عالم تھا کہ جب پالکی میں نکلتے تو آپ کے دونوں ہاتھ باہر نکلے ہوئے ہوتے۔ اور اس لئے ایسا کرتے تھے' جیسا کہ آپ خود فرماتے تھے کہ شاید کسی بخشے ہوئے کا ہاتھ آپ کے ہاتھ سے لگ جائے تو آپ بھی بخشے ہوئے ہو جائیں۔

آپ علماء' فضلاء اور درویشوں کا بہت خیال کرتے تھے۔ ان کی بہت عزت کرتے تھے اور ان کی خاطر مدارت میں کوئی دقیقہ اٹھا کر نہیں رکھتے تھے۔

آپ کس حد تک لوگوں کی امداد کرنے پر آمادہ رہتے تھے' وہ اس سے ظاہر ہے کہ ایک امیر آدمی آپ کی خدمت میں آیا' مرید ہوا' گناہوں سے توبہ کی' آپ نے اس کو کلاہ عطا فرمائی۔ ایک درویش نے اس پر اعتراض کیا۔

آپ نے فرمایا کہ[13]

"اے عزیز! اگر وہ بوجہ ایک کلاہ کے گناہ سے باز آجائے اور اس کی جہت سے بخشا جائے تو میں کس لئے اس کو کلاہ نہ دوں"۔

تعلیمات: آپ کی بعض تعلیمات حسب ذیل ہیں

صورت اور صفت: آپ فرماتے ہیں کہ[14]

"آدمی دو چیزوں سے عبارت ہے صورت اور صفت اور حکم صرف صفت پر ہے' نہ کہ صورت پر لیکن حکم صفت کی تحقیق صرف دار الاخرت میں ظہور پذیر ہوتی ہے' کیوں کہ وہاں اشیاء کے حقائق ظاہر ہوتے ہیں۔ اور یہ شکل و صورت نیست و نابود ہو جاتی ہے۔ وہاں ہر شخص کو اس صورت میں جمع کرتے ہیں' جو اس کی صفت کے موافق ہو"۔

اعمال پر مطابعت: آپ فرماتے ہیں کہ

"اعمال پر متابعت یہ کہ اعضاء و جوارح کو شرعی ممنوعات و مکروہات سے قولاً" و فعلاً" باز رکھے۔ لایعنی مجلس سے بھی پرہیز لازم ہے۔ وہ چیز جو طالب کو حق تعالیٰ سے برگشتہ کر کے دنیا کی طرف مائل کرتی ہے' اس کے اوقات کو بیہودہ ضائع

کرتی ہے۔ بطالوں کی صحبت سے بھی احتراز ضروری ہے"۔

اقوال:

○ قیامت کے دن ہر شخص کو اس صورت میں اٹھائیں گے۔ جو اس کی صفت کے مطابق ہو۔ بلعم باعور کو اتنی عبادت کے باوجود کتے کی صورت میں اٹھائیں گے۔ ظلم و تعدی کرنے والا شخص اپنے آپ کو بھیڑیئے کی شکل میں دیکھے گا اور صاحب کبر چیتے کی صورت میں ظاہر ہو گا' اور بخل و حریص خنزیر کی شکل میں۔

○ جب تک کوئی شخص اوصاف ذمیمہ سے پاک نہیں ہوتا اس کا شمار جانوروں اور درندوں میں سے ہے۔

○ تزکیہ نفس اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا۔ جب تک بندہ حضرت عزت کی بارگاہ میں التجا و اسعانت نہ کرے۔

○ جب تک اللہ کا فضل و رحمت دست گیری نہ کرے' تزکیہ نفس حاصل نہیں ہوتا۔

○ فضل و رحمت کے ظہور کی علامت یہ ہے کہ بندے کی چشم بینا میں اس کے عیوب ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اور عظمت الٰہی کے انوار کے پرتو سے کہ جس کے سامنے تمام اسرا معدوم ہو جاتے ہیں' اس کا باطن منور ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ تمام دنیا اور اس کی شان و شوکت اس کی نظر میں خاک معلوم ہوتی ہے اور اہل دنیا کی اس کے دل میں کوئی قدر نہیں رہتی۔

جب اس کے باطن پر یہ کیفیت مستولی ہو جاتی ہے تو ناچار اس کو ارباب دنیا کے حیوانی اوصاف سے نفرت آتی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ یہ اوصاف فرشتوں میں تبدیل ہو جائیں۔

چنانچہ اس میں ظلم کے بجائے عفو'
غضب کے بجائے حلم'
کبر کے بجائے تواضع'
بخل کے بجائے سخاوت اور
حرص کے بجائے ایثار کی خوبیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

مگر یہ معاملہ عقبیٰ کے طلب کرنے والوں کے لئے ہے۔ طالبان حق کا کام

اس سے بالاتر ہے۔

○ جو شخص کہ طالب حق نہیں ہے، حقیقت میں وہ بطال ہے۔

کشف و کرامات: آپ کے ایک معتقد کو آپ کے یہاں سے چار قرص ملا کرتے تھے۔ وہ حج کو گیا، وہاں غلہ کی گرانی کی وجہ سے پریشان ہو کر کہنے لگا کہ وہاں چار قرص ملتے تھے اور یہاں ایک بھی نہیں۔ ایک درویش نے جب یہ سنا تو اس شخص سے کہا کہ آپ ہر جمعہ کی رات کو یہاں آتے ہیں اور آپ جہاں مشغول ہوتے تھے، وہ مقام بھی دکھلا دیا، اس شخص نے اس رات کو آپ کو تلاش کیا، آپ کو پہچان کر سلام کیا، آپ نے اس کا حال دریافت فرمایا، اس نے اپنا حال بیان کیا، آپ نے اس کا حال سن کر فرمایا کہ فکر کی کوئی بات نہیں۔ چار قرض اور دو پیالے سالن برابر ملتے رہے۔[15]

○ ایک مرتبہ مغل ملتان کے قریب آپہنچے۔ لوگ آپ سے دعا کے طالب ہوئے۔ آپ نے کچھ دیر مراقبہ کیا اور پھر فرمایا کہ مغل چلے گئے۔ دریا کے کنارے پہنچ کر وہ منتشر ہو گئے۔ وجہ دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے فرشتوں کا لشکر بھیج دیا اور ان کو منتشر کر دیا۔[16]

○ آپ کا ایک مرید خانقاہ کے حجرہ میں عبادت میں مشغول تھا۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص اس سے حج کو جانے کے لئے کہتا ہے۔ وہ جب آپ کی خدمت میں آیا تو آپ نے اس کو دیکھتے ہی فرمایا کہ وہ خواب شیطان کی وجہ سے تھا۔ مشغولی سے محروم کرنا چاہتا ہے۔ حج اس پر فرض نہیں ہے، کیوں کہ وہ ایک فقیر ہے۔[17]

حواشی

1- سالک السالکین (جلد دوم) ص 527
2- سیر العارفین
3- سالک السالکین (جلد دوم) ص 527
4- سالک السالکین (جلد دوم) ص 528
5- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص 141
6- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص 141
7- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص 142
8- سالک السالکین (جلد دوم) ص 530
9- سالک السالکین (جلد دوم) ص 527
10- سالک السالکین (جلد دوم) ص 523
11- انوار غوثیہ
12- سالک السالکین (جلد دوم) ص 530
13- سالک السالکین (جلد دوم) ص 523
14- مجمع الاخبار
15- سالک السالکین (جلد دوم) ص 533
16- سالک السالکین (جلد دوم) ص 533
17- سالک السالکین (جلد دوم) ص 534

باب 18

حضرت مولانا فخرالدین مروزی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا فخرالدین مروزی در بحریقین ہیں۔ آپ بادشاہ عالم راز ہیں۔ مخلوق میں ممتاز ہیں۔

نام: آپ کا نام فخرالدین ہے۔

تعلیم و تربیت: آپ علوم ظاہری کی تکمیل سے فراغت پا کر علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ نے قرآن مجید حفظ کیا۔ علم تفسیر' حدیث اور فقہ حاصل کیا۔

ارادت: آپ حضرت محبوب الٰہی کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے اور آخری عمر میں غیاث پور میں سکونت اختیار کی۔ آپ کو حضرت محبوب الٰہی سے بے حد محبت اور عقیدت تھی۔ غیاث پور میں رہ کر حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں ہمہ تن مصروف رہے۔

حضرت محبوب الٰہی کا مکتوب: حضرت محبوب الٰہی نے آپ کو ایک خط میں محبت رب العالمین کے مضمرات و متعلقات سے آگاہ فرمایا تھا۔ حضرت محبوب الٰہی تحریر فرماتے ہیں کہ

"اتفاق اصحاب طریقت و ارباب حقیقت است کہ اہم مطلوب است و اعظم مقصود' از خلقت بشر محبت رب العالمین است و آں بردو نوع است محبت ذات و محبت صفات' محبت ذات از مواہب است و محبت صفات از مکاسب و ہرچہ از مواہب است کسب و عمل و بندہ رابداں تعلقے نیست و ہرچہ از مکاسب است جرت۔ و طریق اکتساب محبت و دام ذکر است مع تخلیہ القلب عما سواہ دایں را فراغ شرکا است و فراغ کا چہار چیزاست مانع۔ و ہرچہ مانع شرط است مع مشروط است خلق و دنیا و نفس و شیطان طریق دفع خلق عزلت و آں نزداست و طریق دفع دنیا

قناعت واست طریق دفع نفس و شیطاں التجا کردن بحق ساقہ فسالیہ"۔

ترجمہ: اصحاب طریقت و ارباب حقیقت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اہم مطلوب ہے و اعظم مقصود۔ خلقت بشر سے محبت رب العالمین ہے اور وہ دو طرح سے ہے۔ محبت ذات اور محبت صفات۔ محبت ذات مواہب سے ہے اور محبت صفات مکاسب سے ہے۔ جو مواہب سے ہے' اس کو بندے کے کسب و عمل سے کوئی تعلق نہیں اور جو مکاسب سے ہے' وہ اور محبت حاصل کرنے کا طریقہ ودام ذکر ہے' مع تخلیہ القلب عما سواہ۔ اور اس کے لئے فراغ کی ضرورت ہے اور فراغ کے چار چیزیں مانع ہیں' جو مانع شرط ہے مانع مشروط ہے' خلق اور دنیا اور نفس اور شیطان۔ خلق کو دفع کرنے کے طریقہ عزلت ہے اور وہ قریب ہے اور دنیا کو دفع کرنے کا طریقہ خداوند تعالیٰ سے التجا کرنا ہے۔

سیرت مبارک: آپ قرآن مجید کے حافظ تھے۔ قرآن مجید کی کتابت کر کے گزارہ کرتے تھے۔ نہایت بردبار' متوکل اور قانع تھے۔ ترک و تجرید میں خوشی پاتے تھے۔ جمال ورع اور کمال تقویٰ سے آراستہ تھے۔ صاحب کرامت تھے۔ آپ کی مردان غیب سے ملاقات تھی۔

وفات شریف: آپ نے 736ھ میں وصال فرمایا۔ آپ کا مزار پاک دہلی میں حضرت محبوب الٰہی کی درگاہ کے اندر چبوترہ یاراں میں واقع ہے۔

کرامات: ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ کو پیاس لگی۔ کوئی پاس نہیں تھا کہ جس سے پانی منگاتے۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک پیالہ پانی سے بھرا ہوا نمودار ہوا۔ آپ نے اس پیالے کو توڑ دیا اور کہا کہ کرامت کا پانی نہیں پئیں گے۔ جب آپ نے حضرت محبوب الٰہی سے اس کا ذکر کیا' حضرت محبوب الٰہی نے فرمایا کہ وہ پانی پینا چاہیے تھا۔[1]

ایک اور مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ کو کنگھی کی ضرورت ہوئی لیکن آپ کے پاس کوئی نہ تھا کہ کنگھی لا کر دے۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ دیوار میں سے ایک کنگھی برآمد ہوئی' آپ نے وہ کنگھی ہاتھ میں لی اور کرلی۔[2]

حواشی

1- سیر الاولیاء ص 298،299

2- ایضا

باب 19

حضرت خواجہ حسام الدین سوختہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ حسام الدین سوختہ شاہ ملک تفرید ہیں۔

خاندانی حالات: آپ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ہیں۔

والد: آپ حضرت خواجہ فخرالدین ابو الخیر کے صاحب زادے ہیں۔

نام: آپ کا نام آپ کے والد محترم نے اپنے گم شدہ بھائی حسام الدین کے نام پر رکھا تھا۔

اولاد: آپ کے دو صاحب زادے تھے' ایک خواجہ معین الدین خرد اور دوسرے شیخ قیام بابریال۔[1]

وفات: آپ نے 741ھ میں وصال فرمایا۔ مزار فیض آثار سانبھر میں مرجع خاص و عام ہے' آپ کا عرس ہر سال ہوتا ہے۔

سیرت پاک: آپ درویش دلریش تھے' آپ کے تصرفات باطنی درجہ کمال کو پہنچ گئے تھے' عشق الٰہی کے اسیر تھے' عبادات و مجاہدات میں بے نظیر تھے' حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہے تھے' صاحب کشف و کرامات تھے۔

حواشی

1- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص 251

باب 20

حضرت شیخ صدر الدین احمد طبیب دلہا رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ صدر الدین احمد طبیب دلہا نے حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کے سائے میں پرورش پائی۔

والد: آپ کے والد کا نام شیخ شہاب ہے' وہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے [1ص] وہ تجارت کرتے تھے' ان کے کوئی اولاد نہ تھی۔

پیدائش: آپ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی دعا سے پیدا ہوئے۔ آپ کے والد اور والدہ ضعیف ہو گئے تھے۔ ایک دن آپ کے والد نے حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا۔ حضرت محبوب الٰہی نے فرمایا کہ سماع کے وقت آنا۔ آپ کے والد جب سماع کے وقت حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت محبوب الٰہی نے عین حالت وجد میں اپنی پیٹھ ان کی پیٹھ سے ملا دی اور ان سے فرمایا کہ

"جا! خداوند تعالیٰ تجھ کو نیک فرزند عطا کرے گا"۔

اسی روز آپ کی والدہ ماجدہ حاملہ ہوئیں۔ آپ جب پیدا ہوئے تو آپ کے والد آپ کو حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں لائے۔ حضرت محبوب الٰہی نے آپ کو گود میں لیا اور اپنے جبہ مبارک سے ایک خرقہ اپنے ہاتھ سے تیار کیا اور آپ کو پہنایا۔

حضرت محبوب الٰہی کی ہدایت: حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو نصیر الدین چراغ دہلوی کے سپرد فرمایا اور ان کو تاکید کی کہ "یہ فرزند میرا ہے' اس کی تعلیم ظاہری اور تربیت باطنی میں ہرگز کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھنا"۔

تعلیم و تربیت: آپ نے حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کے سائے میں پرورش

پائی اور کاملین وقت ہوئے۔

بیعت و خلافت: آپ حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کے مرید اور خلیفہ تھے۔

وفات: آپ نے 759ھ میں وفات پائی۔ مزار دہلی میں ہے۔

خلفاء: آپ کے خلفاء حسب ذیل ہیں:

حضرت شیخ فتح اللہ اودھی اور حضرت شیخ احمد چشتی۔

سیرت: آپ دنیا سے بے نیاز تھے' ایک مرتبہ پریاں ایک پریزاد کے علاج کے واسطے آپ کو لے گئیں۔ پریزاد آپ کے علاج سے اچھا ہوا۔ پریوں نے ایک خط آپ کو دیا اور کہا شہر سے باہر فلاں کوچہ میں اس قسم کا ایک کتا ہے' یہ خط اس کتے کو دکھا دینا۔ آپ نے وہ خط لیا' کتا تلاش کیا' جب وہ خط اس کتے کو دکھایا تو وہ کتا اٹھا اور شہر سے باہر جا کر ایک جگہ پر کھڑا ہو گیا۔ اس مقام پر وہ کتا زمین کھودنے لگا۔ آپ اشارہ سمجھ گئے۔ آپ نے اس مقام سے خزانہ نکالا' اور راہ خدا میں لٹا دیا۔[2]

حواشی

1- سالک السالکین (جلد دوم) ص 423
2- سالک السالکین (جلد دوم) ص 534

باب 21

حضرت شیخ جلال الدین محمد کبیر الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ جلال الدین محمد کبیر الاولیاء شاہد بزم وصال ہیں۔

خاندانی حالات: آپ کا نسب نامہ پدری چند واسطوں سے امیر المومنین حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہے۔[1]

والد ماجد: آپ کے والد ماجد شیخ محمود امرائے پانی پت سے تھے۔

پیدائش: آپ کی پیدائش پانی پت میں واقع ہوئی۔

نام: آپ کا نام خواجہ محمد ہے۔

لقب: آپ اپنے پیرو مرشد کے عطا کردہ لقب "جلال الدین" سے مشہور ہیں۔

ایام طفولیت: بچپن ہی سے آثار بزرگی نمایاں تھے۔ آپ اور ہم عمر بچوں کی طرح کھیل کود میں دلچسپی نہیں لیتے تھے۔ ایام طفلی میں ہی آپ عشق الٰہی کے اسیر ہوئے اکثر ایسا ہوتا تھا کہ آپ جنگل میں تشریف لے جاتے تھے اور وہاں ذکر و فکر میں مشغول رہتے تھے۔[2] آپ کو حسن باطنی کے علاوہ حسن ظاہری بھی عطا ہوا تھا۔ کھاتے پیتے گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔ بے دریغ پیسہ خرچ کرتے تھے۔ آپ کا معیار رہائش اونچا تھا۔ آپ کا لباس اعلیٰ قسم کا ہوتا تھا۔ آپ لباس پر کافی پیسہ خرچ کرتے تھے۔

حضرت شیخ شرف الدین بو علی قلندر آپ کو بہت عزیز رکھتے تھے، بچپن ہی میں وہ آپ کو دیکھنے کے لئے روزانہ آپ کے گھر آیا کرتے تھے۔ آپ کے یتیم ہونے کے بعد آپ کی پرورش کا بار آپ کے چچا نے اپنے ذمے لیا۔[3]

آپ کے حق میں دعا: ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ آپ اپنے کھیت پر گئے ہوئے تھے۔

حضرت بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ آپ کے مکان پر تشریف لائے۔ معلوم ہوا کھیت پر گئے ہوئے ہیں۔ حضرت بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ بھی کھیت پر آپہنچے۔ آپ نے اپنے دامن میں غلہ بھر کر حضرت بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کو پیش کیا۔ حضرت بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت کیا کہ کیا ہے۔ آپ نے جواب دیا: "گھوڑے کے واسطے دانہ" انہوں نے آپ سے کہا کہ "گھوڑے سے پوچھو' اگر وہ بھوکا ہو اور وہ دانہ مانگتا ہو تو اس کو دو"

آپ نے گھوڑے سے پوچھا آپ کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ گھوڑا گویا ہوا۔ گھوڑے نے عرض کیا۔ "میرا پیٹ بھرا ہے' حضرت مخدوم مجھ کو دانہ کھلا کر مجھ پر سوار ہوئے تھے"۔ دانہ لئے آپ کھڑے رہے۔

حضرت بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے خوش ہو کر آپ سے فرمایا[4] "یہ غلہ میں نے تجھ کو بخشا اور میں نے خدائے عزوجل سے دعا مانگی ہے کہ جس قدر یہ غلہ ہے' اس کے ہر دانہ کی برابر تجھ کو اولاد و امجاد نصیب ہو"۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

سیرو سیاحت: ایک دن کا واقعہ ہے کہ حضرت مخدوم بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ ایک عام گزر گاہ پر رونق افروز تھے۔ آپ گھوڑے پر سوار وہاں سے گزرے۔ حضرت بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے جب آپ کو گھوڑے پر سوار دیکھا تو فرمایا[5]

"زہے اسپ وزہے سوار"۔

(کیسا خوش قسمت گھوڑا' اور کیسا خوش قسمت سوار ہے)۔

یہ سن کر آپ پر وجدانی کیفیت طاری ہوئی۔ گھوڑے سے فوراً اترے۔ گریبان چاک کر کے جنگل کی راہ لی۔ چالیس سال آپ نے سفر میں گزارے۔ بہت سے درویشوں سے ملے اور ان کے فیوض و برکات سے مستفید ہوئے' دو حج کئے۔[6]

بیعت و خلافت: سیرو سیاحت سے واپس آکر آپ حضرت شمس الدین ترک پانی پتی کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ حضرت بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونا چاہتے تھے' آپ ان سے جب بیعت سے مشرف کرنے کے لئے عرض کرتے تو وہ فرماتے کہ جلدی نہ کرو' ٹھہرو' تمہارے پیر آنے والے ہیں۔

ایک دن حضرت شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ اپنے حجرے کے دروازے پر رونق افروز تھے۔ مرید و معتقد حاضر خدمت تھے۔ آپ لباس فاخرہ پہنے گھوڑے پر سوار ان کے سامنے سے نکلے' انہوں نے آپ کو دیکھتے ہی حاضرین سے فرمایا

"اپنی نعمت اس لڑکے کی پیشانی میں تاباں دیکھتا ہوں"۔

ان کا یہ فرمانا تھا کہ آپ کی نظران پر پڑی۔ نظر کا پڑنا تھا کہ آپ بے اختیار ہو گئے۔ گھوڑے سے اترے اور سرنیاز ان کے قدموں پر رکھا' انہوں نے اپنے دست مبارک سے آپ کا سر اٹھایا اور آپ کو حکم دیا کہ "گھوڑے پر سوار ہو اور گھوڑے کو پھیرو"۔ آپ حکم بجا لائے۔

حضرت شمس الدین ترک نے اسی وقت آپ کو بیعت سے مشرف فرمایا اور کلاہ چرمی جو اس وقت پہنے ہوئے تھے اتار کر اپنے ہاتھ سے آپ کے سر پر رکھی اور فرمایا:

"ترا ایں ہم دادم و آں ہم دادم"۔

(میں نے تجھ کو یہ بھی دیا اور وہ بھی دیا)۔

آپ کے پیر روشن ضمیر حضرت شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ نے آخر عمر میں آپ کو خرقہ خلافت سے سرفراز فرمایا اور جانشینی کا شرف بخشا۔

سلطان فیروز شاہ کی باریابی: سلطان فیروز شاہ کو جب حضرت مخدوم جہانیاں جہان گشت کی زبانی یہ معلوم ہوا کہ آپ بقوت روحانی دہلی تشریف لائے اور ان کی صحبت کے لئے دعا فرمائی' اور آپ نے اپنی عمر کے چند سال ان کو عطا فرمائے اور آپ کی دعا سے وہ اچھے ہوئے اور پھر بقوت روحانی آپ پانی پت تشریف لے گئے تو اس نے خوش ہو کر کہا۔[7]

"زہے طالع من کہ در عہد ما ایں چنیں اولیائے عظام ہستند"۔

سلطان فیروز شاہ کو آپ کی قدم بوسی کا اشتیاق پانی پت لایا۔ وہ پانی پت پہنچ کر آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور گلہائے عقیدت پیش کئے۔ اس کا پیش کردہ نذرانہ قبول کرنے سے آپ نے انکار فرمایا۔

شادی و اولاد: آپ نے اپنے پیرو مرشد کے حکم سے شادی کی۔ آپ کے پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ لڑکوں کے نام ذیل میں دئے جاتے ہیں۔[8]

حضرت خواجہ عبدالقادر' خواجہ ابراہیم' خواجہ شبلی' خواجہ کریم الدین' خواجہ عبدالواحد۔ آپ کی لڑکیوں کی شادی کرنال کے شیخ زادوں میں ہوئی۔

وفات شریف: آپ نے 13' ربیع الاول 765ھ کو انتقال فرمایا۔ مزار پر انوار پانی

پت میں زیارت گاہ خاص و عام ہے' آپ کی عمر (170) ایک سو ستر سال سے زیادہ ہوئی۔ 9

خلفاء : آپ کی وفات کے بعد خواجہ ابراہیم سجادہ نشین ہوئے۔ انہوں نے اپنی خوشی سے خواجہ شبلی کو اپنے بجائے سجادہ نشین مقرر کیا۔ آپ کے چالیس خلفاء ہیں۔ آپ کے مشہور خلفاء حسب ذیل ہیں۔ 10

خواجہ عبدالقادر' خواجہ ابراہیم' خواجہ شبلی' خواجہ کریم الدین' خواجہ عبدالواحد' شیخ زینا' شیخ احمد قلندر' شیخ عبدالحق ردولوی' شیخ بہرام۔

سیرت پاک : آپ مادر زاد ولی تھے۔ سماع سنتے تھے۔ شکار کا شوق تھا۔ لنگر آپ کا عام تھا۔ ایک ہزار آدمی روزانہ آپ کے یہاں کھانا کھاتے تھے۔ آپ کو جلال بہت تھا۔ آپ جو فرماتے' وہی اور ویسا ہوتا۔ اعراس میں شریک ہوتے تھے اور خود بھی عرس کرتے تھے۔ جس پر آپ کی نظر پڑتی' وہ ولی ہو جاتا۔ آپ کے فیض کا چشمہ جاری تھا۔ یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر کی کمائی حضرت شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء نے لٹائی۔

آپ صاحب کشف و کرامات و صاحب مقامات جلیلہ تھے۔ آخری عمر میں آپ کے استغراق کا یہ حال تھا کہ نماز کے وقت آپ کے کان میں تین مرتبہ حق' حق' حق کہا جاتا' تب آپ کو ہوش ہوتا اور نماز ادا کرتے۔ آپ علم شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت میں عدیم العدیل تھے۔

علمی ذوق : آپ کی کتاب "زاد الابرار" آپ کے علمی ذوق کی آئینہ دار ہے۔ {11 ص

انکشاف حقیقت : سلطان فیروز شاہ نے جب وہ آپ کی قدم بوسی سے پانی پت میں مشرف ہوا' آپ سے پوچھا

"یا شیخ! شما خدائے عزوجل را دیدہ اید"۔

(اے شیخ! کیا تم نے خدائے عزوجل کو دیکھا ہے)۔

آپ نے جواب دیا

"دیدن حق سبحان تعالٰی بدیں چشم سربہ امر شرع شریف محالست و لیکن سایہ حق تعالٰی را دیدہ ام"۔

(دیکھنا حق سبحان تعالیٰ کا اس چشم سر بہ امر شرع شریف محال ہے' لیکن میں نے سایہ حق تعالیٰ کو دیکھا ہے)۔

کشف و کرامات: آپ کو بنور باطن حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی بیماری کا علم ہوا' آپ بقوت روحانی ایک ساعت میں دہلی پہنچے' مخدوم جہانیاں کو حالت نزع میں پایا' آپ نے ان کی صحت کے لئے دعا فرمائی اور اپنی عمر کے چند سال ان کو دے کر اسی طرح ایک ساعت میں پانی پت واپس تشریف لائے۔

ایک مرتبہ آپ کا گزر ایک گاؤں سے ہوا' آپ نے دیکھا کہ گاؤں والے اپنا سامان لئے ہوئے جاتے ہیں۔ آپ نے وجہ پوچھی' انہوں نے عرض کیا کہ گاؤں میں ژالہ زدگی کی وجہ سے فصل خراب ہو گئی ہے' لگان ادا کرنے سے قاصر ہیں' حاکم سخت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر اس گاؤں کو ہمارے ہاتھ فروخت کرو اور ہمارے نام پر اس کا نام جلال آباد رکھو تو تمہارا لگان بھی ادا ہو جائے اور تم کو اچھی خاصی رقم بچ جائے۔ وہ لوگ راضی ہو گئے۔

آپ نے ان لوگوں سے لوہا اور لوہے کا سامان لانے کو فرمایا اور لکڑی جمع کرنے کی تاکید فرمائی۔ ان لوگوں نے حکم کی تعمیل کی۔ پھر آپ نے لکڑی کے جلانے اور لوہا اس میں ڈالنے کی ہدایت فرمائی۔ آپ نے یہ بھی تاکید فرمائی کہ صبح کو آکر دیکھیں کہ کیا ہوا۔ اسی رات کو آپ اس گاؤں سے چل دیئے۔ صبح کو جب گاؤں والے وہاں گئے تو ان کو دیکھ کر حیرت ہوئی کہ سارا لوہا زر خالص تھا۔ انہوں نے لگان ادا کیا' باقی روپیہ اپنے خرچ میں لائے اور اس گاؤں کا نام "جلال آباد" رکھا۔

ایک دن آپ دریا کے کنارے تشریف لے گئے۔ وہاں ایک جوگی آنکھیں بند کئے بیٹھا تھا۔ آپ کے وہاں پہنچنے پر جوگی نے آنکھیں کھولیں اور آپ کو سنگ پارس دیا۔ آپ نے اس پتھر کو دریا میں پھینک دیا۔ جوگی خفا ہوا۔ آپ نے جوگی سے فرمایا کہ دریا میں جاکر اپنا پتھر لے آئے۔ لیکن اس کے علاوہ اور کوئی پتھر نہ لے۔ جب جوگی دریا میں گیا تو اس نے وہاں ہزاروں اس قسم کے پتھر پائے۔ اس نے اپنے پتھر کے علاوہ ایک اور پتھر اٹھایا اور باہر آیا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ وہ دوسرا پتھر کیوں چھپا کر لایا اس نے دونوں پتھر آپ کے سامنے رکھ دیئے اور آپ کا مرید ہوا۔

آپ کی دعا سے حضرت جمال الدین ہانسوی کا سلسلہ جاری ہوا۔

ایک کیمیاگر آپ کے ایک صاحب زادے کے پاس آیا اور ان کا فقر و فاقہ دیکھ کر ان کو کیمیا سکھانے کا وعدہ کیا۔ انہوں نے آپ سے ذکر کیا۔ آپ نے حجرے کی دیوار پر تھوکا، حجرہ سونے کا ہو گیا۔ آپ نے اپنے صاحب زادے سے فرمایا کہ کیمیائے سعادت سیکھنا بہتر ہے۔[12]

حواشی

1- سیر الاقطاب (فارسی) ص 197

2- سیر الاقطاب (فارسی) ص 198

3- سیر الاقطاب (فارسی) ص 197

4- سیر الاقطاب (فارسی) ص 201

5- سیر الاقطاب (فارسی) ص 208

6- سیر الاقطاب (فارسی) ص 199

7- سیر الاقطاب (فارسی) ص 211

8- سیر الاقطاب (فارسی) ص 207،208

9- سیر الاقطاب (فارسی) ص 198

10- سیر الاقطاب (فارسی) ص 198

11- سیر الاقطاب (فارسی) ص 198

12- سیر الاقطاب (فارسی) ص 209

باب 22

حضرت سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید جلال الدین بخاری سیاح بادیہ تجری9 و تفرید ہیں۔

خاندانی حالات: آپ سادات حسینی سے ہیں۔ بخارا کے ایک معزز خاندان سے تھے۔

آپ کے دادا شیخ جلال الدین سرخ بخاری اپنے وطن بخارا سے ہجرت کر کے ملتان آئے۔ حضرت بہاء الدین زکریh رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوئے اور ان ہی سے خرقہ خلافت پایا' اپنے پیرو مرشد کے حکم سے اوچہ میں سکونت اختیار کی۔ ان کے تین لڑکے تھے' سب سے بڑے لڑکے کا نام سید احمد کبیر ہے۔ دوسرے لڑکے کا نام سید بہاء الدین ہے۔ ان کے سب سے چھوٹے لڑکے سید صدر الدین المعروف بہ محمد غوث ہیں۔

والد: آپ کے والد ماجد کا نام سید احمد کبیر ہے۔

ولادت: آپ کی ولادت باسعادت اوچہ میں 15' شعبان 707ھ کو واقع ہوئی۔[1]

نام: آپ کا نام سید جلال الدین حسین ہے۔

کنیت: آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔

لقب: آپ کا لقب "مخدوم جہانیاں جہاں گشت" ہے' بعض آپ کو "مخدوم جہانیاں" کے لقب سے پکارتے ہیں۔

لقب کی وجہ تسمیہ: ایک سال عید کی رات کو آپ حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر یاد الٰہی میں مشغول رہے۔ پھر صدر الدین عارف اور حضرت رکن الدین ابو الفتح کے مزارات پر حاضر ہوئے۔ ہر جگہ عیدی مانگی' ہر جگہ سے

آپ کو "مخدوم جہانیاں" کا خطاب عطا ہوا،[2] اسی خطاب سے آپ مشہور ہوئے۔

بچپن کا ایک واقعہ: آپ کے والد ماجد آپ کو حضرت شیخ صدر الدین عارف کے خلیفہ شیخ جمال الدین خنداں اوچی کی خدمت بابرکت میں لے گئے اور آپ کو دست بوس کرایا۔ اس وقت آپ کی عمر سات سال کی تھی۔ حضرت شیخ جمال الدین خنداں کے سامنے چھواروں کا ایک خوان آیا۔ اس میں سے کچھ چھوارے آپ کو بھی دیئے گئے۔ آپ نے وہ چھوارے مع گٹھلیوں کے کھا لئے، حضرت شیخ جمال الدین خنداں نے جب آپ سے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے جواب دیا۔

"اس میں بھی برکت ہے اور پھینکنا بے ادبی ہے"۔

یہ سن کر حضرت شیخ جمال الدین خنداں خوش ہوئے اور آپ کو دعائیں دیں۔

تعلیم و تربیت: آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت اوچہ میں ہوئی۔ علامہ قاضی بہاء الدین آپ کے استاد تھے۔ قاضی صاحب کے انتقال کے بعد ہدایہ و بزدوی ختم کرنے اور مزید تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے آپ اوچہ سے ملتان آئے۔

شیخ موسیٰ اور مولانا مجد الدین ایسے شفیق استاد ملے۔ آپ نے ہدایہ اور بزدوی جلدی ہی ختم کی۔ بعد ازاں مدینہ جاکر مزید تعلیم حاصل کی۔ ملتان میں آپ شیخ رکن الدین ابو الفتح کی اجازت سے مدرسے میں رہتے تھے۔

واپسی: آپ کے والد ماجد اور شیخ جمال الدین خنداں میں کچھ کشیدگی پیدا ہو گئی تھی۔ جب حضرت شیخ رکن ابو الفتح رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے آپ کو اپنی خاص کشتی پر سوار کرا کے اوچہ بھجوایا اور آپ کے والد کو آپ نے حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح رحمۃ اللہ علیہ کا یہ پیغام اپنے والد ماجد کو پہنچایا، آپ کے والد اسی وقت حضرت شیخ جمال الدین خنداں کے پاس گئے اور ان سے بغل گیر ہوئے۔

سیرو سیاحت: آپ نے بہت سیرو سیاحت فرمائی، تین سو سے زیادہ بزرگوں سے ملے اور ان سے فیوض و برکات حاصل کئے۔ کئی سال مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں رہے۔ عرب، عراق اور شام، مصر، بلخ، خراسان وغیرہ کی سیرو سیاحت فرمائی۔

آپ کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ[3]

"آپ جب کبھی کسی سے معانقہ فرماتے تو جو نعمت اس کے پاس ہوتی، اسی

وقت جذب کر لیتے، یعنی آپ اس قدر توجہ اور خدمت سے کام لیتے کہ وہ شخص بے اختیار ہو کر آپ کو اپنی ہر نعمت دے دیتا"۔

بیعت و خلافت: آپ اپنے والد ماجد سے سلسلہ سہروردی میں بیعت ہوئے۔ پھر آپ نے اپنے چچا حضرت سید صدر الدین المعروف بہ محمد غوث سے خرقہ پہنا۔ حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح رحمۃ اللہ علیہ سے بھی آپ نے خرقہ خلافت پہنا۔

آپ نے چودہ خانوادوں میں بیعت اور خلافت حاصل کی۔[4]

آپ خود فرماتے ہیں کہ آپ نے خرقہ سیادت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پہنا کہ جو خرقہ ان (حضرت علی کرم اللہ وجہہ) کو سرور عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا تھا۔

حضرت شیخ بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا خرقہ اپنے والد سید احمد کبیر سے پہنا"۔

آپ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح رحمۃ اللہ علیہ سے خرقہ عالم خواب میں پہنا اور بیدار ہونے کے بعد وہ سر پر پایا۔

حضرت نظام الدین اولیاء سے عالم خواب میں پہنا جو بیدار ہونے کے بعد سر پر پایا۔

حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت شیخ قوام الدین سے،
حضرت قطب الدین منور سے،
حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی سے،
شیخ مکہ امام عبد اللہ یافعی سے،
شیخ مدینہ حضرت عبد اللہ المطری سے،
قطب عدن حضرت فقنیمہ بصال سے،
شیخ اسحاق کازرونی سے،
شیخ امین الدین سے،
شیخ امین الدین، بھائی شیخ امام الدین سے،
شیخ حمید الدین سے،
حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ شیخ شرف الدین محمود شاہ تشتری سے،
سید احمد رفاعی سے،

شیخ نجم الدین صنعانی سے'
حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ سے'
حضرت خضر سے'
حضرت احد الدین حسنی سے'
حضرت شیخ نور الدین سے'[5]

ملازمت: سلطان محمد تغلق شاہ کے عہد میں آپ کو منصب شیخ الاسلامی و مسند خانقاہ محمدی پیش کیا گیا۔ آپ نے عہدہ قبول فرمایا۔ کچھ عرصے تک منصب شیخ الاسلامی و مسند خانقاہ محمدی پر سیوستان اور اس کے مضافات میں فائز رہ کر اپنے فرائض بحسن و خوبی انجام دیتے رہے۔

حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے ملازمت سے مستعفی ہو گئے'

سفر: ملازمت سے مستعفی ہو کر آپ مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے کہا۔[6]

"السلام علیک یا جدی"۔
وہاں سے آپ کو جواب ملا:
"وعلیک السلام یا ولدی"۔

شیخ عفیف الدین عبداللہ المطری سے آپ نے کلاہ ارادت اور خرقہ خلافت حاصل کیا اور ان سے "عوارف" اور دیگر کتابیں پڑھیں۔ جب آپ تہجد سے فارغ ہوتے تو شیخ عبداللہ المطری تشریف لاتے' ان کے ایک ہاتھ میں کھانا ہوتا اور دوسرے ہاتھ میں چراغ' وہ آپ کو "صحاح" "عوارف" اور "رسائل سلوک" کا سبق دیتے۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ امام غیر حاضر تھا' آپ نے امامت کی۔

آپ بپاس ادب اس جگہ سے جہاں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے تھے۔ ایک صف پیچھے کھڑے ہوئے' شیخ عبداللہ المطری آپ کی اس بات سے بہت خوش ہوئے۔

مکہ میں آمد: مدینہ منورہ سے آپ مکہ معظمہ آکر امام عبداللہ یافعی کی خدمت

میں حاضر ہوئے اور ان سے تربیت حاصل کر کے کامیاب و کامران ہوئے۔

واپسی: چھ سال مدینہ اور مکہ میں رہ کر 752ھ میں وطن واپس ہوئے۔[7] اس سفر میں آپ سید صدر الدین کماش اور شیخ حمید الدین بن محمود الحسنی سمرقندی سے بھی ملے اور ان سے فیوض و برکات حاصل کیے۔[8]

واپسی پر آپ حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور ان سے خرقہ خلافت پایا۔

سلطان فیروز کی باریابی: سلطان فیروز تغلق آپ کا معتقد و منقاد تھا۔ اس کے عہد حکومت میں آپ کئی دفعہ اوچہ سے دہلی تشریف لائے۔[9]

شادی: آپ نے شادی کی تھی۔

وفات: کچھ روز بیمار رہ کر 10' ذی الحجہ 788ھ کو آپ رحمت حق میں پیوست ہوئے۔[10]

خلفاء: آپ کے ممتاز خلفاء حسب ذیل ہیں

قاضی عبدالمالک المعروف بہ شاہ اجل اور سید صدر الدین المعروف بہ راجو قتال جو آپ کے چھوٹے بھائی ہیں۔

سیرت: آپ ترک و تجرید' عبادت' ریاضت اور مجاہدہ میں ممتاز تھے۔ دن و رات میں پانسو رکعت نماز پڑھنا آپ کا معمول تھا۔ آپ ساتوں قرات کے قاری تھے۔ آخری عمر میں بھی سو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ ذکر جہر بہت کرتے تھے۔ لباس آپ کا معمولی تھا۔ سماع سنتے تھے۔ بعض کہتے' ہیں کہ سماع نہیں سنتے تھے۔[11]

آپ جس بزرگ سے ملتے' اس سے فیض پانے کی کوشش کرتے۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ شیخ رکن الدین ابو الفتح رحمۃ اللہ علیہ دہلیز سے نیچے اتر رہے تھے' آپ نیچے لیٹ گئے' تاکہ وہ اتر جائیں۔ حضرت رکن الدین ابو الفتح رحمۃ اللہ علیہ اس بات سے بہت خوش ہوئے' انہوں نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور اپنا سینہ آپ کے سینے سے ملایا۔[12]

ایک دن شیخ رکن الدین ابو الفتح رحمۃ اللہ علیہ غسل کر رہے تھے' پانی نیچے گر رہا تھا' آپ اس غسل کے پانی سے نہائے۔ حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح رحمۃ اللہ علیہ کو جب

یہ معلوم ہوا تو آپ کو نعمت خاص سے سرفراز فرمایا۔[13]

انکساری: آپ میں انکساری اس درجہ تھی کہ ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھتے تھے' آپ فرماتے تھے کہ عمامہ خاص مردوں کے لئے ہے اور میں مرد نہیں ہوں۔

تحمل: آپ جب کسی کو مرید کرتے تو فرماتے کہ "میں صرف وکیل ہوں"۔ آپ کے تحمل اور بردباری کا یہ حال تھا کہ سلطان فیروز کے وزیر خان جہاں کے پاس جس نے ایک محرر کے بیٹے کو قید کر دیا تھا' انیس بار سفارش کرنے تشریف لے گئے۔ خان جہاں آپ سے نہیں ملا۔ بیسویں بار جب آپ تشریف لے گئے تو خان جہاں نے آپ سے کہلا بھیجا کہ

"اے سید تم کو غیرت نہیں آتی"۔

آپ نے وزیر سے کہلا بھیجا کہ

"اے عزیز! میں جتنی بار آتا ہوں' مجھ کو ثواب ملتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ مظلوم کو تیرے ہاتھ سے چھڑاؤں' تاکہ تو بھی درجہ ثواب کو پہنچے"۔

خان جہاں پر اس کا بہت اثر پڑا۔ وہ ننگے سر' گلے میں رسی ڈالے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ معافی کا خواستگار ہوا' مرید ہوا' محرر کے بیٹے کو خلعت اور گھوڑا دے کر رہا کر دیا۔ آپ کو نذرانہ پیش کیا' آپ نے وہ نذرانہ محرر کے بیٹے کو دے دیا۔[14]

تعلیمات: آپ کی بعض تعلیمات حسب ذیل ہیں۔

خرقہ: آپ فرماتے ہیں۔

"خرقہ دو طرح کا ہے۔ خرقہ تصوف اور خرقہ تشبہ۔ خرقہ تصوف خرقہ صحبت ہے اور خرقہ تشبہ خرقہ تبرک کو کہتے ہیں' اس میں صحبت کی شرط نہیں۔

صبر: آپ فرماتے ہیں۔

"صبر تین طرح پر ہے۔ صبر عام' صبر خاص' صبر اخص الخاص۔ صبر عام یہ ہے کہ ناپسندیدہ بات پر باوجود دشوار معلوم ہونے کے اپنے نفس کو روکے۔ صبر خاص یہ ہے کہ کڑوی چیزوں کو بغیر ترش روئی کے پیئے۔ صبر اخص الخاص یہ ہے کہ بلا سے لذت حاصل کرے"۔

تقویٰ: آپ فرماتے ہیں۔

"تقویٰ تین طرح پر ہے۔ عام' خاص' خاص الخاص' عام یہ ہے کہ کفرو گناہ اور بدعتوں سے پرہیز کرے۔ خاص یہ ہے کہ مالایعنی جو چیز کہ نفع نہ دے' نہ نقصان پہنچائے' اس سے بھی پرہیز کرے۔ مثلاً مباحات کی قسم سے اور خاص الخاص یہ ہے کہ ماسوائے اللہ سے پرہیز کرے"۔

مشیخیت: آپ فرماتے ہیں۔

"مشیخیت کے لئے تین شرطیں ہیں۔ اگر یہ تینوں نہ ہوں تو مشیخیت درست نہیں۔ اول شرط یہ ہے کہ وہ تین علم یعنی شریعت' و حقیقت کا عالم ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ اس زمانے کے علماء اس کو قبول کریں اور اس کے معتقد مرید ہوں۔

تیسری شرط یہ ہے کہ اس کو سوائے حق تعالیٰ کے اور کوئی طلب نہ ہو۔

شریعت' طریقت' حقیقت: آپ فرماتے ہیں۔

"شارع چلنے والا ہے آداب و احکام شریعت میں' اور طارق چلنے والا ہے آداب سر حقیقت میں۔ کپڑے کا نگاہ رکھنا لوث نجاست سے اور جسم کا معصیت سے شریعت ہے' اور دل کا نگاہ رکھنا کدورت بشریت سے طریقت ہے۔ اور جسم کا معصیت سے شریعت ہے' اور دل کا نگاہ رکھا کدورت بشریت سے طریقت ہے۔ اور خاطر نگاہ رکھنا غیر خدائے عزوجل سے حقیقت ہے۔ مونہہ قبلہ کی طرف لانا شریعت ہے' اور دل حق تعالیٰ کی طرف لانا طریقت' اور اس میں ملازم رہنا حقیقت ہے۔

اقوال:

- اعتبار خرقہ حاصل کرنے کا نہیں ہے' پیر کی صحبت کا ہے۔
- سالک کو ایسا مشغول ہونا چاہیے کہ اس کا وظیفہ خلا و ملا و جمع و تنہائی میں ترک نہ ہو۔
- خلق کو مثل جماد کے جانے' خلق کی وجہ سے عمل و وظیفہ کو ترک نہ کرے۔
- سالک کو چاہیے کہ غیر حق کو دل میں جگہ نہ دے۔

- جو عمل دنیا میں پھل نہ دے' اس کا حصہ عقبیٰ میں نہ ہو گا۔
- درویش بشرط پیروی قول و فعل و حال اپنے پیغمبر کے ولی ہوتا ہے۔
- اگر مخالفت ہے تو ولی نہیں۔
- مراقبہ یہ ہے کہ ہمیشہ اس بات کو جانے کی حق تعالیٰ مجھ پر مطلع ہے اور مجھ کو دیکھتا ہے نہ یہ کہ سر کو زانو پر رکھ کر بیٹھا رہے۔
- جاہل صوفیوں سے دور رہو' کیوں کہ وہ دین کے چور اور مسلمانوں کے رہزن ہیں۔
- علم لدنی کے لئے تقویٰ شرط ہے' جیسے کہ نماز کے لئے وضو۔
- طالب کو چاہیے کہ خلوت اختیار کرے' تاکہ تفرقہ اس کا جمع ہو جائے۔
- مومن پر واجب ہے کہ پہلے علم حاصل کرے' بعد اس کے عمل میں مشغول ہو۔
- جب تک انقطاع خلائق نہ ہو گا' فتح یاب نہ ہو گا۔
- اولیاء اللہ کسی آدمی یا کسی چیز سے نہیں ڈرتے' مگر حق تعالیٰ سے۔
- ہر سانس کہ گزرتی ہے ملک دو جہاں کی قیمت رکھتی ہے۔
- جب سالک کے نزدیک مدح و قدح خلق مساوی نہ ہو جائیں' کامل نہیں ہوتا۔
- شارع نے شرع میں دو چیزیں رکھی ہیں۔ رخصت و عزیمت۔ رخصت میں ایک اجر ہے اور عزیمت میں کہ وہ ہمت ہے' دو اجر ہیں۔
- ذکر کے واسطے خلوت بہتر ہے۔

بہترین اعمال تین ہیں۔

- علائق کا قطع کرنا'
- دقائق کا نگاہ رکھنا'
- حقائق کا دریافت کرنا'

جس میں یہ تین خصلتیں موجود ہوں' وہ صوفی ہے۔

ورد و وظیفہ: آپ فرماتے ہیں کہ:

"یاحیی یاقیوم اسم اعظم ہے"۔

کشف و کرامات: ایک دن آپ نماز چاشت میں مشغول تھے' آپ کا چھوٹا لڑکا

جس کی عمر چار سال تھی' آپ کے مصلے کے نزدیک کھیل رہا تھا۔ بچے کے کھیلنے کی وجہ سے آپ کو نماز میں یک سوئی حاصل نہ ہوئی' نماز سے فارغ ہو کر آپ نے سید شمس الدین سے فرمایا"

"مجھے اس لڑکے کا زندہ رہنا مشکل نظر آتا ہے' کیوں کہ عین نماز میں میری طبیعت اس کی طرف مائل تھی"۔

ظہر کے وقت اس لڑکے کو بخار ہوا اور اسی رات اس کا انتقال ہو گیا۔

دہلی میں بارش نہ ہونے کی وجہ سے لوگ پریشان تھے۔ آپ سے دعا کے طالب ہوئے۔ آپ نے دعا کی۔ اتنی بارش ہوئی کہ لوگوں نے عاجز ہو کر بارش کے بند ہونے کی آپ سے دعا کرائی' آپ نے دعا کی اور بارش رک گئی۔[15]

ایک سال ماہ رمضان میں آپ نے اوچہ کی جامع مسجد میں اعتکاف فرمایا۔ ایک دن اوچہ کا حاکم جس کا نام سومرہ تھا' جامع مسجد میں آیا۔ آپ کے پاس بہت لوگ جمع ہو گئے' اس نے سب کو جامع مسجد سے باہر نکال دیا۔ آپ کو یہ بات ناگوار گزری' آپ نے سومرہ سے فرمایا کہ

"اے سومرہ! کیا تو دیوانہ ہو گیا ہے کہ درویشوں کو تنگ کرتا ہے"۔

آپ کا یہ فرمانا تھا کہ سومرہ دیوانہ ہو گیا۔ سومرہ کی ماں اس کو آپ کے پاس لائی اور آپ سے معافی کی خواستگار ہوئی۔ آپ نے اس کو ہدایت فرمائی کہ سومرہ کو غسل دے کر اور کپڑے پہنا کر حضرت جمال الدین خنداں کے مزار پر لے جائے۔ اور پھر آپ کے پاس لائے۔

اس کی ماں نے ایسا ہی کیا۔ سومرہ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے آپ سے اور درویشوں سے معذرت چاہی۔ معافی کا خواستگار ہوا۔ اپنا سر آپ کے قدموں پر رکھا۔ آپ کی دعا سے وہ بالکل اچھا ہو گیا۔[16]

حواشی

1- سالک السالکین (جلد دوم) ص 425، اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص 498
2- سیر العارفین سالک السالکین (جلد دوم) ص 427
3- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص 296
4- سالک السالکین (جلد دوم) ص 426
5- سالک السالکین (جلد دوم) ص 426
6- سیر العارفین
7- سالک السالکین (جلد دوم) ص 429، 432
8- سالک السالکین ص 431
9- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص 97
10- سالک السالکین (جلد دوم) ص 426
11- سالک السالکین (جلد دوم) ص 435
12- سیر العارفین
13- سالک السالکین (جلد دوم) ص 428، 429
14- سالک السالکین (جلد دوم) ص 434
15- تاریخ فرشتہ (فارسی) ص 416
16- سالک السالکین (جلد دوم) ص 436

حصہ چہارم

پسند را ایں کہ مہرت از دل عاشق رود ہرگز
چو خیزد مبتلا خیزد چو میرد مبتلا میرد

باب 23

حضرت میر سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت میر سید اشرف جہانگیر سمنانی قدوۃ الاخیار ہیں۔

خاندانی حالات: آپ سمنان کے شاہی خاندان سے تھے۔

والد: آپ کے والد سلطان ابراہیم سمنان کے بادشاہ تھے۔

والدہ: آپ کی والدہ ماجدہ کا نام خدیجہ بیگم تھا۔

بہن: آپ کی ایک بہن تھیں۔

ولادت کی پشین گوئی: آپ کی ولادت سے قبل حضرت خواجہ احمد بسوی کی روح پاک نے آپ کی والدہ ماجدہ کو مطلع کیا تھا کہ گھر ایک لڑکا پیدا ہو گا' جو اپنے نور ولایت سے دنیا کو روشن کرے گا۔

ولادت مبارک: آپ نے 688ھ میں اس عالم کو روشنی بخشی۔

نام: آپ کا نام سید اشرف ہے۔

لقب: آپ اپنے پیرو مرشد کے عطا کردہ لقب "جہانگیر" سے پکارتے جاتے ہیں۔[1]

تعلیم و تربیت: آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت آپ کے والد ماجد کے سایہ عاطفت میں ہوئی۔ آپ نے سات سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کیا اور ساتھ قرات بھی سیکھی۔ پھر علوم ظاہری کی طرف توجہ فرمائی۔ چودہ سال کی عمر میں تحصیل علوم ظاہری سے فراغت پائی۔

والد کا وصال: ابھی آپ علوم ظاہری سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ آپ کے والد

ماجد نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

تخت نشینی: والد کے انتقال کے بعد آپ تخت پر بیٹھے۔ اور عنان حکومت سنبھالی۔

بشارت: آپ حضرت اویس کرخی کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے۔ انہوں نے ذکر اویسیہ آپ کو تعلیم فرمایا۔ آپ اس ذکر میں مشغول ہوئے۔ ایک دن حضرت خضر علیہ السلام نے تشریف لا کر آپ سے فرمایا کہ "اگر خدا کی طلب ہے تو دنیا کو چھوڑ۔ ہندوستان جا اور شیخ علاوء الدین بنگالی سے اپنا حصہ لے"۔

تخت سے دست برادری: حضرت خضر علیہ السلام کی نصیحت آپ کی زندگی میں کایا پلٹ کا باعث ہوئی۔ آپ تاج و تخت سے دست بردار ہوئے۔ عنان حکومت سلطان محمود کے سپرد فرمائی اور اپنی والدہ ماجدہ سے اجازت لے کر ہندوستان روانہ ہوئے۔

ہندوستان میں آمد: اوچ پہنچ کر حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے روحانی فیوض و برکات سے مستفید و مستفیض ہوئے، پھر دہلی سے بنگال روانہ ہوئے۔

بیعت و خلافت: حضرت شیخ علاؤ الدین بنگالی نے آپ کا شان دار استقبال کیا۔ آپ کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا۔ اپنے حلقہ ارادت میں آپ کو داخل کیا۔[2] "جہاں گیر" کے لقب سے آپ کو ممتاز کیا اور خرقہ خلافت سے سرفراز کیا۔

پیرو مرشد کی ہدایت: آپ کے پیرو مرشد حضرت علاؤ الدین بنگالی بن اسعدی لاہوری نے آپ کو جونپور جانے کی ہدایت فرمائی۔ آپ نے اپنے پیرو مرشد سے عرض کیا کہ جونپور میں تو شیخ حاجی چراغ ہند سہروردی مقیم ہیں۔ وہ اس شیر وقت سے کیسے مقابلے کی تاب لا سکیں گے، آپ کے پیرو مرشد نے آپ کی ہمت بندھائی اور فرمایا کہ ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ ان کو ایک شیر کا بچہ ملے گا جو اس شیر سے خود سمجھ لے گا۔

جونپور میں آمد: بحکم پیرو مرشد آپ جونپور روانہ ہوئے۔ راستے میں محمد پور میں قیام فرمایا۔ ایک دن وہاں کے علماء سے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے متعلق گفتگو ہوئی۔ آپ نے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم پر ایک کتاب لکھی تھی، وہ کتاب علماء کو دکھائی۔ اس کتاب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اور خلفاء پر

فضیلت دیکھ کر علماء برہم ہوئے۔ علماء نے آپ کو پریشان کرنا چاہا۔ وہاں کے ایک سربر آوردہ وہ عالم اور مفتی شہر مولوی سید خاں نے علماء سے کہا کہ اس کی مخالفت بے بنیاد اور اعتراض غلط ہے۔ وہ (حضرت اشرف) سید ہیں۔ اگر کوئی شخص اپنے آباؤ اجداد کی تعریف کرے تو اعتراض کی کیا بات ہے۔ علماء نے سند مانگی۔ مولوی سید خاں نے سند پیش کی۔ علماء خاموش ہو گئے۔

محمد پور سے آپ ظفر آباد تشریف لائے۔ شیخ کبیر آپ سے بیعت ہوئے۔ یہ بات شیخ حاجی چراغ ہند سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کو ناگوار ہوئی۔ انہوں نے شیخ کبیر کو بد دعا دی، لیکن آپ کی دعا شیخ کبیر کے شامل حال تھی۔ شیخ چراغ ہندی کی بددعاء کا کوئی اثر نہیں ہوا اور شیخ کبیر جوان نہیں مرے، بلکہ کافی ضعیف ہو کر مرے۔

جونپور پہنچ کر آپ نے کچھ چھ میں جو جونپور کے علاقے میں ایک قصبہ ہے، سکونت اختیار فرمائی۔ کچھوچھ میں ایک خانقاہ تعمیر کروائی۔ اور ایک باغ لگایا اور اس کا نام روح آباد رکھا۔

سیرو سیاحت: جونپور سے آپ حرمین شریفین کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔ اس سفر میں حضرت بدیع الدین قطب مدار بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ وہ تو واپس ہندوستان آگئے۔ اور آپ نجف اشرف، کربلائے معلٰی اور دمشق ہوتے ہوئے پھر مکہ معظمہ آئے اور حج کر کے بغداد کاشان ہوتے ہوئے اپنے وطن سمنان پہنچے۔ اپنی بہت سے ملے۔ سمنان میں کچھ دن قیام کر کے آپ مشہد روانہ ہوئے۔ مشہد میں آپ کی ملاقات امیر تیمور سے ہوئی۔ مشہد سے ہرات، ماور النہد، ترکستان، بخارا، غزنی، کابل، ملتان، اجودہن، دہلی، اجمیر، گلبرگہ، سراندیپ، گجرات ہوتے ہوئے کچھوچھ واپس آئے اور اپنی خانقاہ میں قیام فرمایا۔

دوبارہ سفر: کچھ دن خانقاہ میں قیام فرما کر آپ نے پھر رخت سفر باندھا۔ اس مرتبہ میر سید علی ہمدانی بھی ہمراہ تھے۔ آپ نے دور دراز ممالک کی سیرو سیاحت فرمائی۔ بہت سے درویشوں سے ملے اور ان سے فیوض و برکات حاصل کیں۔ پھر کچھوچھ آکر خانقاہ میں رہنے لگے۔

وصال: آپ نے 27 محرم 808ھ کو اس جہان فانی سے سفر دارا الاخرت فرمایا۔[3] آپ کا مزار پر انوار کچھوچھ میں مرجع خاص و عام ہے۔

سیرت مبارک: آپ جامع علوم ظاہری و باطنی ہیں۔ آپ نے چار خانوادوں سے فیض حاصل کیا۔ آپ علم، عبادت، ریاضت، مجاہدہ، زہد و تقویٰ، حلم جو دو سخا، تحمل اور بردباری میں بے نظری تھے۔ آپ صاحب کشف کرامات ہیں۔ آپ نے کئی کتابیں لکھی ہیں۔ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم پر آپ کا ایک رسالہ اور "بشارت المریدین" آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ آپ کے مکتوبات تصوف و عرفان کا بیش بہا خزانہ ہیں۔ آپ شاعر بھی تھے۔ آپ کا تخلص "اشرف" ہے۔ آپ کی مشہور غزل ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔[4]

غزل

وصل تو چوں دست داد ملک جہاں گومباش — لعل تو چوں حاصل است جوہر جاں گومباش

آیت حسن ترا حاجت تفسیر نیست — صورت خورشید را شرح و بیاں گومباش

صف شکن عاشقاں فتنہ آخر زماں — غمزہ ابروئے تست تیر و کماں گومباش

عاش روئے تو نیست طالب دنیا و دیں — آرزوئے جاں توئی کون و مکاں گومباش

گردش گردوں اگر قطع شود گوبشو — حاصل فطرت توئی دور زماں گومباش

آتش عشق از بسوخت خرمن ماگو بسوز
اشرف شوریدہ را نام و نشاں گومباش

تعلیمات: آپ کی تعلیمات کی افادیت اور اہمیت میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

توحید: آپ فرماتے ہیں[5]

"توحید" یعنی خدا کو ایک جاننا یہ ہے کہ عاشق معشوق کی صفات میں فنا ہو جائے۔

محفل توحید: آپ فرماتے ہیں

"جب سالک عقائد و اصطلاح صوفیہ سے واقف ہو گیا تو اس کے لئے ضروری ہے کہ زیادہ وقت محفل توحید میں صرف کرے اور مثل بگلے کے بیٹھا رہے"۔ آپ سے پوچھا گیا کہ بگلے کی طرح بیٹھنے سے کیا مطلب ہے۔

آپ نے جواب دیا۔

"بغیر تلاش کے پانا' بغیر دیکھے ہوئے دیدار ہو جانا"۔

ولایت: آپ فرماتے ہیں [6]

"ولایت وہ ہے کہ بندہ فنا کے بعد قاسم اور باقی رہے اور تمکین وصفا سے موصوف ہو"۔

خدمت خلق: آپ فرماتے ہیں۔ [7]

"بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ نوافل پڑھنا خدمت خلق سے بہتر ہے ان کا یہ خیال غلط ہے۔ کیوں کہ خدمت کا جو اثر قلب پر پڑتا ہے' وہ ظاہر ہے۔ دونوں کے نتیجے پر نظر کرتے ہوئے یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے' کہ خدمت خلق نوافل پڑھنے سے بہتر ہے"۔

اقوال:

- گروہ صوفیا کو علم توحید کا جاننا ضروری ہے' کیوں کہ طریقت و حقیقت کا انحصار اسی علم شریف پر ہے۔
- جو شخص ریاضت و مجاہدہ نہ کرے' اس کو دولت مشاہدہ نہیں حاصل ہو سکتی۔
- ارباب ذوق کے نزدیک اگر ایک سانس بھی نسبت شریفہ سے خالی ہوتی ہے تو اہل دل اسے مردہ تصور کرتے ہیں۔
- ولی کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ عالم ہو' جاہل نہ ہو' متفصل ہو' متصل نہ ہو' کسی کو چشم حقارت سے نہیں دیکھنا چاہیے' کیوں کہ اکثر اس میں خدا کے دوست چھپے رہتے ہیں۔

اورادو وظائف: آپ کے بتائے ہوئے چند اورادو وظائف پیش کئے جاتے ہیں۔

حاجت پوری ہونے کے واسطے: سورہ اخلاص ہزار بار یا سو مرتبہ پڑھیں۔ [8]

ہر مقصد کے پورا ہونے کے واسطے: سورہ یٰسین جس کام کے لئے پڑھے' وہ کام پورا ہو۔

کشف و کرامات: محمد پور میں جب آپ پہنچے تو مولوی سید خاں کو آپ نے یہ

مژدہ سنایا کہ ان کے چار لڑکے ہوں گے' جو علوم فضل و کمال سے آراستہ ہوں گے' ایسا ہی ہوا۔

ظفر آباد میں آپ کا مذاق اڑانے کی غرض سے کچھ لوگ ایک زندہ شخص کو کفن پہنا کر اور پلنگ پر لٹا کر آپ کے پاس لائے اور آپ سے درخواست کی کہ نماز جنازہ پڑھائیں۔ آپ نے اول تو انکار کیا۔ لیکن جب وہ لوگ نہ مانے تو آپ نمازہ جنازہ پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے۔ تکبیر پر جیسا کہ طے ہوا تھا کہ وہ شخص اٹھ بیٹھے گا' وہ نہیں اٹھا' تو لوگوں نے پاس جا کر دیکھا' اس شخص کو مردہ پایا۔ -9

ایک قلندر جس کا نام علی تھا۔ بہت سے قلندروں کو ہمراہ لے کر آپ کے پاس آیا اور آپ سے دریافت کیا کہ جہانگیری کہاں سے پائی؟ آپ نے جواب دیا کہ اپنے پیرو مرشد سے' اس نے کہا کہ اس کا کیا ثبوت ہے؟ یہ سن کر آپ کو غصہ آیا' اور وہ قلندر جس کا نام علی تھا' زمین پر گرا اور مر گیا۔

آج بھی آپ کا مزار آسیب کو دور کرنے کے لئے مشہور ہے' جن لوگوں پر آسیب کا اثر ہوتا ہے' وہ آپ کے مزار مبارک کی برکت سے اچھے ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا کہ آپ کا نام نامی اسم گرامی پڑھ کر دم کرنے سے آسیب زدہ کا اثر جاتا رہتا ہے۔

حواشی

1- لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی (فارسی) ص 990

2- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص 446

3- تذکرۃ العابدین ص 262

4- لطائف اشرفی' حصہ اول' اردو ترجمہ' ص 27

5- لطائف اشرفی' حصہ اول' اردو ترجمہ ص 17

6- لطائف اشرفی' حصہ اول' اردو ترجمہ ص 21

7- لطائف اشرفی ص 84

8- لطائف اشرفی بیان طوائف صوفی

9- معارج رالولایت

باب 24

حضرت شیخ فتح اللہ لواودھی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ فتح اللہ لواودھی کاملین وقت سے تھے۔

اوائل زندگی: آپ کی شروع کی زندگی درس و تدریس میں گزری۔ آپ علمائے کرام دہلی سے تھے۔

بیعت و خلافت: آپ حضرت شیخ صدر الدین طبیب دلہا کے مرید اور خلیفہ تھے۔ 1۔

پیرو مرشد کی ہدایت: آپ کو باوجود بہت مجاہدوں کے کچھ حاصل نہ ہوا۔ آپ کو اس بات کا رنج ہوا۔ آپ نے اپنے پیرو مرشد سے شکایت کی۔ آپ کے پیرو مرشد نے آپ سے فرمایا

"شغل درس و تدریس چھوڑ دو اور ساری کتابیں طلباء میں تقسیم کردو"۔

آپ نے چند خاص کتابیں رکھ لیں اور باقی کتابیں تقسیم کر دیں۔ لیکن پھر بھی کوئی فائدہ نہ ہوا' جب ان کتابوں کو بھی علیحدہ کر دیا تو آپ درجہ کمال کو پہنچے۔

وفات: آپ نے 821ھ میں انتقال فرمایا۔ 2۔

خلفاء: آپ کے خلفاء حسب ذیل ہیں:

حضرت شیخ قاسم لواودھی اور حضرت شیخ محمد عیسیٰ جونپوری۔

سیرت: آپ کو سماع کا بہت شوق تھا' آپ استغراق میں محو ر رہتے تھے۔

حواشی

-1 سال السا لکین (جلد دوم) ص 224

-2 ایضاً

باب 25

حضرت سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید محمد گیسو دراز مشاہیر اولیاء سے ہیں۔

خاندانی حالات: آپ حضرت امام زین العابدین کی اولاد سے ہیں، پس آپ حسینی ہیں۔

والد ماجد: آپ کے والد ماجد سید یوسف حسینی صوفی صافی تھے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کے روحانی فیوض سے بھی مستفید تھے۔ سید راجہ کہلاتے تھے۔ آپ نے ریاضت شاقہ و مجاہدات بہت کئے، اپنے نفس کے ساتھ جو جہاد آپ نے کیا، اس کی وجہ سے دکن میں "راجو قتال" مشہور ہوئے۔

والدہ ماجدہ: آپ کی والدہ ماجدہ کے بھائی ملک الامراء سید ابراہیم مستوفی دولت آباد کے گورنر ہو گئے تھے۔

بھائی: آپ کے بڑے بھائی کا نام سید حسن ہے۔

ولادت مبارک: آپ نے 4 رجب 720ھ کو دہلی میں اس عالم کو زینت بخشی۔[1]

نام نامی: آپ کا نام محمد ہے۔

کنیت: آپ کی کنیت ابو الفتح ہے۔

القاب: "صدر الدین"۔ "ولی الاکبر"۔ "الصادق" اور "خواجہ بندہ نواز گیسو دراز" کے لقب سے آپ مشہور ہیں۔

گیسو دراز کہلانے کی وجہ تسمیہ: آپ کے گیسو بہت دراز تھے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ نے اپنے پیرو مرشد حضرت نصیر الدین محمود دہلوی کی پالکی کاندھے پر اٹھائی اور اس کو لے کر چلے۔ حضرت چراغ دہلوی کے چند اور مرید بھی پالکی اٹھانے میں شریک تھے' آپ کے گیسو پالکی کے پائے میں الجھ گئے۔ آپ نے گیسوؤں کو نکالنے کوشش نہ کی' اس طرح پالکی کو کاندھے پر رکھے رہے' بہ پاس ادب آپ نے پالکی کو روکنا پسند نہ کیا۔ جب حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کو اس بات کی خبر ہوئی تو وہ آپ کے ادب' عشق و محبت' اور عقیدت سے بہت خوش ہوئے' حضرت چراغ دہلوی نے اسی وقت یہ شعر پڑھا۔[2]

ہر کہ مرید سید گیسو دراز شد
واللہ خلاف نیست کہ او عشق باز شد

اس دن سے آپ "گیسو دراز" مشہور ہوئے۔

دولت آباد میں آمد: سلطان بن محمد تغلق نے بجائے دہلی کے دولت آباد کو دارالخلافت قرار دے کر دہلی کے باشندوں کو حکم دیا کہ وہ دولت آباد جاکر آباد ہوں۔ آپ کے والد ماجد 2 رمضان 728ھ کو دہلی سے سکونت ترک کرکے مع اہل و عیال دولت آباد روانہ ہوئے اور 17 محرم 729ھ کو دولت آباد پہنچ کر وہاں سکونت پذیر ہوئے۔

بچپن کا صدمہ: آپ کے والد ماجد نے 5' شوال 731ھ کو انتقال فرمایا۔

واپسی: آپ کی والدہ ماجدہ چند سال آپ کے والد کے انتقال کے بعد خلد آباد میں رہیں۔ پھر اپنے بھائی ملک الامراء سید ابراہیم مستوفی سے جو دولت آباد کے گورنر ہو گئے تھے' کسی اختلاف کے باعث خلد آباد سے سکونت ترک کرکے مع آپ کے اور آپ کے بڑے بھائی کے 4' رجب 736ھ کو دہلی آئیں اور وہیں رہنے لگیں۔

تعلیم و تربیت: آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت آپ کے والد ماجد اور نانا کے زیر سایہ ہوئی۔ آپ نے قرآن شریف حفظ کیا' اس کے علاوہ خلد آباد کے قیام کے زمانے میں آپ نے علوم ظاہری کی تحصیل شروع کردی تھی۔ جب آپ اپنی والدہ محترمہ کے ہمراہ دہلی آئے تو آپ نے علوم ظاہری حاصل کرنے میں کافی محنت و

کوشش کی۔ آپ کو مولانا شرف الدین کیتھلی، مولانا تاج الدین بہادر اور قاضی عبدالمقتدر ایسے شفیق اور قابل استاد ملے۔ آپ نے علوم متداولہ کی بہت سی کتابیں پڑھیں۔ علوم ظاہری کی تحصیل سے انیس سال کی عمر میں فراغت پائی۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد مجاہدہ کے ذریعے مشاہدہ کرنے کے کوشاں ہوئے۔

بیعت و خلافت: آپ 16، رجب 736ھ کو حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور کچھ مدت کے بعد خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے۔

پیرو مرشد کی دعا: نصیر الدین چراغ دہلوی نے آپ کے حق میں دعا فرمائی کہ بادشاہ ان کی پالکی اٹھائیں۔[3]

ترک سکونت: آپ 7 ربیع الثانی 801ھ کو دہلی سے سکونت ترک کرکے گوالیار روانہ ہوئے۔ گوالیار میں آپ نے مولانا علاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں قیام فرمایا۔ آپ گوالیار سے بھاندیر پہنچے۔ بھاندیر سے ایرچہ روانہ ہوئے۔ ایرچہ سے چندیری تشریف لے گئے۔ چندیری میں کچھ دن قیام فرمایا۔ پھر بڑودہ میں رونق افروز ہوئے۔ کھمبائت پہنچ کر کچھ دن وہاں قیام مقیم رہے، پھر بڑودہ واپس آئے۔ بڑودہ سے سلطان پور ہوتے ہوئے خلد آباد کو زینت بخشی اور وہیں سکونت اختیار کی۔ آپ مع اہل و عیال کے خلد آباد میں رہنے لگے اور لوگوں کو رشد و ہدایت فرمانے لگے۔

سلاطین سے تعلقات: سلطان فیروز شاہ بہمنی کو جب آپ کی دکن میں آمد کی اطلاع ہوئی تو وہ آپ سے گلبرگہ تشریف لانے کا خواستگار ہوا، آپ نے درخواست منظور فرمائی، آپ جب گلبرگہ تشریف لائے سلطان نے آپ کا شاندار استقبال کیا اور نہایت تعظیم و تکریم سے پیش آیا، پھر گلبرگہ میں مستقل سکونت اختیار فرما کر مخلوق کو راہ حق دکھلانے لگے اور بندگان خدا کو فیض پہنچانے لگے۔

سلطان فیروز بہمنی کا چھوٹا بھائی سلطان احمد جو اپنے بھائی کے تخت پر بیٹھا، آپ کا معتقد و منقاد تھا۔ اس کی عقیدت و محبت کا ثبوت آپ کے مزار مبارک پر عالی شان گنبد ہے، جو اس نے آپ کی وفات کے بعد بنوایا۔

شادی اور اولاد: آپ نے اپنی والدہ ماجدہ کے حکم اور خواہش کے مطابق مولانا

سید احمد بن مولانا جمال الدین مغربی کی دختر نیک اختر بی بی رضا خاتون سے شادی کی، اس وقت آپ کی عمر چالیس سال کی تھی۔

آپ کے دو لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں۔ آپ کے بڑے صاحب زادے حضرت سید حسین عرف سید محمد اکبر حسینی آپ کی حیات میں وفات پاگئے۔ آپ کے دوسرے صاحب زادے حضرت محمد یوسف عرف سید محمد اصغر حسنی عالم با عمل اور درویش کابل تھے۔ آپ کی لڑکیوں کے نام یہ ہیں۔ بی بی فاطمہ عرف ستی بیگم، بی بی بتول، بی بی ام الدین۔

وفات شریف: آپ نے 16 ذیقعدہ 825ھ کو اس عالم سے پردہ فرمایا۔[4] مزار فیض آثار گلبرگہ میں قبلہ حاجات خلائق ہے، بوقت وفات آپ کی عمر ایک سو پانچ سال کی تھی۔

خلفاء: آپ کی وفات کے بعد آپ کے چھوٹے صاحب زادے حضرت محمد یوسف عرف سید محمد اصغر حسینی آپ کے سجادہ نشین ہوئے، آپ کے ممتاز خلفاء حسب ذیل ہیں۔

حضرت سید محمد یوسف عرف سید محمد اصغر حسنی، مولانا حسن دہلوی، مولانا شیخ علاؤ الدین گوالیاری، قاضی علیم الدین بن شرف الدین، قاضی نور الدین، شیخ صدر الدین، خونذیر (ایرچہ) سید ابو المعالی بن سید احمد سید جمال الدین شیخ ابو الفتح بن مولانا علاؤ الدین گوالیاری۔

سیرت پاک: آپ سیادت علم و ولایت کے جامع تھے،[5] شان آپ کی اونچی ہے۔ رتبہ بچ ہے۔ احوال قوی ہے۔ مشرب وسیع ہے۔ ہمت بلند ہے۔ کلام عالی ہے۔ مشائخ چشت میں آپ کا مشرب خاص ہے اور اسرار حقیقت کے بیان میں آپ کا طریقہ مخصوص ہے۔

آپ زہد و تقویٰ، تحمل و بردباری، سخاوت و فیاضی، عطا و بخشش، قناعت و توکل، ترک و تجرید، عبادات مجاہدات میں یگانہ عصر تھے۔

آپ کو اپنے پیرو مرشد حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلوی سے والہانہ محبت تھی۔ حضرت چراغ دہلوی جو حکم فرماتے، آپ اس کو بجالاتے۔ آپ پانچوں وقت کی نماز جماعت سے پڑھتے تھے۔ روزے پابندی سے رکھتے تھے۔ آپ فرماتے

ہیں کہ آپ کے پیرو مرشد آپ کے حال پر اس قدر شفقت و مہربانی فرماتے تھے کہ انہوں نے مجاہدات و ریاضات کا بوجھ آپ پر ایک دم نہیں ڈالا' بلکہ بتدریج اضافہ فرماتے رہے۔ آپ کے ملفوظات "جوامع الکلم" سے آپ کے پیرو مرشد کی آپ پر مہربانی کا بخوبی پتہ چلتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ

"ایک دفعہ میں شیخ اسلام شیخ نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا' انہوں نے فرمایا۔ تم جب آتے ہو' شام کے وقت آتے ہو' اور میں اس وقت ملول ہوتا ہوں' البتہ میرا جی چاہتا ہے کہ تم سے کوئی بات کروں' اس وقت میری عمر صرف پندرہ سال تھی' یہ سن کر مجھے حیرت ہوئی اور میں نے کہا - "سبحان اللہ! حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ ہم سے بھی کوئی بات کرنا چاہتے ہیں' زہے دولت!" عبادت میں اس طرح آپ کی اضافہ ہوتا رہا' اس کے متعلق آپ خود فرماتے ہیں۔

"ایک بار اشراق کے بعد پابوسی کے لئے حاضر ہوا"۔

حضرت خواجہ نے فرمایا۔

"صبح نماز کے لئے جو وضو کرتے ہو' کیا وہ طلوع آفتاب تک باقی رہتا ہے"۔

میں نے عرض کیا۔

"جی ہاں! حضور کے صدقے میں باقی رہتا ہے"۔

فرمایا: "اچھا ہو جو اسی وضو سے دو رکعت اشراق بھی پڑھ لیا کرو"۔

میں نے عرکیا۔

"خواجہ کے صدقے میں پڑھوں گا"۔

پھر فرمایا۔

"اسی کے ساتھ دو رکعت شکر النہا اور استخارہ بھی پڑھ لیا کرو"۔

میں نے چند روز اس کی پابندی کی۔

پھر ایک روز ارشاد فرمایا۔

"دو رکعت اشراق پڑھا کرتے ہو؟"

میں نے عرض کیا۔

"پڑھتا ہوں"۔

ارشاد فرمایا۔

"اگر اس میں چاشت کی چار رکعت ملا دیا کرو تو نماز چاشت ہو جایا کرے گی۔ میں نہیں کہتا کہ پھر کسی وقت پڑھو' بلکہ بعد اشراق اسی وقت چاشت پڑھ لیا کرو تو یہ بھی ہو جائے گی۔"

میں ہمیشہ رجب میں روزے رکھا کرتا تھا' ایک بار پوچھا۔

"کیا تم رجب میں روزے رکھتے ہو؟"

میں نے عرض کیا۔

"شعبان میں بھی"۔

فرمایا:

"اگر اکیس دن اور رکھ لیا کرو' تو پورے تین مہینے کے روزے ہو جایا کریں گے"۔

میں نے عرض کیا۔

"خواجہ کے صدقے میں رکھوں گا"۔

... میں رمضان کے بعد شش عید کے روزے بھی رکھا کرتا تھا۔ انہیں ایام میں قدم بوسی کے لئے حاضر ہوا؟

"ہمارے خواجگان صوم داؤدی نہیں رکھا کرتے تھے' بلکہ صوم دوام رکھتے تھے' اس کے بعد تم بھی صوم دوام رکھا کرو"۔

آپ آدھی رات کو بیدار ہوتے تھے۔ نماز تہجد ادا کرتے' تہجد کے بعد اذکار و اشغال میں مشغول ہو جاتے' اپنے پیرو مرشد کو آپ ہی وضو کراتے تھے' جب آپ دکن تشریف لے گئے' وہاں عشاء کی نماز کے بعد آپ کے ساتھ چالیس پچاس آدمی روزانہ کھانا کھاتے تھے۔

آپ کو سماع کا بہت شوق تھا۔

علمی ذوق: آپ ایک بہت بڑے عالم تھے۔ گلبرگہ میں آپ تفسیر و حدیث کا درس دیا کرتے تھے۔ آپ ایک بلند پایہ مصنف ہیں۔ آپ نے ایک سو پانچ کتابیں لکھی ہیں۔ "الاسما" آپ کی مشہور تصنیف ہے۔[6]

آپ کی خاص خاص کتابیں' حسب ذیل ہیں:

معارف شرح عوارف (عربی) ترجمہ عوارف (فارسی)۔

ملتقط تفسیر القرآن۔ قرآن شریف کے پہلے پانچ پاروں کی تفسیر۔
شرح مشارق الانوار۔ شرح تعرف شرح آداب المریدین (عربی)۔
شرح آداب المریدین۔ (فارسی)۔
خاتمہ۔ شرح فصوص الحکم۔ شرح تمہیدات عین القضاۃ ہمدانی۔
شرح رسالہ قشیریہ۔ خطائر القدس المعروف بہ رسالہ عشقیہ۔
اسماء الاسرار، حدائق الانس، استقامت الشریعت بطریق الحقیقت۔
حواشی قوت القلوب۔ شرح فقہ اکبر۔ شرح الہامات حضرت غوث الاعظم۔

شعر و شاعری: آپ ایک خوش گو شاعر بھی تھے۔ آپ کا تخلص "محمد" ہے۔ آپ کی غزلوں اور رباعیوں کی تعداد کافی ہے۔ ذیل میں آپ کے چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔

چوں شدہ فانی محمد از وجود　　غیر او دیدہ کہ کس دیگر بنود

غیورم من ٹھہر جائے است یا رم　　کجا جویم ندارو اومکانے
محمد پیر گشتی توبہ کن　　نظر بازی رفیق آرد نشانے

ترا حسن است از اندازہ بیروں　　مرا اندوہ غم ہر روز افزوں

دوستاں می دہند پند مرا　　دشمنان طعنہا زنند مرا

تعلیمات: آپ کی تعلیمات کی افادیت اور اہمیت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔

وقت مقبول: آپ فرماتے ہیں کہ [7]

"جہاں تک ہو سکے، ہرگز ہرگز ایسے وقت کو ضائع نہ کرے، جس میں دعا مقبول ہوتی ہے۔ بعض بزرگان طلوع صبح صادق کا وقت بتلاتے ہیں، اور بعض کے نزدیک فجر کے سنت و فرض کا درمیانی وقت ہے اور بعض فجر کے فرضوں کے بعد سے طلوع آفتاب تک بتاتے ہیں۔ بعض نے چاشت کا وقت بیان کیا ہے اور بعض

کے نزدیک وقت زوال اور بعض کے نزدیک عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک وقت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ وقت مقبول مغرب کے بعد سے عشاء تک اور بعض کے نزدیک نصف شب اور بعض کے نزدیک آخر شب قریب صبح کا وقت ہے۔

(مرید صادق اور طالب راسخ ان تمام اوقات کو ذکر' شغل' مراقبہ' تلاوت یا نوافل میں صرف کرے)۔

شب قدر کی تلاش میں جو لوگ سرگردان رہتے ہیں' یہ نہیں جانتے کہ ہر شبانہ روز میں وہ وقت موجود ہے۔

اعتکاف: آپ فرماتے ہیں۔

"اعتکاف کی تین قسمیں ہیں' ایک اعتکاف معین' دوسرا دوام' تیسرا اعتکاف دل۔ یعنی اہل دل اپنے خانہ دل کے اندر اعتکاف کرتے ہیں۔ یا یوں کہئے کہ یہ جو دل ہمارے پاس ہے' ہم اپنے دل سے اس دل پر اعتکاف کرتے ہیں۔

مرشد کی قسمیں: آپ فرماتے ہیں۔

"....مرشد دو قسم کے ہوتے ہیں' ایک ہادی اور ایک منذر۔ ان دونوں میں کوئی تمیز بہت مشکل ہے۔ کیوں کہ دونوں نصیحت کرتے ہیں اور نصیحت میں ہدایت بھی ہے اور انذار بھی' جیسے واعظ اپنے وعظ میں جنت کا شوق بھی دلاتے ہیں اور دوزخ کے عذاب سے بھی ڈراتے ہیں۔ اسی طرح مرشد قرب حق کی طرف بلاتا ہے اور غیر حق سے سمجھاتا ہے۔

"جو غریب مرشدوں کے ان اوصاف میں تمیز نہیں کر سکتا' وہ توکل بخدا ان کے ہاتھ پر ہاتھ دیکر ان کے دامن سے اپنی جان و جہاں کو وابستہ کر لیتا ہے۔ اگر مرشد ہادی ہوئے' فہو المرا اور اگر منذر ہوئے تب ان کو اس جہاں کی خبر نہ ہوگی"۔

ارادت کے شرائط: آپ فرماتے ہیں۔

"مبتدی کے واسطے مقدم یہ ہے کہ مرشد ہادی کی تلاش و جستجو کرے"۔

"دوسری شرط یہ ہے کہ طالب جوان مرد اور ہمت والا ہونا چاہیے' جو اپنے دل سے گھربار اور مال و اسباب اور جورو بچوں کا تعلق منقطع کرلے"۔

"تیسری شرط تزکیہ نفس یعنی نفس کو پاک بنانا ہے۔ اس کی حد نہیں۔

جہاں تک ہو سکے کئے جائے۔ اخلاق ذمیمہ مثلاً حرص' حسد' غضب' شہوت' کذب' غیبت وغیرہ سے باز رہے اور تمام محرمات و مکروہات شرعی کو چھوڑ دے۔ دنیا کی لذتوں اور تمام محسوسات و معقولات سے جدا ہو جائے"۔

"چوتھی شرط یہ ہے کہ اپنی ریاضت و مجاہدہ کو شمار میں نہ لائے اور یہ سمجھے کہ میں نے کچھ نہیں کیا"۔

"پانچویں شرط یہ ہے کہ خلوت اور تنہائی اختیار کرے"۔

"چھٹی شرط یہ ہے کہ عورت سے الگ رہے' اگر بیوی ہو تو اشد ضرورت کے علاوہ اس کے پاس نہ جائے"۔

"ساتویں شرط یہ ہے کہ اکل حلال کا انتظام کرے اور جہاں تک ممکن ہو' احتیاط سے کام لے۔ غذا اتنی کھائے کہ جس سے جسمانی کاروبار چلتے رہیں۔ طے کا روزہ بہت بہتر ہے اور بعض صوم دوام کو بھی اسی کے قریب سمجھتے ہیں' پانی کم پینے میں بھی بہت کوشش کرے"۔

"""آٹھویں شرط یہ ہے کہ پیر کا حکم بجالانے میں بڑی مستعدی سے کام لے اور خفیف باتوں پر توجہ نہ کرے"۔

"نویں شرط یہ ہے کہ تھوڑا سوئے اور غافل نہ سوئے"۔

"دسویں شرط یہ ہے' دو کام سامنے آئیں تو ان میں سے جو بہتر ہو' اس کو اختیار کرے' مگر طالب کے نزدیک وہی کام بہتر ہوتا ہے' جو سخت دشوار ہو"۔

"گیارہویں شرط۔ نفس کی خواہش پر ہرگز عمل نہ کرے۔ اگر نفس کی خاطر کسی حظ انسانی کا مرتکب ہو جائے تو پھر نفس پر اس کا سخت دباؤ ڈالے' یعنی کسی سخت مجاہدہ میں مبتلا کرے"۔

"بارہویں شرط یہ ہے کہ آباؤ اجداد اور علم و عقل پر فخر نہ کرے۔ اپنے تئیں سب سے بدتر اور ذلیل خوار سمجھے' کیوں کہ جو شخص ایسا سمجھتا ہے' خدا سے بہت نزدیک ہوتا ہے"۔

"تیرھویں شرط۔ دین و ملت کی ترجیح اور مباحث علمی میں اتنا مشغول نہ ہو کہ وہی اس کا مقصود معلوم ہو"۔

"چودھویں شرط۔ وضو و طہارت میں اتنا وہم نہ کرے کہ نماز و اوراد کا وقت فوت ہو جائے۔ طالب کو سب سے زیادہ دو باتوں کا اہتمام کرنا چاہیے' ایک

تزکیہ نفس، دوسرے توجہ تام یعنی نفس کا پاک کرنا اور خدا کی طرف پورے طور سے متوجہ ہونا"۔

"پندرھویں شرط۔ اپنے واسطے کوئی خاص لباس وہیئت اختیار نہ کرے"۔

"سولھویں شرط۔ فراغت وقت میں کوشش کرے۔ مراقبہ اور حضوری سے دل کو خالی نہ رکھے۔ تزکیہ نفس یہی ہے کہ نفسانی خواہشات ترک کرے۔ اور توجہ تام یہ ہے کہ تمام خطرات دل سے دفع کرے۔ طالب کے نزدیک درد و رماں برابر ہو، درماں کی حالت میں ایسا درد ہو جو حرمان کی حالت میں بھی نہ ہو اور حرمان کی حالت میں ایسا درد وہ جو درمان کی حالت میں بھی نہ ہو"۔

طالبوں کی قسمیں: آپ فرماتے ہیں کہ[8]

"ایک طالب وہ شخص جو اپنی عقل و فہم سے خدا کی طلب اختیار کرے۔ اور جان لے کر خدا سب سے بڑا بزرگ، قدیم اور واجب الوجود ہے۔ یہ شخص حکمت کی راہ سے طالب ہوا ہے، عاشق نہیں ہے۔ عاشق کے اندر جو طلب ہوتی ہے، وہ خدا کی طرف سے اس میں ڈالی جاتی ہے۔ وہاں گفت و شنید کی گنجائش نہیں، جس پر گزرتی ہے، وہ خوب جانتا ہے۔

شریعت، طریقت اور حقیقت: آپ فرماتے ہیں کہ[9]

"یہ عقیدہ نہ رکھو کہ شریعت، طریقت اور حقیقت ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ دیکھو بادام کے اندر تین چیزیں ہیں۔ پوست، مغز اور روغن، تینوں ایک دوسرے سے جدا نہیں، بلکہ ایک دوسرے کا خلاصہ ہیں۔ یعنی پوست کا خلاصہ مغز ہے اور مغز کا خلاصہ روغن، اسی طرح شریعت کا خلاصہ طریقت اور طریقت کا خلاصہ حقیقت ہے"۔

حبس دم: آپ فرماتے ہیں کہ[10]

"سالک کے واسطے حبس دم کی عادت بہت ضروری ہے۔ اگر اس کو بکثرت کرے تو عورت سے پرہیز کرنا لازمی ہے، پانی بہت کم پیوے، کھانا اتنا قلیل کھائے کہ بس کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکے، اگر سفر میں ہے تو منزل پر پہنچ سکے، فضول باتیں ہرگز نہ کرے، حبس دم کرنے سے خطرات خود بخود دفع ہو جاتے ہیں"۔

"ان چیزوں کے علاوہ جوگیوں کی ہر ایک بات سے پرہیز رکھے اور وہ تینوں

چیزیں یہ ہیں۔

حبس دم نشست مخصوص اور ظفر تکیہ۔

یہ تینوں چیزیں سالک کے واسطے بہت ضروری ہیں"۔

سماع: آپ فرماتے ہیں کہ [11]۔

سماع کی تین قسمیں ہیں:

"اول یہ کہ قوال سے شعر سنتے ہی بغیر اس کے مضمون یا نغمے میں غور کئے وجد و کیف پیدا ہو جائے اور دیوانہ بنا دے"۔

"دوم یہ کہ سننے اور غور کرنے کے بعد ایسا ہو"۔

"سوئم یہ کہ یاروں کی موافقت کے سبب سماع سنے تو اس کو بھی کچھ نہ کچھ حصہ ملے گا اور جو رحمت ان پر نازل ہے' یہ بھی اس سے محروم نہ رہے گا' جیسے شراب خانے میں کوئی شخص جائے تو اگرچہ وہ شراب نہ پئے' مگر بو ہی سونگھے گا اور مستوں کی حرکات ہی دیکھے گا۔

اقوال:

- یا دوست میں مشغول ہو یا دوست کی یاد ہیں' اگر ان دونوں کے سوا اور کوئی کام کرے گا تو پھل نہ پائے گا۔
- قرض ہر گز نہ لے' مگر جب بہت ہی ضرورت ہو' جس کی تین قسمیں ہیں۔ ایک تو اپنی ذاتی ضرورت جس سے مجبور ہو جائے' دوسری ضرورت مہمان کی خاطر' تیسری صلہ رحم کی ضرورت۔ اپنی بھوک پیاس رفع کرنے کے واسطے بھی قرض لے سکتا ہے۔
- نفس پر جو کام دشوار ہو' اس کو مزید اختیار کرے' اگر ذکر و مراقبہ سے کشودگی پیدا ہو تو ان کو زیادہ کرے۔
- دنیا میں ترک دنیا سے بہتر کوئی نیکی نہیں۔
- دعا کے اثرات کا ظہور اسی وقت ہوتا ہے' جب شرائط اور حسن اعتقاد کے ساتھ پڑھی جائے۔
- جو لوگ دنیا کی حقیقت سے آشنا ہیں' وہ جانتے ہیں کہ دنیا ڈھول کا پول ہے اور کچھ نہیں۔

- تقدیر کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا۔
- عاشق کے دل میں جو عشق کی آگ روشن ہوتی ہے' اس کے مقابلہ میں دوزخ کی آگ بھی سرد ہو جاتی ہے۔
- ہر چیز کے اندر ایک آفت ہوتی ہے' عشق کی دو آفتیں ہیں' ایک آفت ابتداء اور دوسری آفت انتہا۔
- سالک بے صبر ہوتا ہے' جو گھڑی بغیر حصول مقصد کے گزرتی ہے' مرنا اس سے بہتر سمجھتا ہے۔

اورادو وظائف: ذیل میں آپ کے چند اورادو وظائف پیش کئے جاتے ہیں۔

حاجت پوری ہونے کے واسطے: آپ فرماتے ہیں۔

جمعہ کی رات کو چار رکعت اس ترکیب سے پڑھنا چاہیے کہ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد ایک سو ایک بار۔

لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین
فی سبحینا ونجیناہ من الغم وکذالک مننجی المومنین

دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد ایک سو بار۔

رب انی مسنی الضر وانت ارحم الرحمین

تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد ایک سو ایک بار۔

افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد

چوتھی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد ایک سو ایک بار۔

حسبی اللہ ونعم الوکیل نعم المولی ونعم النصیر

پڑھے' سلام کے بعد۔

رب انی مغلوب فانتصر

سو بار پڑھے۔

ذکر فنا و بقا: آپ فرماتے ہیں کہ [12]۔

"..... اس کی ترکیب یہ ہے کہ پہلے ضرب دہن قلب پر لگائے' اور دوسری یا تو سر کو زمین پر جھکائے ہوئے قبلہ کی طرف یا دائیں جانب اور

دہنی قلب پر یا بائیں جانب اور دہنی قلب پر لگائے۔

تمام اذکار کی بیٹھک یہ ہے کہ دونوں گھٹنے زمین پر رکھے ہوں اور دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑے رہے اور لا معبود الا اللہ یا لا موجود الا اللہ یا لا مطلوب الا اللہ یا لا مشہود الا اللہ کا تصور کرے۔

"ان میں سے جس کا تصور کرے گا' اسی کے موافق اس پر کشف ہو گا"۔

ذکر کشف قرآن: آپ فرماتے ہیں کہ[13]

"چار قرآن شریف لے کر' ایک آگے اور ایک دائیں اور ایک بائیں طرف اور ایک اپنی گود میں رکھے اور ایک دفعہ ایک ضرب دائیں طرف کے قرآن پر اور دوسری اپنی گود کے قرآن پر لگائے' پھر ایک ضرب بائیں طرف کے قرآن پر اور دوسری اپنے آگے کے قرآن پر لگائے۔

اس ذکر کی تاثیر سے کماحقہ' تجلی قرآن اس پر ہو گی"۔

ذکر کشف ارواح: آپ فرماتے ہیں کہ[14]

"اس ذکر سے ہر ایک روح کا حال منکشف ہو جاتا ہے"۔

ترکیب اس کی یہ ہے کہ جس طرح ذکر کے واسطے بیٹھے ہیں' اسی طرح بیٹھ کر پہلے اکیس بار یا رب کہے۔

پھر آسمان کی طرف مونہہ کرکے یا روح اور یا روح الروح کہہ کر دل پر ضرب لگائے۔

ذکر اجابت دعوت: آپ فرماتے ہیں کہ[15]

"..... دعا قبول ہونے کے واسطے دائیں طرف مونہہ کرکے یا قوی اور بائیں طرف یا رقیب اور دل کی طرف متوجہ ہو کر یا محیط کہے اور اوپر کی طرف مونہہ کرکے کہے یا مجیب یہ ذکر کثرت کے ساتھ کرنا چاہیے اور جب فارغ ہونے کا ارادہ کرے تو دل میں اپنے حصول مقصد کا تصور جما کر گھٹنوں کے بل کھڑا ہو جائے اور آسمان کی طرف ہاتھ پھیلا کر دعا کرے۔

"دعاؤں کی قبولیت کے واسطے دائیں اور بائیں طرف اور دل پر یا رب کہے اور آسمان کی طرف مونہہ کرکے کہے۔ یا ربی

ذکر دفع امراض استقام: آپ فرماتے ہیں کہ[16]
"دائیں طرف یا احد اور بائیں طرف یا صمد اور اوپر کی طرف یا وتر اور دل پر یا فرد کی ضرب لگائے۔

کشف و کرامات: تیمور کے دہلی آنے سے قبل آپ نے باشندگان دہلی کو آنے والی مصیبت سے آگاہ کر دیا تھا' یہ خبر پاکر بہت سے لوگ دہلی سے باہر چلے گئے۔

حواشی

1- تکملہ سیر الاولیاء (فارسی) ص 22، لطائف اشرفی
2- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص 279، تکملہ سیر الاولیاء (فارسی)
3- تکملہ سیر الاولیاء (فارسی)
4- تکملہ سیر الاولیاء (فارسی) ص 23، اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص 278
5- اسرار"
6- تکملہ سیر الاولیاء (فارسی) ص 32
7- خاتمہ۔ ص 18، 19
8- خاتمہ ص 30
9- خاتمہ ص 62، 63
10- خاتمہ ص 106، 107
11- خاتمہ 109، 110
12- رسالہ اذکار ص 130
13- رسالہ اذکار 132
14- رسالہ اذکار ص 135
15- رسالہ اذکار ص 136
16- رسالہ اذکار ص 137

باب 26

حضرت شاہ نعمت اللہ ولی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ نعمت اللہ ولی زماں و قدوۂ کاملاں تھے۔

خاندانی حالات: آپ غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقار جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں۔

والد: آپ کے والد کا نام سید ابوبکر ہے۔

نسب نامہ پدری: آپ کا نسب نامہ پدری حسب ذیل ہے:

نعمت اللہ بن سید ابوبکر بن سید شاہ نور بن سید لیل ادہم بن سید جعفر بن سید محمد بن سید بہاء الدین بن سید داؤ بن سید ابو العباس احمد بن سید موسیٰ بن سید علی بن سید محمد بن سید متقی بن سید صالح بن سید ابی صالح بن سید عبدالرزاق بن غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

القاب: آپ کو "تاج ترکی" اور "نعمت اللہ شاہی" کے القاب سے پکارا جاتا ہے۔

تعلیم: آپ کو علوم ظاہر و باطنی میں دستگاہ حاصل تھی، صرف و نحو، حدیث، فقہ، تفسیر میں اعلی قابلیت رکھتے تھے، فارسی خاص شغف تھا۔

وفات: آپ نے 884ھ میں وفات پائی۔ مزار پر انوار دھکھی میں واقع ہے۔

خلیفہ: شیخ قطب الدین آپ کے ممتاز خلیفہ ہیں۔

سیرت: آپ صاحب کرامت بزرگ ہیں، آپ پیکر صبر و رضا تھے، متوکل بخدا تھے، آپ نے تشنگاں مہ وحدت کو شربت ہدایت سے سرشار کیا، آپ شاعر بھی تھے،

آپ کا ایک مشہور قصیدہ آپ کی شاعری کی یادگار ہے' آپ کا تخلص "نعمت" تھا۔

کرامات: فیروز شاہ ایک مرتبہ احمد خاں خانخانان سے خفا ہو گیا' اس نے احمد خاں کو اندھا کرنا چاہا۔ احمد خاں مقابلہ کے لئے تیار ہوا۔ احمد خاں نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ ایک نورانی صورت بزرگ نے اس کے سر پہ تاج ترکی رکھا اور اس کی سلطنت کی بشارت دی۔ احمد خاں بادشاہ کے مقابلہ میں کامیاب ہوا اور اس کو تاج و تخت نصیب ہوا۔

کچھ دنوں کے بعد آپ (حضرت نعمت اللہ ولی) کی کرامات کا چرچا ہونے لگا۔ احمد خاں نے آپ کو خراج عقیدت پیش کرنا چاہا' اس نے شیخ حبیب اللہ جنیدی کو کچھ تحائف دے کر آپ کی خدمت میں بھیجا' آپ نے تحائف قبول فرمائے۔

آپ نے اپنے پوتے شاہ نور اللہ بن خلیل اللہ کے ذریعے سبز رنگ کا تاج ترکی احمد خاں کو بھیجا۔ احمد خاں نے جو وہ تاج ترکی دیکھا تو بے چین ہو گیا' اس نے فوراً تاج ترکی کو پہچان لیا کہ یہ وہی تاج ہے' جو اس کے سر پر ایک بزرگ نے رکھا تھا اور ان بزرگ نے اس کو دکن کی سلطنت کی بشارت دی تھی۔

احمد خاں نے آپ کے پوتے شاہ نور اللہ کی بہت تعظیم و تکریم کی' اس نے شاہ نور اللہ کی شادی اپنی لڑکی سے کر دی۔

آپ کے وصال کے بعد آپ کے مریدوں میں آپس میں جھگڑا ہوا' مریدوں کی دو جماعتیں ہوئیں' ہر جماعت اپنے طور پر آپ کو دفن کرنا چاہتی تھیں' اختلاف کا کوئی حل تلاش نہ ہو سکا' کشت و خون ہونے والا تھا کہ آپ اٹھ بیٹھے اور اپنے مریدوں سے اور معتقدوں سے فرمایا کہ لڑائی جھگڑے کی کیا بات ہے' اگر لڑائی جنازہ اٹھانے کے طریقے کے متعلق ہے تو ہم یہاں نہیں مرتے' آپ دکھنی تشریف لے گئے اور وہاں انتقال فرمایا۔

باب 28

حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ احمد عبدالحق مستغرق بحر توحید ہیں۔

خاندانی حالات: آپ کا سلسلہ پدری چند واسطوں سے امیر المومنین حضرت عمر ابن الخطاب پر منتہی ہوتا ہے۔[1]

آپ کے دادا شیخ داؤد بلخ میں رہتے تھے۔ جب ہلاکو خاں نے ملک کو برباد کیا اور انتشار اور ابتری رونما ہوئی تو انہوں نے بلخ سے سکونت ترک کر کے مع چند خاندانی افراد کے سلطان علاؤ الدین خلجی کے عہد میں ہندوستان کا رخ کیا۔ سلطان علاؤ الدین خلجی نے صوبہ اودھ میں ان کی رہائش کا انتظام کیا۔ وہ ردولی میں رہنے لگے۔ وہ حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کے مرید تھے۔

والد ماجد: آپ کے والد ماجد کا نام عمر ہے۔

بھائی: آپ کے بڑے بھائی شیخ تقی الدین عالم تھے اور دہلی میں رہتے تھے۔

ولادت: آپ ردولی میں پیدا ہوئے۔[2]

نام: آپ کا نام احمد ہے۔

خطاب: آپ "عبدالحق" کے خطاب سے مشہور ہوئے' آپ کی یہ عادت تھی کہ بیٹھتے' اٹھتے وقت' کھاتے' پیتے وقت' بات چیت کرتے وقت آپ کلمات حق حق تین بار با آواز بلند کہتے تھے۔ اس وجہ سے آپ کے پیرو مرشد نے بحکم رب آپ کو "عبدالحق" کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔[3]

بچپن: سات سال کی عمر میں آپ تہجد کی نماز پابندی سے پڑھنے لگے۔ اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ آپ بھی اٹھتے اور چھپ کر نماز تہجد ادا کرتے۔ جب آپ کی والدہ

کو یہ معلوم ہوا تو آپ کو منع کیا۔ آپ کو ناگوار ہوا، اپنے دل میں کہا کہ [4]۔

"یہ ماں! راہزن ہے، جو مجھ کو خدا کی عبادت سے باز رکھتی ہے"۔

دہلی میں آمد: وطن سے رخصت ہو کر دہلی کی راہ لی، اس وقت آپ کی عمر بارہ سال کی تھی۔ دہلی پہنچ کر اپنے بڑے بھائی شیخ تقی الدین کے پاس رہنے لگے اور ان سے علم ظاہری پڑھنے لگے۔

تعلیم و تربیت: آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت آپ کے گھر پر ہوئی، دہلی میں اپنے بڑے بھائی سے علوم ظاہری حاصل کیا، لیکن آپ کا رجحان اس طرف نہیں تھا۔ آپ کے بڑے بھائی آپ کو ایک مشہور عالم کے پاس لے گئے، اور ان سے آپ کی شکایت کی۔ اس عالم سے آپ کے بڑے بھائی نے استدعا کی کہ وہ ہی کچھ آپ کو پڑھائیں، اس عالم نے آپ کو میزان الصرف پڑھانا شروع کیا، جب آپ ضرب ضربا کے مقام پر آئے اور اس کے معنی آپ کے استاد نے بتائے تو آپ نے اپنے استاد سے کہا:

"راہ حق میں زدن اور زدہ شدن کا کیا کام"۔

آپ کی اس علم سے تسکین نہیں ہوئی۔ آپ ایسا علم حاصل کرنا چاہتے تھے، جس سے معرفت حق تعالیٰ حاصل ہو۔

آپ کے بڑے بھائی آپ کا یہ حال دیکھ کر پریشان ہوئے۔

انہوں نے سوچا کہ اگر آپ کی شادی کر دی جائے گی تو آپ میں تبدیلی پیدا ہو گی۔ چنانچہ انہوں نے آپ کی شادی کی کوشش کی۔ آپ نے شادی کرنے سے انکار کر دیا اور اپنے متعلق یہ مشہور کر دیا کہ شادی کے لائق نہیں ہیں۔ [5]

تلاش حق: دہلی سے آپ تلاش حق میں نکلے۔ شیخ نور قطب عالم کی خدمت میں پہنچ کر ہری گھاس یہ کہہ کر پیش کی کہ "بابا صفاست"۔ شیخ نور قطب عالم مسکرائے اور فرمایا کہ "بابا عزت ست" ان سے رخصت ہو کر بہار آئے اور وہاں شیخ علاؤالدین اور ایک بزرگ سے ملے، جن کو "نیم لنگوٹی" کہتے تھے، نیم لنگوٹی کی صحبت سے آپ کے قدرے تسکین ہوئی، ذوق شوق میں اضافہ ہوا، طلب اور جستجو میں زیادتی ہوئی۔

ان سے رخصت ہو کر اودھ تشریف لائے اور شیخ فتح اللہ اودھی سے ملے،

ان سے بھی آپ کی تسکین نہ ہوئی۔
ناامید ہو کر اپنے دل میں کہا۔[6]
"احمد! زندوں سے تو مقصود کی خبر نہ ملی' اب مردوں کی صحبت میں چلو' شاید کچھ بوئے مقصود آئے"۔
یہ خیال کر کے آپ نے اس شہر کے قبرستانوں اور آس پاس کے جنگلوں میں "یا ھادی' یا ھادی" کہتے ہوئے گھومنا شروع کیا۔ اس طرح چند سال گھومتے رہے' لیکن در مقصود ہاتھ نہ آیا۔
اس طرح سے بھی جب مقصد بر آری نہیں ہوئی تو آپ نے اپنے دل میں کہا:
"اے احمد! اب مرجاؤ زندہ در گور ہو جاؤ"۔
چنانچہ آپ نے اپنے ہاتھ سے ایک قبر کھودی' اس میں چھ مہینے "یاد حق" میں مشغول رہے۔

بشارت: ریاضت و مجاہدہ کے بعد بھی جب آپ کو تسکین نہ ہوئی تو ایک روز آپ کو عالم غیب سے بشارت ہوئی کہ جلد پانی پت جاکر حضرت شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء کی سعادت خدمت حاصل کرو۔[7]

پانی پت میں آمد: اس بشارت سے آپ بہت خوش ہوئے اور پانی پت خنداں و فرحاں روانہ ہوئے۔ حضرت جلال الدین کبیر الاولیاء کو بذریعہ کشف آپ کا آنا معلوم ہوا۔ انہوں نے آپ کے عقائد کا امتحان لینے کی غرض سے چند گھوڑے کسوا کر خانقاہ کے دروازے پر کھڑے کرا دیئے اور خانقاہ کے اندر دستر خوان بچھوا کر اس پر مختلف قسم کے کھانے چنوا دئے۔
آپ جب خانقاہ کے دروازے پر پہنچے تو گھوڑے کھڑے دیکھے۔ جب خانقاہ کے اندر گئے تو دستر خوان بچھا ہوا پایا اور پر تکلف کھانے چنے ہوئے پائے آپ نے دل میں کہا' جو شخص ایسی شاہانہ زندگی گزارتا ہو' اس کو محبت و معرفت الٰہی سے کیا کام؟
خانقاہ سے باہر آکر اپنی راہ لی' دن بھر چلتے رہے' شام کو ایک مقام پر پہنچ کر نام دریافت کیا' جب آپ کو معلوم ہوا کہ پانی پت ہے تو آپ کو حیرت ہوئی' رات شہر سے باہر گزاری' دوسرے دن صبح پھر روانہ ہوئے' تھوڑی دور جا کر

راستہ بھول گئے' ایک خشک درخت پر ایک شخص کو ٹوپی پہنے بیٹھے دیکھا' اس سے راستہ دریافت کیا' اس شخص نے آپ کو بتایا جلال الدین کے دروازے کے سامنے سے راستہ گیا ہے اور اگر ان کو یقین نہ آئے تو دو شخص جو آتے ہیں' ان سے پوچھ لیں' کچھ دور چل کر آپ دو آدمیوں سے ملے' ان سے راستہ دریافت کیا تو انہوں نے بھی وہی بتایا۔

یہ سن کر آپ نے سوچا کہ خداوند تعالیٰ کا حکم یہی ہے کہ حضرت جلال الدین کبیر الاولیاء کے پاس جایا جائے اور ان سے بیعت کی جائے' پس آپ حضرت جلال الدین کبیر الاولیاء کی خانقاہ پہنچے۔

خطرہ: راستے میں آپ کے دل میں یہ خطرہ گزرا کہ کیا اچھا ہو' اگر حضرت جلال الدین کبیر اولاولیاء بیعت کرتے وقت اپنی ٹوپی اپنے پیرو مرشد حضرت شمس الدین ترک کے مزار سے مس کر ان کے سر پر رکھیں اور نان اور حلوا مرحمت فرمائیں۔[8]

بیعت و خلافت: آپ خانقاہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضرت جلال الدین کبیر الاولیاء اپنے پیرو مرشد کے مزار پر گئے ہوئے ہیں۔ آپ بھی وہیں پہنچے' قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔ حضرت جلال الدین کبیر الاولیاء نے اپنے سر سے ٹوپی اتار کر اور اپنے پیرو مرشد کے مزار سے مس کرکے آپ کے سر پر رکھی' اتنے میں ایک شخص نان اور حلوا لایا' حضرت کبیر الاولیاء نے آپ کو عنایت فرمایا اور کہا۔ "یہ آرزو تمہاری ہے!"۔ بعد ازاں حضرت کبیر الاولیاء نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور بیعت فرمایا۔

کچھ عرصے بعد حضرت کبیر الاولیاء نے آپ کو خرقہ خلافت سے سرفراز فرمایا۔

واپسی: آپ ردولی تشریف لاکر یاد حق میں مشغول ہو گئے۔

شادی اور اولا: آپ نے شادی کی' تین لڑکے ہوئے۔ بڑے صاحب زادے شیخ عزیز اور دوسرے صاحب زادے پیدا ہونے کے چند روز بعد فوت ہوئے' آپ کے تیسرے صاحب زادے شیخ عارف صاحب سلسلہ ہوئے۔

وفات شریف: آپ 15 جماد الثانی 837ھ کو رحمت حق میں پیوست ہوئے۔[9]

سلسلہ احمدیہ چشتیہ: آپ کے صاحب زادے شیخ عارف آپ کے سجادہ نشین ہوئے اور ان کے والد حضرت شیخ احمد عبدالحق کا سلسلہ چلا' جس کو "سلسلہ احمدیہ چشتیہ" کہتے ہیں۔

سیرت مبارک: آپ صاحب عظمت' صاحب کرامت' صاحب نعمت اور صاحب ترک و تجرید تھے'

ریاضت' عبادت اور مجاہدہ میں یکتا تھے' جو کچھ زبان سے فرماتے' ویسا ہی ہوتا۔ استغراق کا عالم یہ تھا کہ جب آپ کے کان میں حق حق حق کہا جاتا تو ہوش میں آتے۔ آپ جامع مسجد میں اول وقت جاتے اور جھاڑو دیتے' قریب پچاس سال جامع مسجد گئے' لیکن راستہ نہیں جانتے تھے۔ آپ کے مریدوں میں سے کوئی حق حق حق کہتا اور آپ اسی طرف جاتے۔ آپ نے دنیا کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھا۔

تعلیمات: آپ کی تعلیمات عارفانہ ہیں۔

ذات پاک: آپ فرماتے ہیں۔

حق کی ذاپ پاک بے نام و نشان ہے' لیکن اگر اس ذات پاک کے اسماء میں سے کوئی اسم ذات پاک پر اطلاق کریں تو وہ حق کے اسم سے بہتر اور بزرگ ترنہ ہو گا' لیکن اسم حق کے معنی جملہ کائنات کے سزاوار اور ثابت بذات ہیں' پس ذات پاک پر اسم حق کا اطلاق بر منہائے کمال ہے۔

صحبت سرور عالم ﷺ: آپ فرماتے ہیں کہ۔

"نظامی ناقص شاعر تھے' جو یہ شعر کہا:

صحبت نیکاں زجہاں دور گشت   خوان عسل خانہ زنبور گشت

"کیوں کہ حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت جیسی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حاصل تھی' ویسی ہی ارباب حال اور محبان ذو الجلال کو اب بھی حاصل ہے"۔

اقوال:

منصور بچہ تھا' ضبط کی طاقت نہ رکھتا تھا اور اسرار کو فاش کر دیا' بعض ایسے مرد خدا ہیں کہ سمندر پی جاتے ہیں اور ڈکار تک نہیں لیتے۔

چتر بادشاہ ہے' ہمارے لڑکوں کے سر پر سوار ہے۔

کشف و کرامات: آپ نے ایک دیگ پکائی اور اس دیگ کو راستے میں رکھ دیا' ہر شخص کو اجازت تھی کہ اس میں سے کھانا لے اور کھائے' تین روز تک ہزاروں آدمی اس میں سے کھانا لیتے رہے اور کھاتے رہے' کھانا کم نہیں ہوا' تین دن کے بعد آپ نے اس دیگ کو اٹھالیا'

آپ کے وصال کے بعد بھی کراماتوں کا سلسلہ جاری ہے' یہ کہا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص کام کے واسطے آپ کے نام کا توشہ پیش کرے' وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو'

آپ کے نام مبارک کی تسبیح کو بھی حصول مقصد کے لئے مجرب بتایا جاتا ہے' اگر کوئی شخص باوضو روزانہ ایک نشست میں تین سو ساٹھ مرتبہ پڑھے'

اغثنی وامددنی یا شیخ احمد عبدالحق"۔

تو اس کی مراد بر آئے۔[10]

حواشی

1- معراج الولایت

2- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص 384

3- سیر الاقطاب (فارسی) ص 218

4- اخبار الاخیار (فارسی) ص 384

5- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص 385

6- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص 385

7- سیر الاقطاب (فارسی) ص 216

8- سیر الاقطاب (فارسی) ص 217

9- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص 387

10- سیر الاقطاب (فارسی) ص 222

باب 28

حضرت شاہ بدیع الدین مدار رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ بدیع الدین مدار ولی زماں اور قدوۂ کاملاں تھے۔

خاندانی حالات: آپ ہاشمی ہیں اور سادات نبی فاطمہ سے ہیں۔[1]

والد ماجد: آپ کے والد ماجد کا نام سید علی ہے۔

والدہ ماجدہ: آپ کی والدہ ماجدہ فاطمہ ثانی کا سلسلہ نسب کئی واسطوں سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے' ان کے والد کا نام عبداللہ تھا۔

ولادت باسعادت: آپ حلب میں یکم شوال 442ھ کو صبح صادق کے وقت پیدا ہوئے۔[2]

نام نامی: آپ کا نام بدیع الدین ہے۔

لقب: آپ "قطب مدار" کے لقب سے مشہور ہیں۔

تعلیم و تربیت: آپ کی عمر جب پانچ سال کی ہوئی تو آپ کے والد بزرگوار نے آپ کی بسم اللہ کے بعد آپ کو مولانا حذیفہ شامی کے سپرد کیا' آپ کی تعلیم مولانا حذیفہ شامی کی نگرانی میں شروع ہوئی' آپ نے بہت جلد قرآن شریف ختم کیا' بارہ سال کی عمر میں آپ نے مختلف علوم میں اچھی خاصی استعداد حاصل کی۔ اس کے بعد آپ نے تفسیر' حدیث' فقہ میں کمال حاصل کیا۔ اور محدث مشہور ہوئے۔ چودہ سال کی عمر میں آپ کا شمار علماء میں ہونے لگا۔ آپ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا' بلکہ علم سیمیا' علم کیمیا اور علم ریمیا میں بھی دستگاہ حاصل کی۔

بیعت و خلافت: بعد تحصیل علوم ظاہری جذبہ الٰہی نے آپ کو علم باطن کے

حصول کی طرف متوجہ کیا۔ آپ حضرت طیفور شامی سے بیعت ہوئے۔[3] اور بعد میں خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے' آپ کے پیرو دستگیر نے آپ کو حبس دم کی تعلیم فرمائی' آپ حکم بجالائے اور اس قدر حبس دم کیا کہ کھانے پینے کی خواہش جاتی رہی۔

زیارت حرمین شریف: مکہ معظمہ پہنچ کر آپ نے حج کا فریضہ ادا کیا' کچھ دن وہاں قیام کرکے مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ دربار رسالت ﷺ میں باطنی نعمتوں سے مستفید و مستفیض ہوئے' نسبت محمدی ﷺ سے آپ کا لقب روشن ہوا۔

فرمان: ایک دن آپ دربار رسالتؐ میں حاضر تھے۔ مراقب ہوئے۔ حضوری ہوئی۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا[4] "بدیع الدین! تم ہندوستان جاؤ اور وہاں جاکر مخلوق کی ہدایت میں کوشش کرو۔

ہندوستان میں آمد: آپ پہلی بار جب ہندوستان تشریف لائے تو گجرات میں کچھ عرصہ قیام فرمایا۔ گجرات سے روانہ ہو کر اور شہروں کو زینت بخشی۔

روانگی: کچھ دن ہندوستان میں رہ کر اور مختلف شہروں میں گھوم کر آپ مکہ معظمہ چلے گئے۔ حج کیا اور پھر مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ بعد ازاں کاظمین' بغداد' نجف اشرف ہوتے ہوئے پھر ہندوستان تشریف لائے اور بغداد میں حضرت غوث الاعظم سے ملاقات کی"۔[5]

اس مرتبہ جو ہندوستان تشریف لائے تو دیگر مقامات کی سیر کی' پھر اجمیر پہنچے۔ اجمیر میں کو کلا پہاڑی پر آپ نے قیام فرمایا۔ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کی ملاقات ہوئی۔[6] اجمیر سے روانہ ہو کر دیگر مقامات کو شرف بخشا۔

حج: حرمین شریفین کی زیارت کا شوق پھر دامن گیر ہوا۔ آپ حرمین شریفین کی زیارت اور حج سے فارغ ہو کر نجف اشرف گئے۔ وہاں سے اپنے وطن حلب آئے۔ حلب سے چنار گئے' وہاں کچھ دن قیام فرمانے کے بعد آپ اپنے عزیز سید عبداللہ کے تینوں لڑکوں سید ابو محمد ارغون' سید ابو تراب فصور اور سید ابو الحسن طیغور کو ہمراہ لے کر مدینہ منورہ آئے اور ایک عرصے تک انوار محمدی ﷺ سے

منور و روشن ہو اور مستفید ہوتے رہے۔

ارشاد عالی: ایک روز دربار رسالت ﷺ سے آپ کو حکم ملا کہ:[7]

"بدیع الدین! ہم نے تمہارے قیام کے لئے ہندوستان کو تجویز کیا ہے۔ وہیں تم جاؤ اور رہو سہو اور دین محمدی ﷺ کو پھیلاؤ اور اس کی کوشش میں دقیقہ نہ اٹھا رکھو"۔

ہندوستان میں سکونت کے متعلق آپ کو دربار رسالتؐ سے یہ حکم ملا قنوج کے میدان میں جنوب کی طرف جو تالاب ہے' اس کی لہروں سے یا عزیز کی آواز آتی ہے' وہ زمین ان کے رہنے کے لئے مناسب ہے' ان کا مسکن اور ان کا مدفن وہیں ہو گا"۔

ہندوستان میں آمد: حکم پا کر ہندوستان روانہ ہوئے۔ ممالک عرب' عجم' خراسان کی سیرو سیاحت فرماتے ہوئے' اجمیر آئے' اور اجمیر سے کالپی چلے گئے۔ کالپی سے جونپور ہوتے ہوئے مکن پور پہنچے' وہاں سے کنتور گئے' پھر گھاٹم پور ہوتے ہوئے سورت میں رونق افروز ہوئے۔

آخری حج: آپ زیارت حرمین شریف کے مقصد سے روانہ ہوئے۔ حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور دربار نبوی ﷺ کی عنایت سے سرفراز ہوئے۔

مکن پور میں مستقل قیام: ہندوستان واپس تشریف لائے اور مکن پور میں مستقل سکونت اختیار کی۔

وصیت: آپ نے وصیت فرمائی کہ[8]

"سید محمد ارغون' سید ابو تراب فصور' سید ابو الحسن طیفور کو میں نے اپنا جانشین کیا ان تینوں کو بجائے میرے تصور کرنا اور جو کوئی مشکل پیش آئے تو ان کی طرف رجوع کرنا"۔

دوسری وصیت آپ نے یہ فرمائی کہ۔

"میرے جنازے کی نماز مولانا حسام الدین سلامتی پڑھائیں گے"۔

وصال: آپ نے 17 جمادی الاول 838ھ کو وصال فرمایا۔ مزار پر انوار مکن پور میں واقع ہے۔ ساکن بہشت" مادہ تاریخ وفات ہے۔

خلفاء: تین حضرات کو آپ کی خلافت و جانشینی کا شرف حاصل ہوا۔ ان تین حضرات کو "کنفس واحدہ" مانا جاتا ہے۔ اور ایک ہی لقب سے تینوں پکار کے جاتے ہیں۔ ان تین حضرات کے نام حسب ذیل ہیں۔:[9]

حضرات خواجہ سید ابو محمد ارغوں، حضرت سید ابو تراب فصور، حضرت سید ابو الحسن طیفور۔

آپ کے ممتاز خلفاء حسب ذیل ہیں۔[10]

حضرت قاضی محمود، حضرت سید اجمل جونپوری، حضرت قاضی مطہر۔ ان کے علاوہ حسب ذیل حضرات کو آپ کا خلیفہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔[11] سید بولاد شمس ثانی چوبدار، حضرت قاضی شہاب الدین پر کالہ آتش سید صدر الدین، شیخ حسین بلخی، سید صدر جہاں شیخ آدم صوفی، سلطان شہباز، سلطان حسن عربی، میاں سیف اللہ شیخ فخر الدین، عادل شاہ۔

سیرت پاک: آپ کو مقام صمدیت حاصل تھا، آپ حبس دم بہت فرماتے تھے، آپ کی عمر بہت ہوئی، آپ کھانے پینے کی خواہش سے مدتوں بے نیاز رہتے تھے، آپ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت سے فیض یافتہ تھے، آپ اویسی تھے۔[12]

مرتے کو ماریں زندہ شاہ مدار: یہ مثال "مرتے کو ماریں زندہ شاہ مدار" زبان زد خاص و عام ہے۔ جب کوئی شخص کسی تکلیف یا مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے اور اس پر کوئی نئی مصیبت یا تکلیف وارد ہوتی ہے یا اس پر کوئی ظلم کیا جاتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ "مرتے کو ماریں زندہ شاہ مدار"۔ اس کے معنی، مضمرات اور متعلقات سے بہت ہی کم لوگ واقف ہیں۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ شاہ مدار رحمۃ اللہ علیہ کو یہ قدرت حاصل تھی کہ جو صوفی مرتبہ فنا میں ہوتے تھے، آپ ان کو اس مقام سے نکال کر مرتبہ فناء الفنا میں پہنچا دیتے ہیں۔

تعلیمات: آپ کی تعلیمات معرفت خزینہ ہیں۔

خدا طلبی: آپ نے حضرت شاہ فضل اللہ بدخشانی سے فرمایا کہ[13] "اے عزیز! تم نے اس کوچے میں قدم رکھا ہے۔ جو ایک دریائے ناپید اکنار ہے۔ جس میں بلا اندر

بلا ہے۔ جو لوگ ہوشیار ہوتے ہیں' وہ جرات و ہمت کو اپنا شعار کر کے پار ہو جاتے ہیں اور حیات ابدی حاصل کرتے ہیں۔ اس میں راحت و آرام کو خیرباد کہنا ہوتا ہے اور جیتے جی مصیبت میں مبتلا ہونا پڑتا ہے"۔

معرفت خداوندی: آپ فرماتے ہیں۔[14]

"....اول اپنے آپ کو پہچانو خدا کو پہچان لوگے۔ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ تم کو یہ خیال کرنا چاہیے کہ تم کون ہو' کہاں سے آئے ہو' کہاں جانا ہے۔ اس عالم میں کس لئے آئے تھے۔ اور خداوند تعالیٰ نے تم کو کس لئے پیدا کیا ہے اور نیک بختی اور بد بختی کیا ہے۔ اول تم کو ان چیزوں سے آگاہ ہونا چاہیے اور تمہاری صفات بعض حیوانی ہیں' بعض شیطانی' بعض ملکی"۔

"تم کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ تمہاری اصل صفات کون ہیں۔ یاد رکھو کھانا' پینا' سونا' فربہ ہونا' غصہ کرنا یہ حیوانی صفات ہیں۔ مکرو فریب کرنا' فتنہ برپا کرنا' یہ شیطانی صفات ہیں' اگر ان صفات کے تم تابع ہو گئے تو حق تعالیٰ کی معرفت تم کو حاصل نہیں ہو سکتی' ہاں اگر صفات ملکوتی تم حاصل کر لو گے تو کیا عجب کہ معرفت خداوندی سے تمہارا قلب روشن ہو جائے۔ تم کو کوشش کرنی چاہیے کہ صفات حیوانی و شیطانی سے نکل کر صفات ملکوتی حاصل کرو"۔

"دیکھو اللہ تعالیٰ نے تم کو دو چیزوں سے بنایا ہے"۔

ایک بدن اور دوسری روح۔

"روح کی دو قسمیں ہیں۔ حیوانی۔ انسانی' روح حیوانی تمام جانوروں کو عنایت ہوئی ہے اور روح انسانی انسان کے ساتھ خاص ہے۔ جب تک روح انسانی سے کام نہ لو گے' انسان نہیں ہو سکتے اور نہ معرفت خداوندی حاصل ہو سکتی ہے"۔

اقوال:

○ آدمی پر ذات کا پرتو ہے' اور کعبہ پر صفات کا۔

○ وحدت نقطہ سے زیادہ نہیں ہے۔

○ قلندر وہ ہوتا ہے' جو صفات الٰہی کے ساتھ متصف ہو' بفجوائے حدیث پاک':

وانصفوا بصفات اللہ یا تخلقو ابا خلاق اللہ او کما قال۔
یعنی خدا کی عادت اور صفات کے ساتھ تم کو اپنی عادت کرنی چاہیے۔

- دل کی حفاظت کرو'
- سالک وہ ہوتا ہے کہ چاہتا ہے کہ آسمان پر چلا جائے۔

کشف و کرامات: بی بی نصیبہ کے کوئی لڑکا نہیں تھا۔ جب بغداد تشریف لے گئے' بی بی نصیبہ آپ سے دعا کی طالب ہوئیں' آپ کی دعا سے دو لڑکے ہوئے۔[15]

ایک روز کا واقعہ ہے کہ آپ دریا کے کنارے رونق افروز تھے' ایک سوداگر اپنا مال کشتی میں رکھ کر روانہ ہوا' کچھ دور جاکر وہ کشتی دریا میں ڈوب گئی' ایک شخص نے جو وہاں موجود تھا۔ اس حادثے کی خبر آپ کو دی' آپ نے ایک مٹھی خاک اس کو دی اور دریا میں ڈالنے کی تاکید فرمائی اس نے وہ مٹھی خاک دریا میں ڈالی' کشتی بر آمد ہو گئی۔[16]

حواشی

1- سفینۃ الاولیاء (فارسی) تذکرۃ الکرام تاریخ خلفاء عرب و الاسلام، مدار اعظم ص 28
2- مدار اعظم ص 29،34
3- مدار اعظم ص 29،34
4- مدار اعظم ص 23،24
5- ثمرۃ القدس، تحفۃ المداریہ، ذوالفقار بدیع ص 83
6- مدار اعظم ص 56
7- مدار اعظم ص 59،87
8- مدار اعظم ص 87
9- مدار اعظم ص 110
10- مدار اعظم ص 131
11- تحفۃ الابرار، تحفۃ المداریہ، ذوالفقار بدیع ص 55
12- لطائف اشرفی
13- مدار اعظم ص 93
14- مدار اعظم ص 57
15- ذو الفقار بدیع ص 43،45
16- مدار اعظم ص 90،91

باب 29

حضرت شیخ سارنگ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ سارنگ کاشف اسرار نہانی ہیں۔

خاندانی حالات: آپ سلطان فیروز شاہ کے امرائے نامدار میں سے تھے۔[1] بعدہ آپ کی شاہی خاندان سے رشتہ داری اس طرح سے ہوئی کہ محمود بن سلطان فیروز شاہ نے آپ کی بہن سے شادی کی۔ اس رشتہ سے آپ کے اعزاز میں اور اضافہ ہوا' آپ امرائے شاہی کی طرح زندگی گزارتے تھے۔

کایا پلٹ: آپ کا حضرت شیخ راجو قتال کی خدمت میں آنا جانا تھا۔ ایک دن حضرت شیخ راجو قتال نے آپ سے فرمایا۔

"سارنگ! اگر تم پانچوں وقت نماز پابندی سے پڑھنے کا وعدہ کرو تو میں تم کو شیخ جلال کے تبرک سے مالا مال کروں"۔

آپ نے وعدہ کیا اور پانچوں وقت کی نماز پابندی سے پڑھنا شروع کی۔ حسب وعدہ حضرت شیخ راجو نے حضرت شیخ جلال کا تبرک آپ کو عطا فرمایا' کچھ دنوں بعد حضرت شیخ راجو قتال نے آپ سے فرمایا کہ

"سارنگ! تم پانچوں وقت کی نماز پابندی سے پڑھتے ہو' یہ خوشی کی بات ہے' اگر تم چاشت اور اشراق کی نماز بھی پڑھنا شروع کردو تو کیا اچھا ہو' اگر تم نے ایسا کرنا شروع کیا تو میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ میں اور تم ایک برتن میں کھانا کھاویں گے"۔

آپ نے یہ بات بھی بخوشی قبول کی' حضرت شیخ راجو قتال کے ساتھ ایک برتن میں کھانا کھانا تھا کہ آپ کے قلب سے ظلمت و تاریکی دور ہوئی' باطن روشن ہوا' دنیا سے نفرت پیدا ہوئی' معبود حقیقی کی تلاش شروع کی۔

بیعت و خلافت: آپ نے سلوک کی راہ میں قدم رکھا۔ حضرت شیخ قوام الدین

جو حضرت مخدوم جہانیاں کے مرید اور خلیفہ ہیں' اپنے زمانے کے مشہور بزرگ تھے۔[2] آپ ان سے بیعت ہوئے اور انہیں سے خرقہ خلافت پایا۔ آپ حضرت شیخ یوسف ایرجی کے روحانی فیوض و برکات سے بھی مستفید و مستفیض ہوئے۔[3]

زیارت حرمین شریف: آپ اپنے تمام مال و جائداد سے دست کش ہو کر پاپیادہ حج کے لئے روانہ ہوئے۔ زیارت حرمین شریف سے مشرف ہو کر واپس تشریف لائے اور رشد و ہدایت میں مشغول ہو گئے۔

عطیہ: حضرت شیخ راجو قتال نے خرقہ اور دیگر تبرکات جو ان کو پیران طریقت سے ملے تھے' بغیر آپ کے مانگے آپ کے پاس بھیج دے۔ آپ نے لینے سے انکار کیا۔ وہ خرقہ اور تبرکات واپس کر دیئے۔ حضرت راجو قتال نے دوبارہ بھیجے' اس مرتبہ آپ کے پاس سہروردیہ سلسلہ کے ایک بزرگ جن کا نام حسام الدین ہے' تشریف رکھتے تھے۔ ان بزرگ نے آپ پر زور ڈالا کہ آپ وہ تبرکات قبول کر لیں' ان بزرگ کے اثر' اور ترغیب کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ نے حضرت راجو قتال کے بھیجے ہوئے تبرکات قبول کئے۔

وفات: آپ نے 847ھ میں وفات پائی۔[4] مزار لکھنوء سے کچھ فاصلہ پر ہے۔

خلیفہ: حضرت شاہ مینا آپ کے ممتاز خلیفہ ہیں۔

سیرت: آپ شغل باطن اور ذکر خفی میں ہمہ تن مشغول رہتے تھے۔ ترک و تجرید' عبادات و مجاہدات' توکل و قناعت' تحمل اور بردباری میں اپنی مثال آپ تھے۔

تاریخی یادگار: مشہور شہر "سارنگ پور" آپ نے اپنے نام پر آباد کیا تھا۔[5]

حواشی

1- انوار العارفین (فارسی ص 457، اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص 327

2- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص 326، انوار العارفین ص 457

3- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص 336

4- تذکرۃ العابدین ص 362

5- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص 327 انوار العارفین (فارسی) ص 457

باب 30

حضرت قاضی شہاب الدین دولت آبادی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت قاضی شہاب الدین دولت آبادی باکمال درویش تھے۔

تعلیم: آپ کو عربی اور فارسی میں دستگاہ حاصل تھی۔ حدیث و فقہ، صرف ونحو، تفسیر میں ماہر تھے۔ آپ قاضی عبدالمقتدر کے شاگرد تھے۔

بیعت و خلافت: آپ حضرت مولانا محمد خواجگی کے مرید اور خلیفہ تھے، آپ نے حضرت سید محمد اشرف جہانگیر سمنانی سے بھی فیوض و برکات حاصل کئے تھے۔

وفات: آپ نے 848 میں رحلت فرمائی۔[1] مزار جونپور میں ہے۔

سیرت: آپ کو اپنے زمانے میں بہت شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی۔ آپ نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں، آپ کی مشہور کتابیں حسب ذیل ہیں۔

حواشی کافیہ، ارشاد، قرین، بدیع البیان، بحر مواج، مناقب السادات۔ آپ نے اصول بزودی بر بحث امر تک شرح قلم بند کی ہے۔ تقسیم علوم میں ایک رسالہ ہے، فارسی میں ایک رسالہ صنائع آپ کی کاوش قلم کا نتیجہ ہے۔

قطعہ

ایں نفس خاکسار کہ آتش سزائے اوست
برباد گشت لائق بے آب کردن است
یک کس چناں فرست کہ پابر سرم نہد
ریزو ہمہ منی و تکبر کہ در من است

حواشی

1- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص 372

باب 31

حضرت شیخ احمد کھٹو رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ احمد کھٹو سر آمد اولیائے روزگار تھے۔

خاندانی حالات: آپ کے آباؤ اجداد دہلی میں رہتے تھے۔

نام: آپ کا نام شیخ احمد ہے۔

تعلیم: آپ نے دہلی میں تعلیم پائی۔

بچپن کا ایک واقعہ: ایک دن آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ دہلی میں کھیل رہے تھے۔ آندھی کا ایک طوفان آیا۔ اس طوفان نے آپ کو گھیر لیا اور وطن سے دور کسی جگہ پھینک دیا۔ بہت دنوں تک آپ ادھر ادھر پھرتے رہے۔ کھٹو میں ایک درویش بابا اسحاق مغربی رہتے تھے ان درویش سے آپ کی ملاقات ہوئی ان درویش نے آپ کو اپنے پاس رکھا۔ آپ نے انہیں کے سائے میں تربیت پائی۔

بیعت و خلافت: آپ حضرت اسحاق مغربی کے مرید اور خلیفہ ہیں بابا اسحاق مغربی کا سلسلہ حضرت شیخ ابو مدین مغربی تک پہنچتا ہے۔

ریاضت و عبادات: آپ کا جب دہلی میں قیام تھا تو آپ مسجد خان جہاں میں عبادت میں مشغول رہتے۔ آپ مجاہدات' ریاضات اوعبادت میں مشغول رہتے روزے رکھتے اور کھل کے ٹکڑے سے افطار کرتے۔ اپنے پیرو مرشد کی وفات کے بعد آپ نے ایک چلہ کھینچا' اورایک کھجور روز کھاتے تھے۔ اس طرح آپ نے چالیس روز تک چالیس کھجوریں کھائیں۔

زیارت حرمین شریف: آپ نے حرمین شریف کی زیارت سے مشرف ہونا چاہا' آپ کی خواہش پوری ہوئی' حرمین شریف کی زیارت سے فارغ ہو کر آپ نے

دریشوں کی صحبت سے استفادہ کیا اور ان کے روحانی فیوض سے مستفید و مستفیض ہوئے۔

سلاطین سے تعلقات: سلطان فیروز آپ کا معتقد و منقاد تھا۔ ظفر خان جو بعد میں سلطان مظفر کے لقب سے مشہور ہوا' اور گجرات کا بادشاہ ہوا' وہ بھی آپ کا معتقد تھا اور آپ کی بہت تعظیم و تکریم کرتا تھا۔

گجرات میں آمد: سلطان مظفر کی استدعا پر آپ دہلی سے گجرات تشریف لائے اور سرکھج میں بود و باش اختیار فرمائی۔

وفات: آپ کا مزار سرکھج میں ہے۔

مرید: محمود بن سعید ایرجی آپ کے ممتاز مریدوں میں سے ہیں۔

سیرت: آپ کا شمار مشائخ کبار میں سے ہے۔ آپ عابد ' زاہد ' متقی و پرہیز گار تھے عبادات ' ریاضات و مجاہدات میں زیادہ وقت گزار دیتے تھے جو کچھ آتا' وہ سب خرچ کر دیتے تھے۔ آپ کا لنگر عام تھا۔ آپ اپنے آپ کو لوگوں سے چھپانے کی کوشش کرتے تھے۔ سمرقند کا ایک واقعہ ہے کہ آپ ایک مسجد میں گئے' وہاں ایک عالم درس دے رہا تھا۔ بہت سے طالب علم درس میں موجود تھے۔ آپ نہایت خاموشی سے ایک طرف جا کر بیٹھ گئے۔ آپ کا لباس نہایت معمولی تھا۔ ایک طالب علم نے جو حسامی پڑھ رہا تھا' غلط اعراب پڑھے۔ آپ نے اس طالب علم کو ٹوکا' وہ عالم یہ سن کر آپ کی طرف متوجہ ہوا' آپ سے بہت عزت سے پیش آیا آپ کا امتحان لینے کی غرض سے اس عالم نے آپ سے علم اصول کے متعلق چند سوالات کئے۔ آپ نے ہر سوال کا جواب دیا۔ اس عالم کو سخت تعجب ہوا کہ اتنا علم ہوتے ہوئے بھی لباس معمولی پہن رکھا ہے اس سے رہا نہ گیا' آخر اس نے آپ سے دریافت کیا[1]۔

"تم نے باوجود اتنے علم کے ایسے حقیر سے کپڑے اور ٹوپی پہن رکھی ہے"

آپ نے جواب دیا

"ایک تو علم' دوسرے اگر اچھے کپڑے پہنوں تو نفس بد خوئی کرے اس درویش نے خاص کر خود کو اس لباس میں پوشیدہ رکھا ہوا ہے۔"

فرمان: درویشوں کی مجلس میں آنا تو آسان ہے، مگر سلامتی سے باہر جانا دشوار ہے۔[2]

کرامات: تیمور کے حملے کے وقت آپ دہلی میں تھے۔ حملے سے پندرہ روز قبل آپ نے لوگوں کو آگاہ کیا کر دیا تھا۔ اور آپ کے بعض مرید آپ کے حکم سے جونپور چلے گئے۔

آپ خود دہلی میں رہے۔ تیمور کے لشکر نے آپ کو گرفتار کیا۔ جب تیمور کو آپ کی بزرگی و عظمت کا علم ہوا، اس نے آپ کو رہا کیا اور آپ سے معذرت کا خواہاں ہوا، جب آپ قید میں رہے، غیب سے چالیس روٹیاں آتی رہیں اور آپ کو اور آپ کے معتقدین کو اس طرح کھانے کی کوئی تکلیف نہ ہوئی۔

حواشی

1- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ ص 332

2- تحفۃ المجالس

باب 32

حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ

حضرت قطب عالم، عالم میں مشہور ہوئے۔

خاندانی حالات: آپ مخدوم جہانیاں جہاں گشت حضرت سید جلال الدین بخاری کے پوتے ہیں۔

نام: آپ کا نام سید برہان الدین ہے۔

لقب: آپ کا لقب "قطب عالم" ہے اسی لقب سے مشہور ہوئے۔

گجرات میں آمد: آپ وطن سے ہجرت کر کے گجرات تشریف لے گئے اور گجرات ہی کو اپنی رشد و ہدایت کا مرکز بنایا۔

وفات: آپ نے 8 ذی الحجہ 857ھ کو انتقال فرمایا۔ 1 مزار مبارک بتوہ میں ہے' جو احمد آباد کے قریب ہے۔

سیرت: ترک و تجرید میں یگانہ روزگار تھے۔ عشق الٰہی سے سرشار تھے۔

کرامات: ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپ پانی میں تشریف لے گئے آپ کے پیر میں کوئی چیز لگی' چوٹ کا لگنا تھا کہ آپ نے فرمایا کہ جس چیز سے چوٹی لگی ہے 'کیا یہ پتھر ہے یا لوہا ہے یا لکڑی"

چنانچہ اس پتھر میں تینوں چیزیں پیدا ہو گئیں' پتھر کی صفت بھی اس میں ہے لوا بھی لوہا لکڑی بھی۔

حواشی

1- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ 234

باب 33

حضرت قاضی سید عبد الملک رحمۃ اللہ علیہ

المعروف بہ شاہ اجمل

حضرت قاضی سید عبد الملک المعروف بہ شاہ اجمل کئی سلسلوں سے وابستہ تھے۔ آپ سلسلہ چشتیہ جہانیہ و قادریہ و سہروردیہ میں حضرت سید جلال الدین بخاری المعروف بہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ نے حضرت قاضی شیخ قوم الدین دہلوی سے بھی خرقہ خلافت پایا۔ حضرت قاضی شیخ قوام الدین دہلوی کو حضرت نصیرالدین چراغ دہلوی کا مرید اور خلیفہ ہونے کا شرف حاصل تھا۔

وفات: آپ نے 25 رمضان 864ھ کو وفات پائی۔ آپ کا مزار بہرائچ میں مولوی شاہ نعیم اللہ کے مزار کے قریب واقع ہے۔

باب 34

حضرت شاہ مینا رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ مینا واقف رموز ربانی ہیں۔

والد ماجد: آپ شیخ قطب الدین کے صاحب زادے ہیں۔

نام: آپ کا نام شیخ محمد ہے۔ [1] آپ شیخ قوام الدین کی دعا سے پیدا ہوئے۔

لقب: آپ کو شاہ اور شیخ مینا کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔

لقب کی وجہ تسمیہ: "مینا" ایسا ہی لفظ ہے جیسے "میاں" کسی کو عزت اور پیار سے پکارتے ہیں۔ تو "میاں" کہہ کر پکارتے ہیں' شیخ قوام الدین کے لڑکے کا نام شیخ محمد تھا' ان کو عرف عام میں شیخ مینا کہتے تھے' وہ دنیاوی جاہ منصب کے حریص ہوئے اور اپنے والد کی مرضی کے خلاف شاہی دربار میں منسلک ہو گئے۔ اعزاز اور جاہ منصب تو ان کو حاصل ہو گیا' لیکن ان کے والد ان سے خفا ہو گئے۔ تعلقات اس قدر کشیدہ ہوئے کہ ان کے والد نے ان سے تعلقات منقطع کر لئے۔ انہوں نے اپنے والد کی خدمت میں جانے کا ارادہ کیا۔ والد سے معافی مانگنے کے خیال سے وہ وطن سے روانہ ہوئے' کسی نے ان کے آنے کی اطلاع شیخ قوام الدین کو بھی دی' یہ سن کر شیخ قوام الدین بہت خفا ہوئے اور غصہ کی حالت میں فرمایا کہ "میں نہیں چاہتا کہ وہ نابرخوردار میرے سامنے آئے" ان کا یہ فرمانا تھا کہ ان کے لڑکے شیخ محمد جن کو شیخ مینا کے لقب سے پکارا جاتا تھا' بیمار ہوئے اور راہی ملک بقا ہوئے۔

ان کے انتقال کے بعد شیخ قوام الدین نے اپنے ایک خاص خادم شیخ قطب الدین سے اپنی خواہش ظاہر کی کہ

"میں چاہتا ہوں کہ تمہارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہو' اور اس کا نام محمد مینا ہو اور فرزندوں کی جگہ نعم البدل کا حکم رکھتا ہو"

چنانچہ جب پیدا ہوئے تو آپ کا نام شیخ محمد رکھا گیا' اور آپ شیخ مینا کے لقب سے پکارے جانے لگے۔

پرورش: آپ نے شیخ قوام الدین کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی۔ 2۔

بیعت و خلافت: آپ حضرت سارنگ کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ 3۔

وفات: آپ نے 870ھ میں وفات پائی۔ مزار پر انوار لکھنؤ میں واقع ہے۔

خلیفہ: حضت شیخ سعد الدین خیر آبادی آپ کے ممتاز خلیفہ ہیں' انہوں نے آپ کے حالات ملفوظات جمع کئے ہیں۔

سیرت: آپ لکھنؤ کے صاحب ولایت ہیں' آپ ترک و تجرید میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے' آپ دینا اور دنیاوی معاملات سے الگ رہتے تھے۔ آپ عبادت' ریاضت اور مجاہدہ میں حقیقی خوشی پاتے تھے' حسب ذیل رباعی اکثر پڑھا کرتے تھے

ہر کہ مارا رنج داده راحتش بسیار باد | ہر کہ مارا یار بنودایزد اورایار باد
ہر گلے کر باغ عمرش' شگفت خار باد | ہرکہ اندر راه ماخار نہدا ازدشمنی

آپ رات کو دیوار پر بیٹھ کر عبادت میں مشغول رہتے تھے' تا کہ اگر نیند آئے تو دیوار پر سے نیچے گر پڑیں' آنکھ کھل جائے اور پھر عبادت میں مشغول ہوں۔ اگر زمین پر بیٹھ کر عبادت کرتے تو اپنے چاروں طرف کانٹے رکھ لیتے تھے' تا کہ اگر نیند کے غلبہ سے گریں تو کانٹوں پر گریں اور پھر ہوشیار ہو جائیں۔ جاڑے کے موسم میں اپنے کپڑوں کو پانی سے تر کرکے خانقاہ کے صحن میں بیٹھ کر عبادت میں مشغول ہوتے تھے۔

اقوال: اگر صوفی اپنی خواہش کی مطابقت کرتا رہے تو حاشاو کلا وہ صوفی نہیں ہو سکتا' راہ دین احمدی کا رہزن ہے۔

وضو کر کے کھایا جانے والا طعام تسبیح کرتا اور رگوں میں نور بن کر دوڑتا ہے۔

کرامات: آپ مادر زاد والی تھے۔ پانچ سال کی عمر میں آپ کو مکتب میں داخل کرایا گیا۔ آپ کے استاد نے آپ سے الف پڑھنے کو کہا' آپ نے کہا۔ "الف" پھر آپ کے استاد نے کہا۔ کہو "ب" آپ نے انکار کیا' جب استاد نے دوبارہ کہا تو

آپ نے جواب دیا کہ "الف" پڑھ لیا ہے' یہی کافی ہے۔ ب کی کوئی ضرورت نہیں۔

آپ نے الف کے اتنے معنی، حقائق، مضمرات و متعلقات بیان کئے کہ آپ کے استاد اور حاضرین کو سخت تعجب ہوا۔

حواشی

1- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص 328، انوار العارفین (فارسی) ص 457

2- انوار العارفین (فارسی) ص 457

3- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص 328

4- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص 329

باب 35

حضرت شاہ عالم رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ عالم سے عالم کی زینت ہے۔

خاندانی حالات: آپ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے بیٹے حضرت سید جلال الدین بخاری کے پرپوتے ہیں۔

والد: آپ کے والد کا نام سید برہان الدین ہے، جو قطب عالم کے لقب سے مشہور ہیں۔

نام: آپ کا نام مجن ہے۔

لقب: آپ کا لقب شاہ عالم ہے۔

بیعت وخلافت: آپ اپنے والد حضرت قطب عالم کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ آپ نے حضرت شیخ احمد کھٹو سے بھی فیض پایا تھا، اور نعمت سے مالا مال ہوئے تھے۔

وفات: آپ 880ھ میں جوار رحمت میں داخل ہوئے[1]۔ مزار احمد آباد میں ہے۔

سیرت: آپ استغراق میں محو رہتے تھ، اکثر قیمتی لباس زیب تن فرماتے تھے۔ آپ اپنے کو لوگوں سے چھپانے کی کوشش کرتے تھے۔ مشرب آپ کا ملامتیہ تھا، آپ صاحب کرامت بزرگ تھے۔

حواشی

1- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص 325

باب 36

حضرت شیخ سعد الدین خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ سعد الدین ترک و تجرید میں یگانہ روزگار تھے۔

تعلیم: آپ کو نحو و صرف، فقہ، حدیث اور تفسیر میں دستگاہ حاصل تھی، علم ظاہر بہت محنت سے حاصل کیا، آپ مولانا اعظم کے شاگرد تھے، جن کا مشہور علماء میں شمار تھا۔ آپ نے "عوارف المعارف" ان سے پڑھی، حضرت شاہ مینا سے اکثر عرض کیا کرتے تھے۔ کہ[1]۔

"حضرت مخدوم کو معلوم ہے کہ اس کتاب کے الفاظ کی تصحیح کے لئے طبع بندہ کافی ہے۔ اور معانی کا سمجھنا خود ان کے احوال شریف کا خاصہ ہے، اب ملاؤں سے پڑھنا کس لئے"۔

حضرت شاہ مینا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"بابا دیانت نہیں ہے کہ علم کے باوجود ترک تعلم کریں اور اپنے علم پر اکتفا کریں"۔

بیعت و خلافت: آپ حضرت شاہ مینا رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ ہیں۔

وفات: آپ نے 882ھ میں رحلت فرمائی۔ مزار خیر آباد میں ہے۔

مریدین: آپ کے خاص خاص مریدین حسب ذیل ہیں۔
شیخ صفی، شیخ مبارک سندیلوی، شیخ اللہ دیا خیر آبادی۔

سیرت: آپ جامع کمال شریعت و طریقت تھے اور علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ تھے۔ آپ نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ آپ کی مشہور تصانیف حسب ذیل ہیں:
شرح مصباح، کافیہ، حسامی، بزودی۔

آپ نے رسالہ مکیہ پر ایک شرح لکھی ہے، جس کا نام "مجمع السلوک" ہے، اس میں اپنے مرشد حضرت شاہ مینا رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و ملفوظات بھی قلم بند کئے ہیں۔

حواشی

1- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص 396

باب 37

حضرت شیخ حسام الدین مانکپوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ حسام الدین مانکپوری رحمۃ اللہ علیہ مشائخ کبار میں ہیں۔

خاندانی حالات: آپ کے دادا حضرت مولانا جلال الدین مانکپوری ایک خدا رسیدہ بزرگ تھے' وہ حضرت شیخ محمد سے بیعت تھے۔[1] حضرت شیخ محمد کو حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا خلیفہ ہونے کا فخر حاصل ہے' آپ شب بیدار تھے' رات عبادت میں گزارتے تھے' ہر روز اکتالیس مرتبہ سورۃ یٰسین پڑھنا آپ کا معمول تھا' قرآن شریف لکھ کر گزارہ کرتے تھے۔

والد: آپ کے والد بزرگوار حضرت مولانا خواجہ زاہد اور متقی تھے' ایک مرتبہ آپ کے ہاں تین روز کا فاقہ تھا' ایک شخص نے نذرانہ پیش کیا' آپ نے واپس کر دیا' گھر والوں کو یہ بات ناگوار ہوئی۔ آپ خاموش رہے ملک عین الدین مانکپوری نے آپ کو اسی قدر نذرانہ بھیجا جتنا کہ وہ شخص لایا تھا۔ آپ نے وہ نذرانہ قبول کیا اور اپنے گھر والوں سے فرمایا کہ خدا کا شکر ہے' جس نے پاک پیسہ دیا۔

تعلیم و تربیت: آپ نے علوم ظاہری کے اکتساب میں بہت محنت کی۔ فقہ' حدیث' تفسیر' صرف نحو میں استعداد حاصل کی۔

بیعت و خلافت: آپ حضرت شیخ نور الدین قطب عالم کے مرید اور خلیفہ ہیں۔

وفات: آپ نے 822ھ میں وصال فرمایا' مزار مبارک مانکپور میں ہے'

سیرت: آپ زہد و تقویٰ' قناعت و توکل' علم بردباری میں اپنی مثال آپ تھے۔ جامع علم شریعت و طریقت تھے۔

تعلیمات' آداب مریدی: آپ فرماتے ہیں کہ [2] "مرید کو ارادت کے بعد

پرانے حریفوں کے ساتھ نشست و برخاست نہیں کرنی چاہئے' کیونکہ وہ اس کو راستے سے بہکا دیں گے اور اس کے کام میں خلل آئے گا۔ اور دہلیز میں نہ بیٹھے' کیونکہ شیطان صفت لوگ آکر اس کو راستے سے بہکا دیں گے۔"

مرید و پیر: آپ فرماتے ہیں کہ [3] "مرید پیروں سے ایسی مشابہت رکھتے ہیں جیسے کپڑے میں پیوند' مگر صادق حقیقی مرید جو پیر کے کہنے پر چلتا ہے' اس کی مثال ایسی ہے' جیسے سفید کپڑے میں سفید پیوند کہ کپڑا دھونے سے بھی دھل جاتا ہے۔ اور سفید ہو جاتا ہے' ایسے ہی جو فیض کہ پیر کو پہنچتا ہے اور برخورداری بھی حاصل کرتا ہے۔ اور جو شخص کہ پیر کے کہنے پر چلے وہ رسمی مرید ہے۔' اس کی مثال ایسی ہے' جیسے سفید کپڑے میں سیاہ پیوند' اگرچہ اس کو فیض پہنچتا ہے' مگر اس کو اس فیض سے چنداں نفع نہیں ہوتا اور برخورادری بھی کم ہو جاتی ہے۔

"رسمی مریدوں کے حق میں یہ بات ہے کہ اگر وہ نیک ہیں تو ان کی وجہ سے جانے جائیں گے اور اگر بد ہیں تو ان کے طفیل ان کو بخشش دیں گے' یہ دولت کم نہیں ہے' بہرحال پیر ضرور ہونا چاہیے۔

اقوال: سالک ذکر کرنے سے عاشق ہوتا ہے اور فکر کرنے سے عارف'

○ فیض الٰہی ناگاہ پہنچتا ہے' لیکن دل آگاہ پر پہنچتا ہے' پس سالک کہ منتظر رہے کہ پردہ غیب سے کیا کشود ہوتی ہے۔

○ فراق کہاں ہے' یا وہ خود ہے' اس کا نور ہے یا اس کے نور کا پرتو ہے۔

○ اگر کوئی مقام تطلیت میں پہنچے تو بھی قرآن شریف کی تلاوت ترک نہ کرے' کم از کم ایک سپارہ ہر روز پڑھے۔

○ درویش کے پاس چار چیزیں ہونی چاہیں' دو ثابت اور دو شکستہ' دین اور یقین ثابت ہونا چاہیے اور پیر اور دل شکستہ۔

○ طمع مرض ہے' سوال کرنا سکرات ہے اور انکار کرنا موت ہے۔

○ دینا سایہ کے مانند ہے اور آخرت آفتاب کی مانند ہے' اگر کوئی سائے کی طرف جائے تو اس کو ہرگز نہیں پکڑ سکتا اور جب کوئی آفتاب کی طرف جائے گا۔ تو سایہ خود بہ خود اس کے ساتھ ہو جائے گا۔

○ اتنے شیریں نہ بنو کہ مکھیاں چاٹنے لگیں۔

○ سب لوگوں سے آمیختہ رہو' مگر کسی سے آویختہ نہ ہو۔

کرامات: ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپ کے یہاں فاقہ تھا۔ آپ کا ایک بچہ بھوک سے تنگ آکر آپ کے پاس آکر رونے لگا۔ بچے کے رونے سے آپ کے دل کو ٹھیس لگی۔ آپ کی زبان سے بے اختیار نکلا کہ:

اے عجبا چوں توئی ہچو منی راز بس

ابھی کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ ایک شخص خدمت میں حاضر ہوا اور کھانا پیش کیا ایک اور شخص نے ایک من ارد کی دال آپ کو پیش کی' آپ کو افسوس ہوا کہ اتنی سی بات کے لئے آپ کی زبان سے ایسا کلمہ کیوں نکلا۔

بیعت سے مشرف ہونے کے بعد آپ میں نمایاں تبدیلی ہوئی۔ آپ کو بہت کتابوں کے متن یاد تھے۔ وہ سب بھول گئے۔ مریدی کے بعد آپ کو ایسا علم حاصل ہوا کہ جس سے ہر چیز بخوبی سمجھ میں آتی تھی' آپ فرماتے ہیں۔ کہ:

"اگر کوئی چاہے تو ہدایہ کو سلوک میں لکھ دوں"

آپ ہر روز بلاناغہ پندرہ سپارے پڑھتے تھے' ایک دن آپ نے سنا کہ کئی کہتا ہے کہ:

"خوب پڑھتے ہو' جیسا کہ پڑھنا چاہیے ویسے ہی پڑھتے ہو۔

حواشی

-1 اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص 376

-2 رفیق العارفین

-3 رفیق العارفین

باب 38

حضرت شیخ درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ درویش محمد کے والد ماجد کا نام شیخ قاسم ہے۔

بیعت و خلافت: آپ سلسلہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت شیخ فتح اللہ اودھی سے بیعت تھے۔ اور ان سے خلافت پائی۔ اور سلسلہ چشتیہ جہانیاں و قادریہ و سہروردیہ میں آپ حضرت سید بڈہن بہرائچی سے بیعت تھے۔ اور ان کے خلیفہ بھی تھے۔[1]

وفات: آپ نے 16 محرم 896ھ کو وفات پائی۔ آپ کا مزار فیض آباد میں مرجع خاص و عام ہے۔

حواشی

1- سالک السالکین (جلد دوم) ص 425

حصہ پنجم

چشم بند و گوش بند و لب بہ بند
گر نہ بینی سر حق بر من بخند

باب 39

حضرت خواجہ حسین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ حسین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ جامع علوم معنی و صوری ہیں۔

خاندانی حالات: آپ حضرت حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ وحید الدین کی اولاد سے ہیں۔

بیعت و خلافت: آپ حضرت شیخ کبیر کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں ایک عرصے تک گجرات میں رہے' پھر اپنے وطن ناگور واپس ہوئے۔

اجمیر میں آمد: آپ اجمیر آئے اور دربار خواجہ غریب نواز میں مدتوں حاضر رہے۔ خواجہ غریب نواز کے مزار مبارک کی خدمت میں مشغول رہے' عبادت و مجاہدات کرتے رہے۔

واپسی: خواجہ غریب نواز کا حکم پا کر آپ اپنے وطن تشریف لے گئے' وہاں پہنچ کر تعلیم و تلقین میں مشغول رہے۔

ساز سامان: آپ کے پاس جو جائیداد تھی، یعنی مکان کنواں اور باغ وہ آپ نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر وقف کر دی تھی۔

آپ کے پاس ایک چھکڑا تھا۔ جو آپ کی سواری کے کام آتا تھا۔ اس چھکڑے کو خود ہانکتے تھے اور بیلوں کو جو اس میں جوتے جاتے تھے۔ خود ہی چرانے لے جاتے تھے۔

موئے مبارک کی زیارت: منڈو کے بادشاہ غیاث الدین خلجی نے آپ کو کئی مرتبہ بلایا' لیکن آپ تشریف نہیں لے گئے۔ سلطان غیاث الدین خلجی کے پاس سرور عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک کہیں سے آیا۔

سلطان نے آپ کو خبر کرائی ، آپ منڈو تشریف لے گئے اور موئے مبارک کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کے دیکھتے ہی موئے مبارک آپ کے ہاتھ میں آگیا۔

سلطان غیاث الدین خلجی نے آپ کی آمد اپنے لئے باعث خیر و برکت سمجھی، وہ آپ کو اپنے والد کی قبر پر لے گیا' آپ نے اس کے عرض کرنے پر اس کے لئے دعائے مغفرت کی۔

نذرانہ: سلطان غیاث الدین خلجی نے آپ کو نذرانہ اور تحائف پیش کیے آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ کے لڑکے کے دل میں یہ خیال آیا کہ اگر نذرانہ و تحائف قبول کر لیں تو کیا اچھا ہو۔ یہ بات آپ کو کشف سے معلوم ہوئی۔ آپ نے اپنے لڑکے سے مخاطب ہو کر فرمایا[1]۔

"یہ سانپ ہیں' سانپ کو بھی کسی نے پالا ہے"

آپ نے جب یہ دیکھا کہ صاحب زادے کی دلی خواہش ہے کہ نذرانہ قبول کیا جائے تو آپ نے اپنے صاحب زادے کو تاکید فرمائی۔

"اگر اس میں سے کچھ لے کر حضرت خواجہ بزرگ اور اپنے دادا کے روضہ کو بناؤ تو لے لو' کیونکہ اس باب میں اپنے پیر شیخ کبیر سے سنا ہے کہ تمہارے ہاتھ زر لگے گا' جس کو تم اپنے مشائخ کے روضوں پر صرف کرو گے" چنانچہ نذرانہ قبول کیا گیا اور حضرت خواجہ غریب نواز اور حضرت صوفی حمید الدین ناگوری کے مزارات پر وہ رقم خرچ کر دی۔

وفات: آپ نے 901ھ کو وفات پائی۔ مزار ناگور میں ہے۔

خلیفہ: حضرت شیخ احمد شیبانی آپ کے خلیفہ ہیں۔

سیرت: آپ کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت تھی۔ عشق رسول ﷺ میں آپ فنا تھے۔ آپ زہد و تقویٰ ، ذوق و شوق ، عشق و محبت اور علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ تھے'

آپ کی پوشاک بہت معمولی ہوتی تھی

آپ نے کئی کتابیں لکھی ہیں۔ آپ کے مکتوبات مشہور ہیں۔ آپ کی مشہور کتابیں حسب ذیل ہیں:

نورالنبی، آپ نے قسم ثالث مفتاح پر بھی شرح قلم بند کی ہے، اس کے علاوہ آپ نے سوانح شیخ احمد غزالی پر بھی شرح تحریر کی ہے۔

حواشی

1- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص 377

باب 40

حضرت شاہ کمال کتھیلی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ کمال کتھیلی مقتدائے راہ دین ہیں۔

خاندانی حالات: آپ بغداد کے ایک معزز خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔

والد: آپ کے والد ماجد کا نام سید محمد عمر ہے' وہ حافظ بھی تھے اور حاجی بھی تھے' وہ کامیاب طبیب ہونے کے علاوہ ایک عالم بھی تھے۔

ولادت: آپ نے 7 شوال 835ھ کو اس عالم کو زینت بخشی۔

نام: آپ کا نام کمال ہے۔

القاب: آپ کے القاب "سلب احوال" اور "لال ریال" ہیں۔

پیشین گوئی: حضرت فضیل قادری آپ کے یہاں تشریف لائے' آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور آپ کے والد سے آپ کے متعلق فرمایا کہ

ہادئی کامل و ولی عادل تمہیں ودیعت ہوا ہے' اس کی تربیت صحیح طور پر کیجئے' کیونکہ یہ بچہ اولیاء کے زمرے میں مراتب عالیہ پر فائز ہو گا' اس کی پرواز سدرۃ المنتہی تک ہو گئی' اس کا علم وسیع ہو گا' اور عمر دراز ہو گی۔

ابتدائی زندگی: بچپن ہی سے آپ میں ترک و تجرید کے آثار نمایاں تھے اور بچوں کی طرح کھیل کود میں دلچسپی نہیں لیتے تھے۔ جنگلوں میں گھومنا پھرنا آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ کھانا پینا بھی برائے نام تھا' اگر مل جاتا تو کھا لیتے ورنہ نہیں' بچپن ہی سے آپ حالت جذب میں رہتے تھے۔

ایک واقعہ: ایک روز جب کہ آپ حسب معمول گھر سے غائب تھے' آپ کے

والد ماجد آپ کی تلاش کے لئے نکلے۔ ایک جنگل میں پہنچ کر دیکھا کہ آپ ایک پیڑ کے نیچے مراقبہ میں بیٹھے ہیں' آپ کو اسی حالت میں روحانی قوت کے ذریعے معلوم ہوا کہ آپ کے والد ماجد وہاں تشریف لائے ہیں' آپ وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے' آپ کے والد ماجد آپ کے پیچھے ہو لئے' آپ تھوڑی دور چل کر غائب ہو گئے
آپ کے والد نے گھر آ کر یہ واقعہ بیان کیا۔

بیعت و خلافت: آپ کے والد نے آپ کی یہ حالت دیکھ کر بخوبی اندازہ لگا لیا کہ آپ کی تعلیم و تربیت ان کے بس کی نہیں۔ انہوں نے آپ کو فضیل قادری کے سپرد فرمایا' آپ کی تعلیم و تربیت فضیل قادری کے زیر نگرانی ہوئی' آپ بہت جلد علوم ظاہری کی تکمیل و تحصیل سے فارغ ہوئے۔

تعلیم و تربیت: آپ نے فضیل قادری کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ اور انہیں سے خرقہ خلافت پایا' آپ نے سلوک کے تمام مدارج طے کئے' ریاضت' عبادت اور مجاہدہ میں کوئی کسر اٹھا کر نہیں رکھی۔

پیرو مرشد کی ہدایت: آپ کے پیرو مرشد نے آپ کے روحانی کمالات سے خوش ہو کر آپ کو ہندوستان کی ولایت عطا فرمائی کہ ہندوستان جا کر تادم آخر رشد و ہدایت میں مشغول رہیں۔

سیرو سیاحت: بغداد سے روانہ ہو کر آپ نے عراق' ایران' مشہد' نجف اشرف تبریز' اصفہان کی سیروسیاحت فرمائی' بہت سے کامل درویشوں سے ملے اور ان کے فیض باطنی سے مستفید ہوئے۔

ہندوستان میں آمد: سیروسیاحت فرماتے ہوئے آپ ہندوستان پہنچے' ٹھٹھ میں پہنچ کر ایک سال قیام فرمایا' وہاں ملا سید محمد مدرس کو بیعت کیا اور خرقہ خلافت سے سرفراز فرمایا۔

ٹھٹھ سے آپ ملتان تشریف لے گئے' وہاں حمید خان نے آپ کا شاندار استقبال کیا۔ ملتان سے آپ لدھیانہ میں رونق افروز ہوئے۔ لدھیانہ سے آپ پائل (سرہند کے قریب) تشریف لے گئے۔

کھتیل میں قیام: پائل سے کھتیل تشریف لے گئے اور کھتیل کو اپنی رشدوہدایت کا

مرکز بنایا۔ کتھیل میں مفتیوں کا اقتدار تھا' ان کی پانسو پالکیاں نکلا کرتی تھیں' مفتی طرح طرح سے آپ کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے' بہت سے لوگ مفتیوں کے بہکانے سے آپ کے مخالف ہو گئے' وہ طرح طرح سے آپ کو اذیت پہنچانے لگے۔

مفتی اپنی فتنہ پردازیوں سے باز نہ آئے' ایک دن آپ کو غصہ آہی گیا اور آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے۔

"مفتیان کی جڑ اللہ شہ کمال نے پٹی"

اس کے بعد مفتیوں کا اقتدار گرنا شروع ہوا' یہاں تک رفتہ رفتہ سب نیست و نابود ہو گئے۔

آپ کتھیل میں بلا روک ٹوک رشد و ہدایت فرماتے' لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے' آپ کا حلقہ ارادت روز بروز بڑھتا گیا۔

شادی اور اولاد: آپ کے تینوں صاحب زادوں حضرت شاہ عمادالدین' حضرت شاہ موسیٰ ابو المکارم اور حضرت نور الدین صاحب کشف و کرامات تھے' ریاضت مجاہدہ اور تزکیہ نفس میں بے نظیر تھے۔

وفات: آپ کو شغل میت سے کافی دلچسپی تھی' اس شغل میں کئی کئی مہینے گزر جاتے تھے' آپ اپنے حجرے سے چھ چھ مہینے باہر تشریف نہیں لاتے تھے' ایک مرتبہ آپ کے صاحب زادے حضر شاہ عمادالدین آپ کے حجرے کی طرف سے گزرے' انہوں نے دراوزے میں جھانک کر دیکھا کہ آپ بے حس و حرکت لیٹے ہیں' دروازہ اتارا گیا' قریب جا کر جب آپ کو دیکھا تو مردہ پایا نبض غائب تھی۔

غسل دیتے وقت آپ نے حرکت کی اور غسال سے فرمایا کہ "ہمارے مرنے کی خبر تمام شہر میں پھیل گئی ہے"

غسال نے جواب دیا کہ جی ایسا ہی ہے۔

یہ سن کر آپ نے فرمایا "اچھا ہم جاتے ہیں"

یہ کہا اور جان شریں جاں آفرین کے سپرد فرمائی۔[1] اس طرح آپ کف وفات 19 جمادی الثانی 921ھ کو واقع ہوئی۔[2]

آپ کا مزار مبارک کتھیل میں مرجع خاص و عام ہے۔

خلفاء: آپ کے مشہور خلفاء حسب ذیل ہیں۔

ملا محمد مدرس، شاہ سکندر، شاہ موسیٰ، شیخ جلال الدین، کہکہ ملتانی، شاہ یوسف غوث بھکری، شیخ عبدالرحمٰن سرہندی محمد خان تاشقندی ہاشم نجوتوی خواجہ امان اللہ حسینی شیخ مودود قادری، خواجہ فتح علی خاں خواجہ عین الدین کلانوری خواجہ اسحاق، باوا شیل پوری شیخ عبدالاحد

سیرت پاک: آپ کو حضرت غوث اعظم میران محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی روح پر فتوح سے براہ راست اویسی طریقے سے فیض حاصل تھا۔ کئی بزرگ ہستیوں نے آپ سے جلاؤ بقاء پائی، جس میں حضرت عبدالاحد، حضرت شاہ ہاشم بنوتی، حضرت شیخ طاہر بندگی اور باوا سیتل پوری قابل ذکر ہیں۔

آپ کی ذات ستودہ صفات کے ذریعہ سے سلسلہ قادریہ کو کافی فروغ و عرف حاصل ہوا، آپ کی شخصیت، عظمت و بزرگی کا اندازہ حضرت مجدد الف ثانی کے ان الفاظ سے بخوبی ہوتا ہے[1]۔

"ہم کو جب خاندان قادریہ کے مشائخ کا کشف ہوتا ہے تو بعد حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے شاہ صاحب جیسا کوئی بزرگ نظر نہیں آتا۔

آپ صاحب کرامت اور صاحب تصوف بزرگوں میں سے تھے۔ "جن کی نظیر اولیائے متقدمین میں کم نظر آتی ہے۔

آپ کی قدر و منزلت سے کوئی انکار کی جرات نہیں کر سکتا، آپ کھیل کے صاحب ولایت تھے، آپ کا شمار کاملین اولیائے کرام میں ہوتا ہے، حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں۔[4] "مجھے نسبت فردینہ جس سے عروج آخر مخصوص ہے، اپنے والد ماجد شیخ عبدالقادر بن زین العابدین سے حاصل ہوئی اور انہیں ایک بزرگ حضرت شاہ کمال قادری قدس سرہ سے جن کو جذبہ قوی حاصل تھا اور خوارق عادات میں شہر آفاق تھے، ہاتھ آئی۔

آپ کو جلال بہت تھا، کوئی صاحب ولایت کھیل کے قریب بغیر آپ کی اجازت کے نہیں آ سکتا تھا، اگر کوئی ہمت کرتا تو اس کی ساری صلاحیتیں سلب کر لیتے تھے۔ آپ نے اپنے بڑے صاحب زادے شاہ عماد الدین کی صلاحیتیں ان سے کرامت سرزد ہونے پر سلب کر لی۔ آپ کے چھوٹے صاحب زادے نور الدین سے جب کرامت سرزد ہوئی۔ تو آپ نے ان کے سینے پر اپنا ہاتھ پھیرا، ہاتھ پھیرنا تھا کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

آپ اتباع سنت نبوی ﷺ کے سخت پابند تھے، کوئی کام شرع شریف کے خلاف نہیں کرتے تھے۔ آپ تمام روحانی اور اخلاقی خوبیوں سے آراستہ تھے۔ ریاضت اور مجاہدہ میں فقید المثال اور عبادت اور فقر میں بے نظیر تھے۔ فقر و غنا کا دامن کسی خجالت میں بھی نہیں چھوڑتے تھے۔ آپ سرخ رنگ کا لباس زیب تن فرماتے تھے، کبھی کبھی آپ فوجی طرز کا لباس بھی پہنتے تھے۔

ارشادات: آپ فرماتے ہیں۔

"سالک مثل میت ہے، اور یہ غسال کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ ٹھنڈے پانی سے غسل دے یا گرم سے، میت کو کوئی حق نہیں کہ وہ غسال کے سامنے لب کشائی کرے۔

کشف و کرامات: ایک ہندو فقیر اپنی آنتوں کو نکال کر کتھیل کے تالاب کے کنارے صاف کرایا کرتا تھا۔ ایک روز آپ کا ادھر سے گزر ہوا، آپ یہ دیکھ کر مسکرائے اور واپس تشریف لے آئے آپ کے آنے کے بعد جب باوا سیتل پوری نے اپنی آنتوں کو اندر رکھنا چاہا تو وہ ٹھیک نہیں بیٹھیں، وہ پریشان ہوئے۔ آپ کے پاس آکر اپنی پریشانی کی وجہ ظاہر کی۔[5]

آپ نے ان کو توجہ دی، ان کا سینہ عشق الٰہی کا گنجینہ ہو گیا۔ ظلمت دور ہوئی، حجابات اٹھ گے، وہ آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے، آپ نے ان کو کلاہ دے کر سرفراز فرمایا۔

ایک روز باوا سیتل پوری آپ کے یہاں گئے، آپ کے چھوٹے صاحب زادے کو پژمردہ، ناتواں اور کمزور دیکھ کر ان سے وجہ پوچھی، بوجہ کم عمری وہ وجہ نہ چھپا سکے۔ انہوں نے صاف صاف بتا دیا کہ کئی دن کھانا کھائے ہو گئے ہیں۔ باوا سیتل پوری یہ سن کر بے چین ہو گئے، فوراً واپس گئے اور ایک پارس پتھر لے کر واپس آئے، پارس پتھر پیش کرتے ہوئے انہوں نے عرض کیا کہ اس سے اگر لوہے کو مس کیا جائے لوہا سونا بن جاتا ہے۔

کچھ دنوں کے بعد جو باو سیتل پوری پھر در دولت پر حاضر ہوئے تو وہی حالت دیکھ کر حیران ہوئے کہ سنگ پارس کے ہوتے ہوئے یہ افلاس یہ غربت اور یہ ناداری اتنے میں آپ تشریف لائے اور باوا سیتل پوری سے فرمایا کہ آؤ باہر چلیں، دونوں کچھ دور گئے ایک مقام پر پہنچ کر آپ نے استنجا کر کے ڈیلا زمین پر زور سے

دے مارا، جہاں ڈیلا گرا وہ زمین سونے کی ہو گئی۔
آپ نے باوا سیتل پوری سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جتنا چاہو بلا تکلف اٹھالو، پھر فاقہ کشی کی وجہ بتاتے ہوئے فرمایا کہ فاقہ کشی کی اصل وجہ یہ ہے کہ سنت رسول ﷺ ادا کر رہا ہوں۔
بعد ازاں باوا سیتل پوری کا پیش کردہ سنگ پارس دریا میں ڈلوا دیا۔

حواشی

-1 گلزار الخوارق
-2 جواہر مجددیہ
-3 جواہر مجددیہ
-4 مبدآ و معاد (آردو ترجمہ) ص 3,2
-5 گلزار الخوارق

باب 41

حضرت شیخ بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ بہاء الدین قادری سلسلہ کے ممتاز بزرگ تھے۔ شطاری مشرب کی پیروی کرتے تھے۔

والد: آپ کے والد کا نام ابراہیم تھا' وہ عطااللہ انصاری کے صاحب زادے تھے[1]۔

وطن: آپ کا وطن قصبہ جنید تھا۔

بیعت و خلافت: آپ قادری سلسلہ میں بیعت تھے' سلسلہ قادریہ سے جو آپ کو نسبت حاصل تھی' آپ اس پر فخر کرتے تھے' اپنی نسبت کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"تلقین کی شیخ السماوات والارض' شیخ محی الدین عبدالقادر الجیلی نے اپنے بیٹے شیخ عبدالرزاق کو اوز تلقین کی' شیخ عبدالرزاق نے شیوخا شیخ میرے شیخ و مرشد سید احمد الجیلی القادری الشافعی تک اور میرے شیخ نے تلقین کئے مجھ کو تمام اذکار' اور پہنایا مجھ کو خرقہ قادریہ حرم شریف میں کعبہ کے پاس اور اجازت دی مجھ کو مطلقہ کہ اجازت دوں' میں اس کو جو مجھے سے اجازت مانگے اور تلقین کروں اور پہناؤں خرقہ اس کو مجھے سے تلقین چاہیے۔"

وفات: آپ کا 961ھ میں وصال ہوا[2]۔

سیرت: آپ صاحب کرامت بزرگ تھے۔ آپ کو خوشبو سونگھنے کا بڑا شوق تھا۔ ایک عالم باعمل تھے' آپ نے شطاری مشرب پر کتاب لکھی ہے۔

تعلیمات: شطاری مشرب کے مضمرات و متعلقات کے متعلق آپ فرماتے ہیں۔

"طریق شطاریہ کے اصول میں (10) دس چیزیں ہیں۔

اول۔ توبہ اور سوائے خدا کے کل مطلوب سے خروج ہے۔

دوم۔ زہد ہے۔ دنیا اور اس کی محبت سے اور اس کے اسباب سے، اور اس کی شہوتوں سے تھوڑی ہو یا بہت۔

سوم۔ توکل اور وہ اسباب سے خروج ہے۔

چہارم۔ قناعت اور وہ نفسانی شہوتوں سے نکلنا ہے۔

پنجم۔ عزلت اور وہ خلقت کی مخالطت سے گوشہ نشینی اور انقطاع کے ساتھ نکلنا ہے، جیسے موت کے ساتھ ہوتا ہے۔

ششم۔ حق کی طرف توجہ اور وہ خروج ہے، ہر بلانے والے سے۔ جو بلائے غیر حق کی طرف، جیسے موت کے ساتھ ہوتا ہے کہ نہ باقی رہتا ہے کوئی مطلوب اور نہ محبوب اور نہ مرغوب اور نہ مقصود سوائے، خدا کے۔

ہفتم۔ صبر اور وہ نکلنا ہے، نفس کے خطوط سے مجاہدہ کے ساتھ۔

ہشتم۔ رضا اور وہ نکلنا ہے، نفس کی رضا سے خدا کی رضا میں داخل، ہونے کے ساتھ - احکام ازلیہ کی تسلیم اور تدبیر الٰہی کی طرف تفویض کے ساتھ بغیر اغراض کے جیسے موت کے ساتھ ہوتا ہے۔

نہم۔ ذکر اور وہ نکلنا ہے، ماسوائے اللہ کے ذکر کے۔

دہم۔ مراقبہ اور وہ نکلنا ہے، اس کے وجود اور قوت سے جیسے موت کے ساتھ ہوتا ہے"

خدا تک پہنچنے کے طریقے: خدا تک پہنچنے کے طریقوں کے متعلق آپ اس طرح فرماتے ہیں۔ "خدا تک پہنچنے کے طریقے خلقت کے انفاس کے برابر ہیں، لیکن اس میں سے تین طریقے مشہور و معروف ہیں۔

پہلا طریقہ اخیار کا ہے۔ اور وہ صوم وصلوۃ و تلاوت قرآن و حج و جہاد ہے۔ اس راستے کے چلنے والے بہت مدت میں تھوڑا مقصود حاصل کرتے ہیں۔

دوسرا طریقہ۔ اصحاب معاہدات و ریاضات کا ہے، اور یہ اخلاف ذمیمہ کا بدل دینا کا نفس کا تزکیہ کرنا، دل کا تصفیہ اور روح کا تحلیہ ہے، اس میں راستے سے پہنچنے والے اس راستے سے پہنچنے والوں سے زیادہ ہیں۔

تیسرا طریقہ شطاریہ کا ہے، اس راستے سے پہنچنے والے ابتداء میں زیادہ

ہیں۔ اور راستوں کے چلنے والوں سے انتہا میں۔ اور یہ ان دونوں طریقوں سے اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا زیادہ قریب راستہ ہے۔

حواشی

1- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) صفحہ 407

2- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) صفحہ 48

باب 42

حضرت شیخ احمد مجد شیبانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ مجد شیبانی کی اولاد سے ہیں۔

خاندانی حالات: آپ حضرت شیخ احمد مجد شیبانی کی اولاد سے ہیں۔

والد: آپ کے والد کا ماجد کا نام قاضی مجد الدین تھا' جو قاضی تاج الافضل بن شمیش الدین شیبابی کے لڑے تھے۔

پیدائش: آپ نار نول میں پیدا ہوئے۔

بھائی: آپ کے چھ بھائی تھے' سب سے بڑے آپ تھے۔

تعلیم و تربیت: آپ کو کل علوم میں دستگاہ حاصل تھیں آپ کو مناظرہ کا بہت شوق تھا۔ جب آپ طالب علم تھے' اسی وقت سے آپ علماء کی صحبت میں رہتے تھے اور ان سے بحث کرتے تھے۔ بادشاہوں اور امیروں کی مجلس میں جاتے اور بے تکلف بحث کرتے' آپ کو عربی و فارسی میں تقریر کرنے کی خوب مہارت تھی۔

بیعت و خلافت: آپ حضرت خواجہ حسن ناگوری سے بیعت ہوئے اور خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے۔ -

کایا پلٹ: مرید ہونے کے بعد آپ نے بحث و مباحثہ کرنا چھوڑ دیا۔ بادشاہوں اور امیروں کی صحبت سے اجتناب کیا۔

اجمیر میں آمد: اٹھارہ سال کی عمر میں آپ اپنے وطن نار نول کو چھوڑ کر اجمیر آئے اور دربار خواجہ غریب نواز میں رہنے لگے۔ اجمیر میں (70) ستر سال رہے۔ {ص1}
خواجہ غریب نواز کا روحانی اشارہ پا کر آپ نے اجمیر کے باشندوں کو اجمیر پر آنے

والی مصیبت سے آگاہ کر دیا تھا' اور خود بھی اجمیر سے چلے گئے۔

واپسی: اجمیر سے آپ اپنے وطن نار نول تشریف لائے۔

بشارت: ایک دن کا واقعہ ہے کہ ایک مجذوب جب کا نام اللہ دین تھا' آپ کے پاس آئے اور آپ سے کہا[2]۔

"احمد! تجھ کو آسمان پر بلاتے ہیں' اپنے پیر کے پاس جا"

ادھر مجذوب کے فرمانے سے اور کچھ جو خواب آپ نے اس قسم کا دیکھا' اس کی وجہ سے آپ ناگور تشریف لے گئے۔

وفات: اللہ اکبر کہتے ہوئے آپ نے 25 صفر 927ھ کو جان شیریں جان آفرین کے سپرد کی۔[3] مزار ناگور میں ہے۔

خلیفہ: ملانا رنولی آپ کے مرید ہیں۔ مولانا عبدالقادر آپ کے خلیفہ ہیں۔

سیرت: آپ عالم' زاہد' متقی' پرہیزگار' اور متدین تھے' دینا اور اہل دنیا کی آپ کی نگاہ میں کوئی وقعت نہ تھی' عشق رسول ﷺ میں سرشار تھے۔ خاندان سادات کی بے حد تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ مجذوبوں سے نہایت انکساری سے پیش آتے تھے۔ اپنی تعریف پسند نہیں کرتے تھے۔ اگر کوئی مرید آپ کی تعظیم و توقیر کرتا اور آپکو عزت سے پکارتا تو آپ فرماتے

"احمد موذی زیاں کار"

آپ معمولی قسم کے کپڑے زیب تن فرماتے تھے۔ آپ کے پاس ایک خاص پوشاک اور ایک دستار رہتی تھی' یہ خاص کپڑے عید اور جمعہ کی نماز کے موقع پر پہنتے تھے یا اگر کوئی دنیا دار آتا تھا' جب پہنتے تھے۔

سماع کا شوق تھا۔

ہمت و جرات: تلاش معاش کے سلسلہ میں آپ منڈو گئے۔ اس وقت آپکی عمر بہت کم تھی شیخ محمد دہلوی نے جو شیخ الاسلام تھے' امام سے پہلے نماز میں نیت باندھ لی۔ نماز ختم ہوئی' کسی نے کچھ نہیں کہا' آپ نے شیخ محمود دہلوی سے کہا کہ ان کی نماز نہیں ہوئی' کیونکہ انہوں نے امام سے پہلے نیت باندھی تھی۔

منڈو کے بادشاہوں کے سامنے جب لوگ جاتے تھے تو جھک کر اور انگشت

شہادت کو زمین پر رکھ کر سلام کرتے تھے۔

آپ نے بادشاہ کو اس طرح سلام کیا۔ اور فرمایا کہ اس طرح سلام کرنا اسلامی تعلیم کے خلاف ہے اور یہ طریقہ بدعت ہے' آپ جب بادشاہ کے سامنے گئے تو سلام علیکم کہا اور اس کے برابر بیٹھ گئے۔

فرمان: آپ فرماتے ہیں کہ [4]۔

"اہل دین کو اہل دنیا کے سامنے ذلیل نہ ہونا چاہیے' کیوں کہ وہ لوگ بظاہر بین ہیں"

کرامت: جس زمانے میں آپ کا اجمیر میں قیام تھا' آپ نے لوگوں کو آگاہ کر دیا تھا کہ اجمیر پر مصیبت آنے والی ہے' آپ بفرمان خواجہ غریب نواز اجمیر سے باہر چلے گئے۔

حواشی

1- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) صفحہ 387

2- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) صفحہ 381

3- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) صفحہ 381

باب 43

حضرت خواجہ خانو رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ خانو رحمۃ اللہ علیہ مشہور اولیاء میں سے ہیں۔

بیعت وخلافت: آپ حضرت خواجہ حسین ناگوری کے مرید ہیں۔ آپ نے حضرت شیخ اسماعیل شیخ حسین سرمست سے بھی خرقہ خلافت لیا۔

خواجہ بزرگ سے استفادہ: آپ خواجہ خواجگاں حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے بہت عقیدت رکھتے تھے۔ اور ان کی روح سے مستفید و مستفیض تھے۔

وفات: آپ کی وفات 940ھ میں ہوئی[1]۔ مزار پر انوار گوالیار میں ہے۔

خلفاء: آپ کے خلفاء حسب ذیل ہیں۔
شیخ نظام نارنوی، شیخ اسمٰعیل اور شیخ منور۔

سیرت: آپ کسی کی تعظیم کے لئے کھڑے نہیں ہوتے تھے۔ جب آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا کہ[2]۔

میں بوڑھا اور ضعیف ہو گیا ہوں' ہر آنے جانے والے کی تعظیم کے لئے قیام نہیں کر سکتا' بعض کے لئے خصوصیت سے قیام کرنا حال فقراء کے لائق نہیں' مجھ کو معذور رکھیں"

حواشی

1-2- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) ص 546

باب 44

حضرت مولانا شیخ جمالی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ مولانا شیخ جمالی برہان ملت ہیں، گنج عزلت ہیں، بادشاہ عالم راز ہیں، راز دار جہاں نواز ہیں۔

نام اور تخلص: پہلے آپ کا نام حامد بن فضل اللہ تھا، آپ کے پیرو مرشد حضرت مخدوم حضرت سماء الدین سہروردی نے آپ کا نام جمالی رکھا۔[1] یہ بھی کہا جاتا ہے کہ پہلے آپ کا نام جلال خاں تھا، لیکن اپنے پیرو مرشد کے حکم سے آپ نے اپنا نام جمال خاں رکھا،[2] پہلے آپ کا تخلص جلالی تھا، پھر پیرو مرشد کے حکم سے آپ نے اپنا تخلص جمالی رکھا۔

تعلیم و تربیت: صغر سنی میں آپ کے سر سے والد کا سایہ اٹھ گیا۔ اپنی خدا داد استعداد اور قابلیت فطری کے سبب عمدہ تعلیم و تربیت سے بہرہ مند ہوئے، آپ نے علوم رسمی میں فضیلت حاصل کی۔

بیعت و خلافت: علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد آپ نے شمع عقیدت قلبی کو قندیل مرشد سے روشن و منور کیا۔ حضرت مخدوم سماء الدین سہروردی کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور خلافت طریقت سے سرفراز ہوئے۔ پیر روشن ضمیر کی خدمت میں رہ کر عبادات، ریاضات اور مجاہدات کئے اور آخر کار درجہ کمال کو پہنچے۔ پیرو مرشد کو وضو کرانے کی خدمت آپ کے سپرد تھیں رومال، طشت اور لوٹا، آپ اپنے پاس رکھتے تھے، آپ شہر سے باہر جا کر پیرو مرشد کے واسطے استنجے کے ڈیلے ٹوکری میں بھر کر اور ٹوکری سر پر رکھ لیتے تھے۔

پیرو مرشد کی آپ سے محبت: آپ کے پیرو مرشد کو آپ سے بے حد انس تھا، آپ خود فرماتے تھے۔

"حضرت مخدوم کو فقر کے ساتھ از حد محبت تھی' جب میں بیت اللہ کو گیا' ہمیشہ میرے حق میں تہجد کے وقت یہ دعا فرماتے تھے۔

اللھم ارجع الجمالی الینا سالمًا و ما نمادر زقنا مشاہدۃ جمالہ و نورینی بنور لقائہ برحمتک یاارحم الراحمین

ترجمہ: اے خدا! پہنچا دے جمالی کو میرے پاس صحیح و سالم اور روزی کر مجھ کو اس کے جمال کا دیکھنا اور روشن کر میری آنکھیں اس کے نور دیدار کے ساتھ رحمت اپنی کے۔ اپنے سب رحم والوں سے زیادہ رحم والے۔ آپ فرماتے ہیں کہ۔

"جب زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہو کر شرف اندوز ملازمت ہوا بغل گیر ہوئے' پیار کیا اور فرمایا۔ میری برسوں کی دعا جو تہجد کے وقت کیا کرتا تھا۔ فضل الٰہی سے مقرون باجابت ہوئی"

سیرو سیاحت: آپ نے بحکم سیرو فی الارض دنیا کی خوب سیر کی اور خداوند تعالیٰ کی کاریگری اور اس کی صفات کو دیدہ حق بین سے خوب دیکھا حرمین شریف کی زیارت سے مشرف ہوئے' مدینہ منورہ پہنچ کر فیضان بنوی سے مستفیض و مستفید ہوئے۔ ملتان' مصر بغداد' بیت المقدس' روم' شام' عراق' عرب و عجم' آزربایجان' گیلان' مازندران' خراسان' بہت سے ممالک کی سیر کی اور بہت سے اولیائے کرام و پیران عظام و شعراء نامدار سے ملاقات کی۔ {3ص}

ملتان میں آپ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر حاضر ہوئے اور شیخ صدر الدین سے ملاقات کی۔ ہرات میں آپ حضرت شیخ صوفی' حضرت شیخ عبدالعزیز جامی' مولانا نورالدین جامی' حضرت مولانا مسعود شروانی اور مولانا حسین سے ملے۔ بغداد میں آپ نے غوث الاعظم پیران پیر اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے مزارات پر حاضر ہو کر دولت سرمدی حاصل کی۔

ہرات کا ایک واقعہ: جب آپ ہرات پہنچے' پریشان حال تھے۔ آپ کے جسم مبارک پر صرف ایک تہ بند تھا۔ کوئی دوسرا کپڑا نہیں تھا۔ آپ حضرت جامی سے اسی حال میں ملنے گئے۔ سلام علیکم کر کے حضرت جامی کے برابر بیٹھے' یہ بات حضرت جامی کو ناگوار گزاری' انہوں نے آپ سے کہا۔

"میان خرو توچو فرق است"

(گدھے میں اور تجھ میں کیا فرق ہے)

یہ سن کر آپ نے بالشت بیچ میں رکھ دی۔ حضرت جامی حیران ہوئے کہ یہ کون شخص ہے' آپ پوچھا "کیستی" (تم کون ہو؟) آپ کا کلام آپ کی زندگی میں وہاں مشہور ہو چکا تھا۔

حضرت جامی نے پوچھا۔

"از نخنان جمالی چیزے وای"

(کیا جمالی کی کوئی چیز یاد ہے۔)

آپ نے جامی کو کچھ اشعار سنائے' پھر حضرت جامی نے آپ سے ریافت کیا۔ "طبع شعرداری" (تم شعر کہتے ہو) آپ نے حسب حال شعر کہا۔

ماراز خاک کویت پیراہن است برتن آنہم زآب دیدہ صد چاک تابدامن

آپ نے یہ شعر پڑھااور آپ کی آنکھوں میں ایک سیلاب اشک رواں ہو گیا۔ حضرت جامی سمجھ گئے۔ یہی جمالی ہیں' وہ اٹھ کر آپ سے بغل گیر ہوئے اور تعظیم و تکریم کی۔[4]

حضرت جامی نے نہایت عزت کے ساتھ اپنا مہمان رکھا۔

بادشاہوں سے تعلقات: سلطان سکندر لودھی آپ کا معتقد تھا اور آپ سے انتہا درجے انس رکھتا تھا۔ وہ خود شاعر تھا۔ اس کا تخلص "گلرخی" تھا' وہ آپ سے اصلاح لیا کرتا تھا' جب آپ عراق' شام' اور عرب سے واپس دہلی تشریف لائے تو اس وقت سکندر لودھی سنبھل میں تھا' جب اس کو آپ کے آنے کا علم ہوا' اس نے ایک خط نظم میں لکھ کر آپ کی خدمت میں روانہ کیا' وہ حسب ذیل ہے۔

رقعہ منظومہ سلطان سکندر بن بہلول بنام آب و رنگ لالی بے مثال

شیخ جمالی دھلوی

آں مخزن گنج لایزالی	وے سا ک راہ دین جمالی
درگرد جہاں بسے زدہ سیر	در منزل خود رسیدہ بالخیر
بودی تو مسافر زمانہ	الحمد کہ آمدی بخانہ
درد مکہ و مدینہ گشتی	گوہر بودی خزینہ گشتی
اے شیخ جابرس بزودی	بسیار مسافرت نمودی
بکشائے بسوائے در گھم گام	

جشم بکمال توطیاں است　　دل مرغ مثال درفغان زاست
من اسکندر تو خضر مائی　　آں بہ کہ بسوائے مابیابی
درشیخ زدوستان شد سیر　　تشریف نمودنش کشد دیر
ازمہر کشد دو دیدہ رانور　　آہ مہ نشو زدیدہ ام دور

بابر اور ہمایوں کو بھی آپ سے بے حد محبت تھی' وہ دونوں بادشاہ بھی آپ کا بڑا اعزازو اکرام کرتے تھے اور کئی بار گلہائے عقیدت پیش کرنے آپ کے در دولت پر حاضر ہوئے[5]

شادی اوراولاد: آپ کے دو لڑکے تھے شیخ عبدالحی اور عبدالصمد عرف شیخ گدائی۔

وفات شریف: آپ نے 10ذیقعد 942ھ کو وصال فرمایا' آپ کا مزار مبارک مہرولی میں واقع ہے۔ آپ کا مقبرہ عالی شان ہے۔ آپ کی تاریخ وفات "خسرو ہند بودہ" ہے۔ اس کے علاوہ "طالب اہل جمال معرفت" اور "ماہ خلد بریں" بھی آپ کی وفات کی تاریخیں ہیں۔[6]

سیرت پاک: آپ قطب وقت تھے۔ بڑے عابد و زاہد تھے۔ ذکرو فکر میں ہمہ تن مشغول رہتے تھے۔ بہت متقی و پرہیز گار تھے۔ نہایت منکسرالمزاج تھے' ایک باوقار بزرگ تھے' اپنے پیرو مرشد سے انتہائی محبت اور عقیدت تھی' اپنے پیرو مرشد کی خدمت کو اپنے لئے باعث فخر سعادت سمجھتے تھے۔ سعادت ارادت سے سرفراز اور مریدوں میں ممتاز تھے۔ جمالی صوری اور کمالی معنوی سے آراستہ تھے' آپ کے متعلق یہ کہا گیا کہ۔[7]

"شیخ جمالی دہلوی، جمال باکمال اور زبان خوش مقال رکھتے تھے۔"

صوفیوں کی بزم میں آپ عارف گرامی تھے' علماء کی مجلس میں آپ ممتاز درجہ رکھتے تھے۔

علمی ذوق: آپ کی مشہور تصانیف حسب ذیل ہیں۔

سیرۃ العارفین' مراۃ المعانی۔

شعرو سخن: آپ ایک نامی شاعر تھے' جیسا کہ کہا گیا ہے۔ کہ

"شیخ جمالی سکندر لودھی کے عہد میں شعرائے باکمال میں شمار ہوتے تھے۔[8] آپ نے فارسی کا دیوان چھوڑا ہے' جس میں آٹھ نو ہزار اشعار ہیں۔ مثنوی "مہروماہ" بھی آپ کی یادگار ہے' آپ کی نعت کا یہ شعر بارگاہ نبوی میں مقبول ہوا ہے۔۔

موسیٰ زہوش رفت بیک پرتو صفات
تو عین ذات می نگری در تبسمی

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صلحا کو اس شعر کے مقبول ہونے کی بشارت دی۔[9] آپ نے خوشی خوشی فرمایا۔

"ہذاالمدحی"

کرامات: آپ فرماتے ہیں۔ کہ کچھ لوگوں نے سلطان ابراہی لودھی کو آپ سے مدر کر دیا۔ آپ کو بھی انقباض پیدا ہوا' اگرچہ بعد میں وہ کدورت محبت سے بدل گئی' لیکن سلطان ابراہیم لودھی کو نہ صرف تخت و تاج سے محروم ہونا پڑا بلکہ بابر کے مقابلے میں پانی پت کے میدان میں وہ مارا گیا۔

ہرات کا واقعہ ہے کہ آپ حضرت جامی کے یہاں تھے' ان کے حجرہ خاص میں "لمعات" شیخ فخرالدین عراقی رکھی تھی۔ حضرت مولانا نے شیخ صدرالدین تونوی کی تعریف میں مبالغہ کیا اور کہا "لمعات" جو فخرالدین عراقی نے لکھی ہے' وہ شیخ موصوف کی برکت کا نتیجہ ہے' آپ کو یہ بات پسند نہ آئی۔ رات کو حضرت جامی نے خواب دیکھا۔ صبح کو حضرت جامی نے خواب کا ذکر کیا اور حضرت شیخ کی روح مبارک کو ثواب پہنچایا۔

حواشی

1- المشاہیر صفحہ 204
2- روضۃ الاقطاب صفحہ 92
3- المشاہیر صفحہ 209
4- دربار اکبری
5- المشاہیر صفحہ 215
6- خیزینۃ الاصفیا
7- خزانہ عامری
8- درباری اکبری
9- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) صفحہ 452

باب 45

حضرت شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ مقبول بارہ گاہ احدیت ہیں۔

خاندانی حالات: آپ کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے حضرت امام ابو حنیفہ پر منتہی ہوتا ہے[1]۔

آپ کے دادا شیخ صفی الدین ردولی میں رہتے تھے' وہ حضرت میر سید اشرف جہانگیر سمنانی کے مرید تھے۔

والد: آپ کے والد کا نام شیخ اسماعیل ہے[2]۔ بعض کے نزدیک آپ کے والد کا نام شیخ صفی الدین ہے۔[3]

پیدائش: آپ 861ھ میں ردولی میں پیدا ہوئے۔

نام: آپ کا نام عبدالقدوس ہے

تعلیم و تربیت: آپ نے تعلیم زیادہ دن جاری نہیں رکھی۔ علم ظاہری اور شغل ظاہر سے آپ کو کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ آپ علم باطنی حاصل کرنا چاہتے تھے۔

کایا پلٹ: آپ جب ذرا بڑے ہوئے تو حضرت شیخ احمد عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر جھاڑو دینا شروع کیا۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ آپ ایک کتاب کا فیتہ ہاتھ میں لئے ہوئے تھے مزار کے اندر حق حق کی ایسی آواز سنی کہ آپ از خود رفتہ ہوگئے۔ حضرت شیخ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت سے فیض یاب ہوئے' اسی روز سے لکھنا چھوڑ دیا' علم باطنی اور شغل باطنی میں ہمہ تن مشغول ہو گئے۔

بیعت و خلافت: آپ حضرت شیخ محمد بن حضرت شیخ عارف کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ اور ان سے خرقہ خلافت بھی پایا۔ آپ حضرت درویش قاسم

اودھی کے بھی مرید اور خلیفہ ہیں [4] لیکن اصل میں آپ حضرت شیخ احمد عبدالخالق ردولوی کی روحانیت سے مستفید و مستفیض تھے۔ [5] آپ کو اویسی طریقہ پر حضرت شیخ عبدالخالق ردولوی سے فیض پہنچا۔

شاہ آباد میں قیام: آپ جلد ہی مدارج سلوک طے کر کے مرتبہ تکمیل و ارشاد کو پہنچے۔ ایک روز آپ کو شیخ احمد عبدالخالق ردولوی نے یہ بشارت دی۔ [6]

"ترا ولایت بالاتر عطا کی"

(تجھ کو میں نے ولایت بالادست عطا کی)

عمر خان کاشی جو سلطان سکندر لودھی کے امراء میں تھا' آپ کا معتقد و منقاد تھا' اس کی درخواست پر آپ مع اہل و عیال ردولی سے سکونت ترک کر کے شاہ آباد ' جو دہلی کے قرب و جوار میں واقع ہے۔ تشریف لے گئے۔ اور وہاں (30) تیس سال سے زیادہ قیام فرمایا۔

گنگوہ میں سکونت: شاہ آباد پٹھانوں کا مرکز سمجھا جاتا تھا۔ وہاں افغان کافی تعداد میں تھے۔ جب بابر نے ہندوستان کو فتح کیا تو افغان کو منتشر کرنے کی غرض سے شاہ آباد کو برباد کیا۔ آپ سے شاہ آباد کی بربادی نہ دیکھی گئی۔ آپ نے وہاں سے سکونت ترک کرنے کی ٹھان لی' چنانچہ آپ مع متعلقین گنگوہ تشریف لے گئے۔ اور وہیں سکونت پذیر ہوئے۔ [7]

شادی اور اولاد: آپ کے سات لڑکے تھے [8] جن میں شیخ حمیدالدین ، شیخ الکبیر' اور شیخ رکن الدین مشہور عالم و زاہد تھے۔

وفات شریف: آپ تیس جمادی الاخر 944ھ کو جوار رحمت میں داخل ہوئے [9] بعض نے آپ کی وفات 945ھ میں ہونا لکھا ہے۔ [10] مزار شریف گنگوہ میں ہے۔

خلفاء: آپ کے مشہور خلفاء حسب ذیل ہیں۔

شیخ عبدالکبیر' شیخ جلال الدین' تھانسیری' شیخ عبدالغفور اعظم پوری' شیخ بھورو' شیخ عبدالاحد۔

سیرت مبارت: آپ صاحب کشف و کرامات تھے' سماع کا شوق تھا' جو کچھ زبان سے فرماتے وہی واقع ہوتا۔ سنت رسول ﷺ کے پابند تھے۔ آپ کامل درویش اور

بے نظر عارف تھے۔ سماع میں اکثر آپ پر کیفیت طاری ہوتی اور آپ رقص کرنے لگتے اور والہانہ انداز میں کچھ فرما دیتے' ایک مرتبہ دہلی میں محفل سماع میں آپ شریک تھے۔ آپ پر کیفیت طاری ہوئی اور آپ حالت وجد میں کھڑے ہو کر یہ کلمات فرمانے لگے۔

"منصور کو نادانوں نے قتل کیا"

کئی مرتبہ آپ نے یہی فرمایا۔ علماء بھی محفل میں شریک تھے۔ ان میں سے کسی ایک نے ایک بڑے عالم کا نام لیا' جو منصور کے زمانے میں تھا۔ اور آپ نے کہا کہ کیا وہ نادان تھا۔ آپ نے اسی حالت میں اور اسی طرح فرمایا کہ اسی کو کہتا ہوں وہ سب خاموش ہو گئے۔

آپ کاشت کرتے تھے [11]۔

علمی ذوق: آپ نے کئی کتابیں لکھیں' "انوار العیون" آپ کی مشہور کتاب ہے' آپ کے مکتوبات تصوف کا خزانہ ہیں۔

شعرو شاعری: آپ کو شاعری کا شوق تھا' "قدوس" آپ کا تخلص تھا' آپ کی ایک مشہور غزل حسب ذیل ہے۔

آستیں بررخ کشیدہ ہم چوبکار آمدی ۔۔۔ باخودی خود در تماشا سوئے بازار آمدی
دربہاراں گل شدی در صحن گلزار آمدی ۔۔۔ بعد ازاں بلبل شدی در صحن گلزار آمدی
خویشتن راجلوہ کردی اندریں آئینہ ہا ۔۔۔ آئینہ اسے نہادی خود باظہار آمدی
شور منصور از کجاو دار منصور از کجا ۔۔۔ خود زدی بانگ انا الحق برسردار آمدی
گفت قدوس فقیرے درفنا و دربقا ۔۔۔ خود زخود آزاد بودی خود گرفتاری آمدی

تعلیمات: آپ کی بعض تعلیمات حسب ذیل ہیں۔

بھوک کی قسمیں: آپ فرماتے ہیں [12]۔

"گرسنگی دو قسم کی ہے۔ علوی اور سفلی"

بھوک کے فوائد: آپ فرماتے ہیں۔

"گرسنگی کثیف کو لطیف تک پہنچاتی ہے اور مقید کو مطلق کا نشان دیتی ہے۔ اور انسانیت کو رحمانیت کی طرف لے جاتی' ہے کیوں کہ گرسنگی سے آدمی خدا تعالیٰ

تک پہنچ جاتا ہے۔"

بھوک کے مقام: آپ فرماتے ہیں

"بھوک کے تین مقام ہیں، پہلے مقام کو بھوک کی آگ کہتے ہیں، جس کی غذا پانی اور طعام ہے۔ دوسرے مقام کو عشق و محبت کی آگ کہتے ہیں، اس کی غذا خون جگر اور خاشاک وغیرہ ہے، تیسرے مقام کو محبوب و معشوق کی آگ کہتے ہیں، جس کی غذا حسن و جمال اور اوصاف کمال ہے"

فرض: آپ فرماتے ہیں[13] "خانہ بشریت سے نکل کر شہر احدیث کی طرف ہجرت کرنا چاہئے اور حضرت صمدیت کا مشتاق ہونا چاہیے۔"

کشف و کرامات: ایک مرتبہ آپ موضع چھاج پور میں مقیم تھے۔ عین مشغولی کی حالت میں آپ نے بہ آواز بلند فرمایا کہ گاؤں کے لوگوں کو چاہیے کہ اپنا مال و اسباب لے کر گھروں سے باہر نکل جائیں، گاؤں کو آگ لگنے والی ہے۔ تھوڑی دیر میں گاؤں میں آگ لگی اور جن لوگوں نے آپ کی ہدایت کے موافق عمل نہیں کیا، وہ پشیمان ہوئے اور ان کو نقصان برداشت کرنا پڑا۔[14]

مولانا چندن جو آپ کے صاحب زادے شیخ رکن الدین کے استاد تھے۔ اور آپ (حضرت عبدالقدوس) سے بیعت تھے، ایک مرتبہ کپڑے دھونے تالاب پر گئے۔ وہاں ایک حسین عورت دیکھ کر وہ اس پر شیفتہ و فریفتہ ہوئے۔ خلوت نے ان کو درازدستی کی ترغیب دی، قبل اس کے کہ وہ دراز دستی کریں، انہوں نے دیکھا کہ آپ تالاب میں عصا لئے کھڑے ہیں۔ مولانا چندن آپ کو تالاب میں کھڑا دیکھ کر اپنے خیالات فاسدہ سے شرمندہ ہوئے۔ تالاب سے واپس ہوئے اور جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے مسکرا کر ان سے فرمایا

"کچھ دہشت کی بات نہیں ہے، پیر محافظ وقت ہوتے ہیں۔"

حواشی

1- سفینۃ الاولیاء (فارسی) صفحہ 101

2- سیر الاقطاب (فارسی) صفحہ 215

-3 بستان معرفت صفحہ 88

-4 انوار العارفین (فارسی) صفحہ 249

-5 سفینۃ الاولیاء(فارسی) صفحہ 101

-6 انوارالعارفین (فارسی) صفحہ 456

-7 انوارالعارفین(فارسی) صفحہ 456

-8 سیرالاقطاب (فارسی) صفحہ 219

-9 بستان معرفت صفحہ 90 تذکرۃ العابدین

10 اخباراخیار(اردو ترجمہ)

-11 سیرالاقطاب (فارسی) صفحہ 228

-12 رسالہ قدسیہ

-13 مکتوب

-14 سیرالاقطاب(فارسی) صفحہ 228

باب 46

حضرت شاہ عبدالرزاق جھنجانہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ عبدالرزاق جھنجانہ قادریہ سلسلہ سے وابستہ تھے۔

بیعت و خلافت: آپ حضرت شیخ محمد حسن کے مرید اور خلیفہ ہیں۔[1]

شیخ امان پانی پتی سے تعلقات: آپ کی حضرت شیخ امان پانی پتی سے توحید کے مسئلہ پر بہت بحث ہوتی تھی۔

ایک واقعہ: ایک مرتبہ آپ نے ایک سید کو دیکھا جو پولیس کی حراست میں تھا' ان کو چھڑانے کی غرض سے آپ نے ان سید کی ضمانت کی' جب وہ سید رہا ہوئے تو آپ نے ان سے کہا کہ وہ شہر سے باہر چلے جائیں اور آپ خود ان کے بدلے ہر سختی برداشت کریں گے' چنانچہ وہ سید فرار ہو گئے' آپ پر بحیثیت ضامن بہت سختی ہوئی' آپ نے ہنسی خوشی سب کچھ برداشت کیا۔

وفات: آپ نے 949ھ میں رحلت فرمائی۔ مزار جھنجانہ میں ہے۔

مریدین: آپ کے مریدین اور خلفاء کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ "سید علی لدھیانوی آپ ہی کے مرید ہیں"۔

سیرت: آپ عبادت و مجاہدات کرتے کرتے مشاہدہ کے درجے تک پہنچے' آپ صابر' شاکر اور بردبار تھے' آپ علم کے زیور سے آراستہ تھے' آپ نے کئی کتابیں لکھی ہیں۔

تعلیم: آپ فرماتے ہیں کہ

"قریب تر راستہ ذکر ہے۔ اور اس سے بھی قریب تر صورت پیرو مرشد کے ساتھ مشغول ہونا ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ جس کسی کے توفیق رفیق حال کرے کہ

اس کو مشغولی واسطہ پیر ہو جائے' اس کے لئے اس سے بہتر اور کوئی کام نہیں اور ایک گوشہ میں بیٹھ کر اسی ملاحظہ میں مشغول رہے۔ اگرچہ کوئی اور ریاضت نہ کی' فقط یہی اس کو خدا تک پہنچا دے گی اور مبتدی کو پیر کی صورت میں مشغول ہونے کے بغیر چارہ نہیں ہے' کیوں کہ عالم الٰہی عالم معنی ہے اور اس کا دیکھنا ممکن نہیں ہے' مگر صاحب کمال کی صورت میں کہ انسان کامل کی ذات' ذات حق ہے اور کمال حق کی مظہر ہے"۔

حواشی

1- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) صفحہ 469

باب 47

حضرت شیخ حمزہ دھرسوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ حمزہ صاحب کرامت بزرگ تھے۔

خاندانی حالات: آپ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے' آپ کے والدین نزہر میں تھے۔

ملازمت: آپ شاہی لشکر میں ملازم تھے۔

کایا پلٹ: آپ رات کا واقعہ ہے کہ آپ شاہی محل کا پہرہ دے رہے تھے۔ یکایک آپ کے دل میں خیال آیا کہ "کسی ایسے شخص کی خدمت کرنی چاہیے' جو میری حفاظت کرے نہ ایسے کی جس کی میں حفاظت کروں"۔ اس خیال کا آنا تھا کہ آپ ملازمت چھوڑ کر تلاش حق میں چل نکلے۔

اجمیر میں آمد: آپ اجمیر آئے اور حضرت خواجہ غریب نواز کے مزار کی زیارت سے مشرف ہوئے' اجمیر میں رہنے لگے۔

حضرت شیخ احمد مجد شیبانی رحمتہ اللہ علیہ کی صحبت سے بھی مستفید ہوئے۔

اجمیر میں ایک مجذوب سے ملاقات ہوئی' ان کا نام باین تھا' ان سے بھی نعمت و برکت پائی۔

واپسی: اجمیر سے واپسی اپنے وطن نزہر آئے' کچھ دنوں نزہر میں رہے۔

دھرسو میں قیام: نزہر سے سکونت ترک کرکے آپ دھرسو تشریف لائے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کی۔ آپ کے دھرسو میں رہنے کی وجہ یہ تھی کہ وہاں جو سید رہتے تھے' ان کی اخلاقی حالت خراب تھی۔ آپ ان لوگوں کو سدھارنا چاہتے

تھے۔ آپ نے ان کی تعلیم و تربیت کا معقول انتظام فرمایا۔

وفات: آپ نے 25 ربیع الثانی 957ھ کو وفات پائی۔[1] مزار دھرسو میں ہے۔

سیرت: آپ عبادات و مجاہدات میں مشغول رہتے تھے۔ خاندان سادات کی بہت عزت کرتے تھے۔ ہر طرح سے ان کی امداد کرتے تھے' آپ کے پاس جو نذرانے آتے' آپ سب خرچ کر دیتے تھے۔ بیوی بچوں کے حصہ میں جو آتا' وہ ان کو دیتے' حصے سے زیادہ نہ دیتے' دنیا سے کنارہ کش ہو کر عزلت میں دن گزارتے تھے' کسی دنیادار کے گھر نہ جاتے تھے۔

فرمان: آپ فرماتے ہیں کہ

"دنیا آگ کے مثل ہے' یہ اتنی ہی کافی ہے کہ جس سے کوئی چیز پکا کر کھالیں اور سردی میں گرم ہو جائیں' جب زیادہ ہو جاتی ہے تو جلا کر ہلاک کر دیتی ہے"۔

حواشی

1- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) صفحہ 383

باب 48

حضرت شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سرچشمہ فیض و ارشاد سے ایک عالم کو سیراب فرمایا۔

خاندانی حالات: آپ کے آباؤ اجداد اجودھن سے ہجرت کر کے لدھیانہ آئے' کچھ عرصہ لدھیانہ میں رہے' پھر دہلی میں سکونت اختیار کی' آپ کے والدین دہلی سے ترک سکونت کر کے فتح پور سیکری میں رہنے لگے۔

آپ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں۔

والد ماجد: آپ کے ولد کا نام بہاء الدین ہے۔

والدہ ماجدہ: آپ کی والدہ کا نام بی بی احد ہے۔

بھائی: شیخ موسیٰ آپ کے بڑے بھائی ہیں۔

نسب نامہ پدری: آپ کا نسب نامہ پدری حسب ذیل ہے۔

شیخ سلیم بن بہاء الدین بن شیخ سلطان بن شیخ آدم بن شیخ موسیٰ بن شیخ مودود بن شیخ بدر الدین بن شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

ولادت مبارک: آپ دہلی کے اس وقت کے ایک محلہ۔ سرائے علاء الدین زندہ پیر میں 884ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے سن ولادت میں اختلاف ہے' بعض نے آپ کا سن ولادت 897ھ لکھا ہے۔[1]

نام: آپ کا نام شیخ سلیم ہے۔

لقب: عرب میں آپ کو "شیخ الہند" کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔

بچپن کی کرامت: آپ نے پیدا ہوتے ہی سجدہ کیا۔ آپ کی پیشانی میں دھان کا ایک دانہ چبھ گیا۔ اس دانے کا نشان پیشانی پر تمام عمر رہا۔ ایک بار اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ دھان کے دانے چبھنے سے کافی تکلیف ہوتی تھی۔ اس کی نکالنا چاہا' لیکن اس خیال سے نہیں نکالا کہ لوگوں میں اس بات کا چرچا ہو گا۔

بچپن کا صدمہ: ابھی آپ کم سن ہی تھے کہ والدین سر سے اٹھ گیا۔

پرورش و تربیت: آپ کی پرورش آپ کے بڑے بھائی کے سائے میں ہوئی' آپ کے بڑے بھائی شیخ موسیٰ نے آپ کی تربیت پر کافی دھیان دیا۔

درخواست: سن بلوغ پر پہنچ کر آپ نے سفر کا ارادہ کیا' اپنے بڑے بھائی سے اجازت مانگی' آپ کے بڑے بھائی نے آپ کو اجازت نہیں دی اور کہا کہ ان کے اولاد نہیں ہے' وہ (حضرت سلیم ہی ان کی اولاد ہیں اور انہوں نے ان کو اولاد کی طرح پالا ہے)۔

یہ سن کر آپ نے اپنے بڑے بھائی سے کہا کہ نا امید نہ ہونا چاہیے' ان کے یہاں لڑکا پیدا ہو گا' ان کا گھر روشن ہو گا' چنانچہ ایسا ہی ہوا' نو مہینے کے بعد شیخ موسیٰ کے یہاں لڑکا پیدا ہوا۔

تعلیم: آپ کے بڑے بھائی کے یہاں جب لڑکا پیدا ہوا تو آپ نے رخت سفر باندھا۔

فتح پور سیکری سے سرہند تشریف لائے اور ملک العلماء شیخ مجد الدین سے علوم ظاہری کی تکمیل کی' جس زمانے میں آپ کا قیام سرہند میں تھا' آپ کبھی کبھی قصبہ بدالی جاتے اور حضرت شیخ زین العابدین چشتیؒ کے مزار سے فیوض و برکات حاصل کرتے۔

سیرو سیاحت: آپ نے 931ھ میں حرمین شریف کی زیارت کی۔ کچھ عرصہ مکہ معظمہ میں قیام فرمایا' پھر مدینہ منورہ میں پہنچ کر دربار رسالت ﷺ پناہ میں رہنے لگے' پھر عرب' عجم' خراسان' بصرہ شام کی سیرو سیاحت فرمائی'[2] بعد ازاں عرب واپس آئے۔

واپسی: آپ ہندوستان واپس آئے اور فتح پور سیکری میں گوشہ نشین ہو کر عبادات'

مجاہدات اور ریاضات میں مشغول ہوئے۔ خانقاہ تیار کرائی' باغ لگایا اور کنوئیں کھدوائے۔

بیعت و خلافت: سیرو سیاحت کے دوران آپ بہت سے بزرگوں اور درویشوں سے ملے اور ان سے فیوض و برکات حاصل کیئے۔ حضرت شیخ ابراہیم چشتی کے دست حق پرست پر آپ بیعت ہوئے اور ان سے خرقہ خلافت پایا۔

سفر حرمین شریف: ہیموں بقال کی فتنہ پردازی کی وجہ سے آپ کو دوبارہ وطن سے باہر جانا پڑا' آپ 962ھ میں بیت اللہ پہنچے اور سیرو سیاحت کے بعد 976ھ میں واپس ہوئے۔

سلاطین سے تعلقات: علاوہ امراء کے سلاطین بھی آ کے معتقد تھے۔ خواص خاں جو امرائے کبار میں سے تھا' آپ سے بہت عقیدت رکھتا تھا' کئی بادشاہ آپ کے معتقد تھے۔ شیر شاہ سلیم شاہ اور اکبر آپ سے ارادت و عقیدت رکھتے تھے اور بہت خلوص' محبت اور عزت اور تعظیم و تکریم سے آپ سے پیش آتے تھے۔[3]

شادی اور اولاد: پہلے سفر سے واپسی کے بعد جب فتح پور سیکری تشریف لائے تو آپ نے شادی کی۔ آپ کے تین لڑکے تھے۔ تاج الدین سب سے چھوٹے صاحب زادے تھے'[4] ان کا انتقال ڈھائی سال کی عمر میں ہوا' آپ کے دو اور لڑکے تھے۔ شیخ بدر الدین' آپ کے وصال کے بعد آپ کے سجادہ نشین ہوئے اور قطب الدین شہنشاہ جہاں گیر کے عہد میں اونچے عہدے پر فائز ہوئے۔[3]

وفات: آپ نے 29 رمضان 979ھ کو وصال فرمایا۔ مزار فیض آثار فتح پر سیکری میں مرجع خاص و عام ہے۔

خلفاء: آپ کے بعد آپ کے صاحب زادے حضرت شیخ بدر الدین آپ کے سجادہ نشین ہوئے۔ عرب میں جب آپ کا قیام ہوا تو آپ نے سید محمد ولی' شیخ محمود شامی اور شیخ رجب علی کو خرقہ خلافت سے ممتاز فرمایا' ان کے علاوہ آپ کے ممتاز خلفاء حسب ذیل ہیں۔

شیخ عبدالواحد' شیخ امام سرہندی' امام سید حسین' شیخ رکن الدین' شیخ یعقوب' شیخ حماد' شیخ محمد غوری' شیخ کبیر' شیخ محمد سخاری' شیخ کمال الدین' شیخ فتح اللہ

وغیرہ

سیرت مقدس: آپ صاحب علم و فضل، جامع شریعت و طریقت بزرگ تھے، زہد و تقوئی، ریاضت، مجاہدات، ترک و تجرید، تحمل، بردباری میں یگانہ عصر تھے، جب تک آپ بہت کمزور و ضعیف نہ ہو گئے، آپ نے طے کے روزے نہیں چھوڑے، آپ کو پرانا سرکہ اور ٹھنڈی ترکاریاں بہت مرغوب تھیں، ٹھنڈے پانی سے روزانہ غسل فرماتے تھے، کیسی ہی سردی ہو، آپ کے لباس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی تھی، جاڑے کے موسم میں بھی باریک کرتا زیب تن فرماتے تھے، نماز اول وقت پڑھتے تھے، لوگوں کو ان باتوں سے جو خلاف شریعت ہیں، روکتے تھے، جب آپ محفل میں رونق افروز ہوتے تو ہر شخص پر نگاہ رکھتے، کسی کو ڈانٹتے، کسی کو نصیحت فرماتے اور کسی کو تعلیم و تلقین فرماتے۔

فرمان: درویشوں کی ہڈیوں میں عشق الٰہی کے سبب بے شمار سوراخ ہوتے ہیں۔

کرامت: شہنشاہ اکبر کے کوئی لڑکا نہ تھا، آپ سے دعاء کا طالب ہوا، آپ نے مراقبہ کیا اور شہنشاہ اکبر سے کہا،

"افسوس ہے کہ تیری تقدیر میں بیٹا نہیں ہے"۔

شہنشاہ اکبر نے یہ سن کر آپ سے عرض کیا۔

"چونکہ میری تقدیر میں بیٹا نہیں ہے، اسی لئے تو آپ سے عرض کیا ہے، آپ دعاء کیجئے" آپ شہنشاہ اکبر کے اس جواب سے خوش ہوئے، تھوڑی دیر مراقبہ کیا۔ او پھر فرمایا۔

"اس ملک میں راجپوتوں کی حکومت بہت عرصے تک رہے گی۔

اچھا کل بادشاہ بیگم کو میری بیوی کے پاس بھیج دینا"۔

دوسرے دن جب بادشاہ بیگم آپ کے یہاں آئی تو آپ نے اپنی اہلیہ محترمہ کو رانی کی پشت سے پشت ملا کر بیٹھنے کا حکم دیا، جب آپ کی اہلیہ محترمہ رانی کی پشت سے پشت ملا کر بیٹھیں تو آپ نے اپنی چادر دونوں پر ڈال دی، پھر اپنی اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ اپنا ہونے والا فرزند رانی کو دے دو۔ جب بادشاہ بیگم کے لڑکا پیدا ہوا تو اس لڑکے کا نام آپ نے اپنے نام پر "سلیم" رکھا، شہزادہ سلیم آپ کو "شیخو بابا" کہا کرتا تھا، شہزادہ سلیم اپنے والد شہنشاہ اکبر کے انتقال کے بعد تخت و تاج

کا مالک ہوا اور "جہاں گیر" کے لقب سے مشہور ہوا۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ حجرے سے نماز کے واسطے مسجد جارہے تھے، ایک فقیر کو دیکھا کہ سو رہا تھا، آپ نے اس کو جگایا اور اس سے فرمایا۔

"فقیروں کو کسی سے لڑنا نہیں چاہیے"۔

وہ فقیر یہ سن کر شرمندہ ہوا اور اقرار کیا کہ واقعی وہ خواب میں لڑ رہا تھا۔

آپ نے فتح پور سیکری کے لوگوں سے شاہی عمارات تعمیر ہونے سے پندرہ سال قبل فرما دیا تھا کہ لوگوں کو چاہیے کہ مکانات کشادہ بنا لیں، ورنہ پھر جگہ نہیں ملے گی۔

حواشی

-1 اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) صفحہ 521

-2 تاریخ فرشتہ (جلد دوم، فارسی) صفحہ 403

-3 تاریخ فرشتہ (جلد دوم، فارسی) صفحہ 403

-4 معارج الولایت

-5 تاریخ فرشتہ (جلد دوم، فارسی) صفحہ 403

باب 49

حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری گوہر دریائے فضل و کمال ہیں۔

خاندانی حالات: آپ کا نسب نامہ پدری و مادری چند واسطوں سے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ qm منتہی ہتا ہے' [1] آپ کے آباؤ اجداد بلخ کے رہنے والے تھے۔

والد: آپ کے والد ماجد کا نام قاضی محمود ہے۔

ولادت مبارک: آپ بلخ میں 894ھ میں پیدا ہوئے۔

نام: آپ کا نام جلال الدین ہے۔

ہندوستان میں آمد: آپ اپنے والد کے ساتھ سات سال کی عمر میں ہندوستان آئے اور تھانیسر میں سکونت اختیار کی۔

تعلیم و تربیت: آپ نے ہندوستان آنے سے قبل بلخ میں قرآن شریف حفظ کیا' ہندوستان آکر تحصیل علوم ظاہری میں مشغول ہوئے اور صرف و نحو' تفسیر' حدیث' فقہ منطق وغیرہ میں دستگاہ حاصل کی۔ سترہ سال کی عمر میں تحصیل علوم ظاہری سے فارغ ہو کر درس اور وعظ میں مصروف رہتے تھے' آپ فتویٰ بھی دیتے تھے۔ [2]

کایا پلٹ: آپ ایک عالم تھے' علوم باطنی سے آپ کو کوئی لگاؤ نہ تھا' سماع کو ناجائز سمجھتے تھے اور آپ کی زندگی کی کایا پلٹ اس طرح ہوئی تھی کہ تھانیسر کا حاکم حضرت عبدالقدوس گنگوہی کا مرید اور معتقد تھا۔ حضرت عبدالقدوس گنگوہی نے ایک مرتبہ سیرو سیاحت فرماتے ہوئے تھانیسر کے حاکم سے فرمایا۔ [3]

"ماشنیدہ ایم کہ پیر شما آمادہ است و برقص و سماع مشغول است

ما می خواہم کہ بوی ملاقاتی شدہ وجہ ارتکاب ایں امور منہیہ بپرسم
"اکنوں آں پیر رقاص را سلام مابگوئید"

ترجمہ: "ہم نے سنا ہے کہ تمہارے پیر آئے ہیں اور وہ رقص و سماع میں مشغول ہیں' ہم چاہتے ہیں کہ ان سے مل کر ان امور منہیہ کے ارتکاب کی وجہ دریافت کریں" اب تم ان پیر رقاص سے ہمارا سلام کہنا"۔

تھانیسر کے حاکم نے آپ کا پیغام حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کو پہنچایا' انہوں نے آپ کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ

"آں پیر رقاص خود می رقصد و دیگر آں رامی رقصد"۔

(وہ پیر رقاص خود رقص کرتا ہے' اور دوسروں کو بھی رقص کراتا ہے)۔

اس نامہ و پیام کے بعد ایک دن حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی یاد الٰہی میں مشغول تھے کہ انہوں نے ایک آواز سنی کہ

"ہم نے جلال کو تمہیں بخشا' اس کو اپنے حلقہ میں لاؤ۔ اور ہمارے جمال سے آشنا کرو"۔

ان کے لیے یہ اشارہ کافی تھا' وہ اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے آپ کے مدرسے میں پہنچ کر اور آپ کو سلام کرکے ایک طرف خاموش بیٹھ گئے' آپ تدریس میں مشغول رہے' آپ نے ان کی طرف کوئی التفات نہیں برتا' جب آپ پڑھا چکے اور طلباء چلے گئے' تو آپ نے ان (حضرت عبدالقدوس) سے پوچھا

"میاں فقیر! کہاں سے آئے ہو؟"

حضرت عبدالقدوس نے جواب دیا

"میں وہی فقیر رقاص ہوں"۔

ان کا یہی فرمانا تھا اور توجہ کا دینا تھا کہ ازخود رفتہ ہو گئے' ظلمت دور ہوئی' تاریکی سے روشنی میں آئے' سرنیاز حضرت عبدالقدوس گنگوہی کے قدموں پر رکھا۔

بیعت و خلافت: آپ حضرت عبدالقدوس گنگوہی کے دست حق پر بیعت ہوئے۔ انہوں نے کلاہ چارترکی اپنے سر سے اتار کر آپ کے سر پر رکھی۔ آپ کو شغل نفی و اثبات تعلیم فرمایا' اس کے بعد دیگر افکار اشغال مثلاً شغل ہوا' سلطان الاذکار' شغل سہ پایہ وغیرہ آپ کو تعلیم فرمائے' بعدہ آپ کے پیر دستگیر نے آپ کو خرقہ

خلافت سے سرفراز فرمایا۔

پیرو مرشد کی خدمت: آپ نے ایک عرصے تک پیرو مرشد کی خدمت میں شاہ آباد رہ کر فیوض و برکات حاصل کیے۔

پیرو مرشد سے خط و کتابت: آپ اپنے حالات و واقعات و ارادت کے متعلق اپنے پیرو مرشد کو لکھتے رہتے تھے، آپ کے پیر روشن ضمیر بھی جواب میں لکھتے۔[4]

"دیگ مرداں دیر پختہ می شود و خوش و خرم باد"۔
(مردوں کی دیگ دیر میں پکتی ہے، خوش و خرم رہیں)۔
اور کبھی لکھتے:
"خوف رابخود راہ ندہند۔ دلاور باشند"۔
(خوف کو خود مین راہ نہ دیں -- بہادر رہیں)۔
اور کبھی تحریر فرماتے۔
"مبارک باد"۔

اکبر کی باریابی: شہنشاہ اکبر بروز شنبہ بتاریخ 2 محرم 980ھ کو مزار حکیم کی بغاوت کو فرد کرنے کی غرض سے پنجاب جاتے ہوئے تھانیسر میں رکا اور اس نے آپ کی خانقاہ پر حاضر ہو کر آپ کی خدمت میں گل ہائے عقیدت میں پیش کیے۔[5] اکبر کے خاص خاص درباری بھی آپ کی قدم بوسی سے مشرف ہوئے۔

شادی و اولاد: آپ کی ایک صاحب زادی کی شادی شیخ نظام الدین خلجی سے ہوئی۔[6]

وفات: آپ نے 24 ذی الحجہ 989ھ کو اس جہان فانی سے سفر دار الاخرت فرمایا۔ مزار تھانیسر میں واقع ہے۔

خلفاء: حضرت شیخ نظام الدین خلجی آپ کے سجادہ نشین ہیں۔ آپ کے مشہور خلفاء حسب ذیل ہیں۔[7]

حضرت شیخ نظام الدین خلجی، شیخ عبدالشکور، قاضی سالم کیرانوی، شیخ موسیٰ، شیخ عیسیٰ، سید فاضل توہانہ،

سیرت مبارک: آپ اپنے زمانے کے قطب و غوث تھے، ترک و تجرید میں یگانہ

اور خلق سے بیگانہ تھے' زہد' تقوی بے مثال تھا' عبادت' ریاضت و مجاہدہ میں ساری عمر گزاری دی' اسی سال کی عمر تک ایک قرآن روزانہ ختم کرنا آپ کا معمول تھا' استغراق کا یہ عالم تھا کہ جب آپ کے کان میں حق حق کہا جاتا تو آپ ہوش میں آتے اور نماز ادا کرتے' آپ جامع علوم ظاہری و باطنی تھے۔

علمی ذوق: آپ کی کتاب "ارشاد الطالبین" آپ کی علمی یادگار ہے۔ آپ کے مکتوبات کو شہرت دوام حاصل ہے۔

تعلیمات: آپ کی بعض تعلیمات حسب ذیل ہے۔

عشاق: آپ فرماتے ہیں کہ۔

"عشاق کو چاہیے کہ کشف و کرامات کی منازل پر توقف کو روانہ رکھیں' اس سے ترقی کریں اور کسی چیز میں مقید نہ ہوں' خون پئیں اور کھو جائیں اور موت سے پہلے مر جائیں"۔

سوال اور جواب: فیضی آپ کی خدمت میں اکبر کے خانقاہ سے چلے جانے کے بعد حاضر ہوا۔ آپ محافہ میں سوار ہوئے جا رہے تھے' فیضی کی خاطر واپس آئے' فیضی نے آپ سے سوال کیا کہ

"انسان کی سواری کے لئے حیوانات پیدا کئے گئے ہیں' پھر کیا بات کہ آپ آدمیوں پر سوار ہوتے ہیں؟"

آپ نے جواب دیا کہ

"اصل بات یہ ہے کہ بعضے آدمی مثل چارپایوں کے ہیں' بلکہ حیوان ان سے بہتر ہیں"۔

کشف و کرامات: آپ کے ایک مرید کا واقعہ ہے کہ آپ کی خدمت میں چند سال رہا' لیکن اس کو حالت جذب و کیف محسوس نہ ہوئی' جب اس نے کوئی فائدہ نہیں دیکھا تو ایک روز دل میں کہنے لگا کہ پہلے زمانے میں نجم الدین کبریٰ ایسے صاحب عظمت اور صاحب حال بزرگ تھے' جو ذرا سی دیر میں مرتبہ ولایت پر پہنچا دیتے تھے اور آج اس قسم کا کوئی بزرگ نہیں ہے۔

آپ بذریعہ کشف اس خطرے سے آگاہ ہوئے۔ آپ نے اس کی طرف

دیکھا اور فرمایا[8]۔

"آج بھی ایسے لوگ ہیں کہ ان کی ایک نگاہ سے مرتبہ ولایت حاصل ہو جاتا ہے"۔

اسی وقت وہ مرید بے خود ہوا اور اعلیٰ درجے پر پہنچا' تھوڑے دنوں میں اس کا انتقال ہو گیا۔

آپ کو جب اس کے انتقال کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا

"ہر شخص کو اس کام کے برداشت کی تاب نہیں ہے"۔

حواشی

1- سیر الاقطاب (فارسی) صفحہ 218 اقتباس الانوار

2- سیر الاقطاب (فارسی) صفحہ 218'219

3- انوار العارفین (فارسی) صفحہ 265

4- انوار العارفین (فارسی)

5- انوار العارفین (فارسی) صفحہ 367

6- اخبار الاخیار (اردو ترجمہ) صفحہ 525

7- تذکرۃ العابدین صفحہ 36'37

8- سفینۃ الاولیاء (فارسی) صفحہ 102

حصہ ششم

وقت بچہ کار آید تسبیح و مرقع
خودرا زعمل ہائے نکو ہیدہ بری دار
حاجت بکلاہ برکی داشتت نیست
درویش صفت باش و کلاہ تتری دار

باب 50

حضرت مادھو لال حسین رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مادھو لال حسین جمال معرفت اور کمال حقیقت سے آراستہ ہیں۔

خاندانی حالات: آپ کے آباؤ اجداد کائستھ تھے۔

والد: آپ کے والد کا نام کلسبن رائے تھا' انہوں نے سلطان فیروز شاہ کے عہد میں اسلام قبول کیا اور ان کا نام شیخ عثمان رکھا گیا' وہ کپڑا بنتے تھے۔

ولادت: آپ 945ھ میں لاہور میں پیدا ہوئے۔

نام: آپ کا نام شیخ حسین ہے' لیکن آپ مادھو لال حسین کے نام سے مشہور ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ایک برہمن لڑکے پر جس کا نام مادھو تھا' عاشق ہوئے' عشق نے اپنا کام کیا۔ انتہائے عشق نے دونوں کے نام بھی یک جا کر دیئے اور بجائے شیخ حسین کے آپ مادھو لال حسین کہلانے لگے۔

تعلیم و تربیت: آپ جب سات سال کے ہوئے' مکتب میں بھیجے گئے۔ حافظ ابوبکر سے چھ پارے حفظ کئے' آپ نے شیخ سعد اللہ سے تفسیر مدارک کا کچھ حصہ پڑھا' آپ تعلیم زیادہ دن جاری نہ رکھ سکے۔

حضرت بہلول سے ملاقات: ایک دن آپ مکتب میں درس لے رہے تھے کہ حضرت بہلول مسجد میں تشریف لائے۔ حضرت بہلول قطب زمان تھے' وہ حضرت امام علی موسیٰ کے مزار سے لاہو تشریف لائے تھے' ان کو حضرت امام رضا کے مزار سے حکم ہوا تھا کہ وہ لاہور جا کر آپ (حضرت حسین) کو توجہ دیں۔

چنانچہ وہ مسجد میں آئے اور حافظ ابوبکر سے آپ کا نام معلوم کر کے آپ سے دریا سے وضو کے لئے پانی لانے کو فرمایا' آپ نے حکم کی تعمیل کی۔ حضرت

بہلول نے وضو کیا اور دو رکعت نماز ادا کر کے آپ کے واسطے اس طرح دعا کی

"یا الٰہی اس بچے پر کرم کر' اس کو عرفان کی دولت سے مالا مال کر اور اپنا سچا عاشق بنا"۔

ختم قرآن: حضرت بہلول نے حافظ ابوبکر سے فرمایا کہ ماہ رمضان قریب ہے' اس سال رمضان میں شیخ حسین قرآن سنائیں گے' یہ سن کر آپ نے بہلول سے عرض کیا

"یہ کیسے ممکن ہے! مجھے تو صرف چھ پارے حفظ ہیں"۔

حضرت بہلول نے فرمایا کہ

"فکر کی کوئی بات نہیں ہے' تم ضرور قرآن سناؤ گے' دریا جاؤ' اور وہاں سے ہمارے لئے پانی لاؤ۔ اور ایک بات کا خیال رکھنا' وہاں جو بزرگ تمہیں ملیں' ان کی ہدایت پر عمل کرنا"۔

آپ دریا پر جو گئے تو دیکھا کہ ایک بزرگ وہاں آپ کے منتظر ہیں' ان بزرگ نے آپ سے فرمایا کہ لوٹے کا پانی ان کے ہاتھ پر ڈال دیں' آپ نے ایسا ہی کیا' ان بزرگ نے خوش ہو کر آپ کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے' اس کی برکت سے آپ نے اس سال رمضان المبارک میں پورا قرآن شریف سنایا۔ حضرت شیخ بہلول نے آپ کو امام بنایا۔

رخصت: حضرت شیخ بہلول نے آپ کو مرید کیا اور خرقہ خلافت سے سرفراز فرمایا' اب ان کا کام پورا ہو چکا تھا' وہ آپ سے رخصت ہوئے۔

ہدایت: رخصت ہونے سے قبل حضرت شیخ بہلول نے آپ کو اس امر کی ہدایت فرمائی کہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر پابندی سے حاضر ہوا کریں۔

عبادت و ریاضت: آپ نے (26) چھبیس سال عبادت' ریاضت اور مجاہدے میں گزارے' روزانہ ایک کلام پاک ختم کرنا آپ کا معمول تھا' حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر نہایت پابندی سے حاضر ہوتے۔

معمولات: رات تلاوت کلام پاک اور عبادت میں گزارتے' دریا کے کنارے اور حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر سکون' یک سوئی پاتے' صبح کی نماز سے فارغ ہو

کر مکتب میں تفسیر کا درس لینے جاتے' وہاں عصر تک رہتے' عصر کی نماز کے بعد ذکر و فکر میں مشغول ہوتے' مغرب کی نماز ادا کر کے عشاء کی نماز تک نفل پڑھتے' بیماری کی حالت میں بھی آپ کے معمولات میں فرق نہیں آتا تھا۔

عطیہ: آپ نے بارہ برس تک نہایت پابندی سے حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دی آخر اس کا صلہ آپ کو مل ہی گیا' ایک دن آپ حسب معمول مزار مبارک پر حاضر تھے کہ نورانی صورت نمودار ہوئی اور آپ سے فرمایا تم جانتے ہو' میں کون ہو؟' پھر خود ہی بتایا کہ

"میں علی ہجویری ہوں"۔

آپ کے حال پر نہایت لطف و کرم فرمایا' آپ کو نعمت باطنی سے مالا مال کر دیا' آپ کو ولایت عطا فرمائی اور شراب وحدت سے مدہوش و سرشار کیا اور فرمایا کہ

"یہ اس خدمت کا صلہ ہے' جو تم نے بارہ سال کی ہے"۔

کایا پلٹ: ایک روز آپ شیخ سعد اللہ سے تفسیر مدارک کا درس لے رہے تھے' جب ایک آیت پر پہنچے' جس کے معنی یہ ہوتے تھے کہ اس جہان کی زندگی لہو و لعب ہے تو آپ نے شیخ سعد اللہ سے اس کی وضاحت اور تشریح بیان کرنے کی درخواست کی' انہوں نے فلسفیانہ اور عالمانہ طور پر آپ کو سمجھایا اور اس بات پر زور دیا کہ یہ تمام دنیا ہی لہو و لعب ہے۔

یہ سن کر آپ پر وجدانی کیفیت طاری ہوئی' آپ اسی حالت میں رقص کرنے لگے اور یہ کہتے ہوئے وہاں سے نکلے کہ جب خداوند تعالیٰ نے ساری دنیا کو بازی فرمایا ہے تو بس اس میں مصروف رہنا چاہیے' آپ نے کتابیں ایک کنوئیں میں ڈال دیں' داڑھی مونچھ کے بار سے سبک دوش ہوئے' جام آپ کے ہاتھ میں ہوتا اور آپ گلی کوچوں اور بازاروں میں نشے کی حالت میں پھرتے تھے' طوائفوں میں جاتے' ناچ گانے میں ہمہ تن مشغول رہتے اور محفل نشاط میں شریک ہوتے تھے' غرض آپ نے

"ملامتیہ طریقہ اختیار کر لیا تھا۔

امتحان: آپ کے پیر دستگیر حضرت شیخ بہلول کو چنیوٹ میں معلوم ہوا کہ آپ

(حضرت حسین) شراب پیتے ہیں' مدہوش رہتے ہیں اور جادہ شریعت سے بھٹک گئے ہیں' وہ آپ کو دیکھنے کی غرض سے لاہور تشریف لائے' آپ کو دیکھا اور مطمئن ہو کر واپس تشریف لے گئے۔

پیرو مرشد کا وصال: کچھ ہی عرصے کے بعد آپ کے پیرو مرشد حضرت شیخ بہلول کا وصال ہو گیا۔ پیرو مرشد کے وصال کے بعد آپ مستانہ وار رباب پر ناچتے تھے۔

تیر عشق: ایک روز شاہدرہ سے گزرتے ہوئے آپ کی نگاہ ایک نوجوان مسمی مادھو پر پڑی' مادھو برہمن لڑکے تھے' اس وقت ان کی عمر کوئی سولہ سال کی تھی' ان کی شادی ہو چکی تھی' مادھو کو دیکھنا تھا کہ آپ ان پر عاشق ہوئے' سولہ سال تک آپ نے مادھو کے مکان کا طواف کیا' مادھو نے کچھ التفات نہیں برتا۔

عشق کی فتح: آخر کار مادھو پر آپ کے سچے عشق کا اثر پڑا' مادھو آپ کی خدمت میں آنے جانے لگے اور آپ کے مئے ناب سے شغل فرمانے لگے۔ مادھو کے گھر والوں کو یہ بات سخت ناگوار تھی' رفتہ رفتہ مادھو آپ سے قریب ہونے لگے' دائرہ اسلام میں داخل ہوئے' ان کا نام میاں محبوب الحق رکھا گیا' لیکن وہ مشہور مادھو کے نام سے ہیں۔

ایک واقعہ: ایک دفعہ بسنت کے تہوار کے موقع پر مادھو نے گلال لا کر آپ پر ڈالا' آپ پر وجدانی کیفیت طاری ہوئی' آپ ناچنے لگے' بعد ازاں آپ یہ تہوار منانے لگے۔

قاضی کو جواب: ایک دن قاضی لاہور نے آپ کو ڈھول پر ناچتے دیکھا۔ مخدوم الملک کو یہ بات ناگوار ہوئی' اس نے چاہا کہ آپ کو سرزنش کرے' آپ نے قاضی لاہور سے فرمایا:

"کیوں قاضی صاحب' ارکان اسلام کے پانچ ہیں۔
پہلا کلمہ توحید اور رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار۔ اس میں
تو ہم دونوں شریک ہیں۔
دوسرا نماز اور تیسرا روزہ۔ ان دونوں کو میں نے ترک کیا۔
چوتھا زکوۃ' پانچواں حج' ان دونوں کو تم نے ترک کیا۔

پھر کیا بات ہے کہ حسین ہی کو فقط مستوجب سزا قرار دیا جائے"۔
قاضی صاحب یہ سن کر مسکرائے اور چلے گئے۔

شاہی دربار میں: آپ کے قلندرانہ مشرب کی شکایت اکبر کے پاس پہنچی۔ اکبر نے آپ کو دربار میں بلایا۔ اکبر نے آپ سے دریافت کیا
"اے درویش! سنا ہے تم خدا رسیدہ ہو"۔
آپ نے جواب دیا۔ اس میں کیا شک ہے۔
اکبر نے پوچھا:
"اچھا یہ تو بتایئے کہ آپ خدا تک کس طرح پہنچے؟"
آپ نے جواب دیا۔
"اے بادشاہ! میں خدا تک نہیں پہنچا' بلکہ خدا مجھ تک پہنچا ہے"۔
ایک درباری نے اسکا ثبوت مانگا' آپ نے اکبر سے مخاطب ہو کر فرمایا:
"اے ہندوستان کے سیاہ و سپید کے مالک! موٹی سی بات ہے' اگر آپ نہ چاہتے تو یہ گدا آپ تک کیسے پہنچتا ہے"۔
اکبر آپ کا یہ جواب سن کر خوش ہوا اور آپ کو عزت و احترام سے رخصت کیا"
شہزادہ سلیم جو "جہاں گیر" کے لقب سے تخت پر بیٹھا آپ کا معتقد تھا اس نے آپ کا روزنامچہ لکھنے کی خدمت بہادر خاں کے سپرد کی۔

وفات: آپ نے 1008ھ میں وفات پائی' بوقت وفات آپ کی عمر تریسٹھ سال کی تھی۔

مزار لاہور میں واقع ہے' ہر سال "میلہ چراغاں" بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔

خلفاء: حضرت مادھو آپ کے سجادہ نشین ہوئے' آپ کے سولہ خلیفہ تھے' جس میں سے چار شاہ غریب کہلاتے تھے' چار دیوان کہلاتے تھے۔ یعنی مادھو دیوان' گورکھ دیوان' بخشی دیوان' الہ دیوان۔
تین خاکی کہلاتے تھے' یعنی مولا بخش خاکی' خاکی شاہ وزیر آبادی' حیدر بخش خاکی۔

چار بلاول کہلاتے ہیں' یعنی شاہ رنگ بلاول' بدھو بلاول' شاہ بلاول اور شاہ بلاول دکنی۔

سیرت: آپ نے ملامتیہ طریقہ اختیار کیا تھا' آپ کا مشرب قلندرانہ تھا' آپ کو ناچ گانے کا بہت شوق تھا' آپ لباس فقر میں اپنے آپ کو چھپائے رکھتے تھے' روزانہ صبح کو قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے' رات ہنسنے اور رونے میں گزار دیتے تھے' آپ نشیلی چیزوں کا استعمال بھی کرتے تھے۔

اقوال: جب علم کے ساتھ عمل نہ ہو تو اس علم سے ناچنا کودنا بہتر ہے۔
میں نہ مقیم ہوں اور نہ مسافر' نہ مسلمان نہ کافر۔

کشف و کرامات: آپ نے جب مکتب چھوڑا تو ساری کتابیں کنوئیں میں ڈال دیں' آپ کے ساتھیوں نے اپنی کتاب آپ سے طلب کی' آپ کنوئیں کے پاس تشریف لے گئے اور کنوئیں سے کہا۔ کتابیں واپس کر دے' یکایک پانی اوپر آیا' کتابیں پانی میں تیر رہی تھیں' کتابیں ذرا بھی نہیں بھیگی تھی' آپ نے کتابیں لے کر ساتھیوں کو دے دیں'

حضرت مادھو کے والدین گنگا اشنان کے لئے گئے' وہ حضرت مادھو کو بھی اپنے ہمراہ لے جانا چاہتے تھے' لیکن آپ نے حضرت مادھو کو اجازت نہیں دی' آپ نے ان سے فرمایا کہ جس دن اشنان ہو بتانا' جب حضرت مادھو نے آپ کو وہ دن یاد دلایا تو آپ نے حضرت مادھو سے آنکھیں بند کرنے اور ان کے پاؤں پر پاؤں رکھنے کو کہا' انہوں نے ایسا ہی کیا' آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ گنگا کے کنارے کھڑے ہیں' اپنے والدین کے ساتھ اشنان کر کے اسی طرح لاہور واپس آئے۔ حضرت مادھو کے والدین جب اشنان سے لاہور واپس آئے تو انہوں نے اس کا ذکر کیا'

ایک مرتبہ موضع منڈیا کے نمبردار نے آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو ایک کمرے میں بند کر دیا اور کہا' جب تک بارش نہ ہو گی' رہائی ناممکن ہے' آپ نے نمبردار سے فرمایا' کہ اچھی بات ہے' لیکن نان اور مرغ کھلاؤ' پھر دعا کریں گے۔ نان اور مرغ کھانے کے بعد آپ نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا۔ "اب کیا دیر ہے"۔

آپ کا یہ کہنا تھا کہ ابر گھر کر آیا' اور خوب بارش ہوئی۔

باب 51

حضرت شاہ ابو المعالی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ المعالی زبدۃ العارفین ہیں۔

خاندانی حالات: آپ کا سلسلہ نسب اٹھائیس واسطوں سے حضرت موسیٰ المرقعہ بن حضرت امام محمد تقی الجواد علیہ السلام پر منتہی ہوتا ہے۔

آپ کے آباؤ اجداد سادات کرمان سے تھے۔ آپ کے دادا کے دادا سید فیض اللہ اپنے لڑکے سید مبارک کرمانی کو ہمراہ لے کر کرمان سے 796ھ میں ہندوستان آئے، اوچہ میں قیام فرمایا۔[1] اوچہ سے سکونت ترک کر کے داؤ جال میں جو ملتان کے قریب ہے، اقامت گزیں ہوئے۔

والد: آپ کے والد سید رحمت اللہ داؤد جال سے سکونت ترک کر کے سنگھرہ میں رونق افروز ہوئے، پھر سنگھرہ سے شیر گڑھ میں آ کر سکونت اختیار کی۔

ولادت: آپ کی ولادت باسعادت شیر گڑھ میں 10- ذوالحجہ 910ھ کو واقع ہوئی، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ 10- ذوالحجہ 920ھ کو پیدا ہوئے۔[2]

نام: آپ کا نام المعالی ہے، آپ شاہ ابو المعالی کے نام سے مشہور ہیں۔

القاب: آپ کے القاب "اسد الدین" اور "شاہ خیر الدین" ہیں۔

تعلیم و تربیت: آپ کی تعلیم و تربیت آپ کے ولد کے سایہ عاطفت میں ہوئی۔ آپ کے والد نے علوم ظاہری آپ کو پڑھائے۔ علوم ظاہری سے جلد ہی فارغ ہوئے۔

تلاش حق: آپ کو علوم باطنی حاصل کرنے کا شوق ہوا۔ آپ کو اویسی طریقے پر غوث الاعظم محی الدین حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے عشق پیدا ہوا شہر کو

چھوڑ کر جنگل کی راہ لی' کئی سال تک جنگلوں میں پھرتے رہے۔

کایا پلٹ: آپ 980ھ میں دہلی پہنچے' دہلی کے قیام کے دوران ایک روز آپ کی ایک مجذوب سے سرائے میں ملاقات ہوئی۔ وہ مجذوب آپ کی طرف دیکھ کر مسکرایا اور یہ الفاظ زبان پر لایا۔

"عالمیاں امروز برائے کسب سلوک طریقت و حصول دولت بر درباب شیخ داؤدمی رونده ایشاں آں چناں نعمت درون خانہ گزاشتہ بیرون می روند"۔

بیعت و خلافت: یہ الفاظ آپ کے لئے کافی تھے' یہ اشارہ پاکر آپ دہلی سے شیر گڑھ روانہ ہوئے۔ شیر گڑھ پہنچ کر آپ حضرت شیخ داؤد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت شیخ داؤد آپ کو دیکھتے ہی آپ سے اس طرح مخاطب ہوئے۔

"معالی! پیش بیا۔ بارے بگو آں مجذوب راچوں دیدی چہ گفتی وچہ شنیدی"۔

ترجمہ: (معالی! آگے آؤ' پھر بیان کرو کہ جب اس مجذوب کو دیکھا کیا کہا اور کیا سنا)۔

حضرت شیخ داؤد نے آپ سے فرمایا

"ہمیشہ میرے پاس رہو' تاکہ تم کو وہ حاصل ہو' جو دوسری جگہ ساری عمر میں بھی حاصل نہ ہو"۔

آپ حضرت شیخ داؤد کے مرید اور ممتاز خلیفہ ہیں۔

پیرو مرشد کی حقیقت: ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپ حیران' پریشان او رنجیدہ تھے۔ آپ کو غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے دیدار کے شوق نے بے چین کر رکھا تھا۔ آپ کے پیرو مرشد نے شیخ داؤد کو بذریعہ کشف آپ کی حالت کی اطلاع ہوئی۔ آپ کو تسلی دیتے ہوئے آپ کے پیرو مرشد نے فرمایا

"معالی! امروز یا فردا ترا بجانب جناب مقدس معلی حاضری می کنم۔ منتظر ساعد و وقت باش"۔

"آج یا کل میں تجھ کو مقدس معلی کی جانب حاضر کرتا ہوں' اس گھڑی کا انتظار کرو"۔

آپ اس نیک ساعت کا نہایت بے چینی سے انتظار کرنے لگے۔ ایک

رات جب کہ آپ کچھ سوتے اور کچھ جاگتے تھے' آپ نے دیکھا کہ آپ کے پیرو مرشد تشریف لائے ہیں' وہ آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ کر حضرت غوث الاعظم کی محفل میں حاضر ہوئے ہیں۔ حضرت غوث الاعظم کے سیدھے طرف ابو المعالی عراقی بیٹھے ہیں' آپ کے پیرو مرشد وہاں پہنچ کر حضرت غوث الاعظم کے بائیں طرف بیٹھے۔

آپ کے دل میں یہ خطرہ گزرا کہ کیا ابو المعالی عراقی جو حضرت غوث الاعظم کے سیدھی طرف بیٹھے ہیں' آپ کے پیرو مرشد سے رتبے میں زیادہ ہیں۔ آپ کے دل میں اس خطرے کا آنا تھا کہ حضرت غوث الاعظم نے آپ کی طرف دیکھا اور عربی میں فرمایا' جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

"اے ابو المعالی! تیرا شیخ میرا دل ہے اور دل بجانب
چپ ہی ہوتا ہے"۔

لاہور میں سکونت: آپ 1110ھ میں اپنے پیر دستگیر کے وصال کے بعد لاہور میں آکر رہنے لگے اور مخلوق کو رشد و ہدایت فرمانے لگے۔

وفات: آپ 16- ربیع الاول 1024ھ کو واصل بحق ہوئے'[3] آپ کا مزار لاہور میں فیوض و برکات کا سرچشمہ ہے۔

سیرت: آپ صاحب کشف و کرامات تھے' حضرت غوث الاعظم کے سچے عاشق تھے' اپنے پیرو مرشد سے والہانہ عشق تھا۔ اور اپنے پیرو مرشد کی عنایات و الطاف و کرم کا اس طرح اعتراب کرتے ہیں

بہ تخت فقر بنشینم چو حاصل گشت مقصودم
سلیمانی کنم کزجان غلام شیخ داؤدم

آپ فنافی الشیخ کے درجے پر فائز تھے۔

علمی ذوق: آپ ایک خدا رسیدہ بزرگ ہونے کے علاوہ ایک عالم بھی تھے۔ آپ نے کئی کتابیں لکھی ہیں۔ آپ کی مشہور تصانیف حسب ذیل ہیں۔

تحفۃالقادری' باغ ارم' زعفران زار' رسالہ مونس جاں۔

شعرو شاعری: آپ ایک خوش گو شاعر بھی تھے۔ آپ کا تخلص "غربتی" ہے' کہیں

آپ نے "مسلمے" اور کہیں "معالی" تخلص بھی استعمال کیا ہے۔

آپ صاحب دیوان تھے' ایک مشہور غزل کے چند اشعار حسب ذیل ہیں۔

تشنہ لب گویان سوئے آں بحر عرفاں می روم | سرزدہ چوں سیل اشک خود بافغاں می روم
حاجی بغداد گیلانم زشوق خضر تش | گہ سوئے بغداد و گاہے سوئے گیلاں می روم
ہم عرب شد ہم عجم صید تو اے ترک عجم | بر اسیر خویش رحمے کن کہ حیراں می روم
غربتی سروقد خضرے مبارک پے کجا است | تاشود رہبر کہ سوئے آب حیراں می روم

آپ کی ایک مشہور رباعی حسب ذیل ہے۔

یا رب بتجلی جمال عبدالقادر | یا رب بتجلی کمال عبدالقادر
برحال ابو المعال زار و ضعیف | رحمے کن ودہ وصال عبدالقادر

تعلیمات: آپ کی بعض تعلیمات حسب ذیل ہیں۔

محبت کا تعلق: آپ اس خیال سے متفق نہیں کہ مرنے کے بعد عشق د محبت کا تعلق بے کار ہے' آپ کے نزدیک ہر حالت میں عشق و محبت جائز اور روا ہے۔

مخالفت نفس: آپ فرماتے ہیں کہ نفس کی مخالفت کی پرواہ نہیں کرنا چاہیے۔ باوجود نفس کی مخالفت کے محنت و ریاضت میں لگا رہنا چاہیے۔ آپ کے نزدیک نفس کی مخالفت نیک فال ہے۔ جس طرح کہ کوٹھے پر زاغ کی آواز مہمان کے آنے کی بشارت ہے' اسی طرح نفس کا پکارنا مراد پوری ہونے کی دلیل ہے۔

اقوال:

○ جب میں دل و جان سے محبوب کا عاشق زار ہوں اور جناب کی بھی کمال مہربانی میرے شامل حال ہے تو پھر مجھے کسی غیر کی کیا حاجت ہے۔

○ یا الٰہی! مجھے اپنے پیر کی محبت کی توفیق عطا فرما' تاکہ میرا مقصود حاصل ہو۔

کشف و کرامات: ایک مرتبہ ملا شاہ ایک عالم و عامل ملا نعمت اللہ کے ہمراہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے' آپ وہاں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور آپ کو تسبیح نذر کی' وہ تسبیح دیکھ کر ان کے دل میں خیال پیدا

ہوا کہ یہ آپ کی کرامت ہو گی' اگر آپ ان کی خواہش سے بذریعے کشف مطلع ہوں اور وہ تسبیح ان کو عطا کریں'
وہ جب آپ سے رخصت ہونے لگے تو آپ نے وہ تسبیح ان کو دی اور تاکید فرمائی کہ ہر روز (100) سو بار صلوۃ پڑھا کریں'[4]۔
ملا نعمت اللہ کو ایک دن یہ خیال آیا کہ ان کو اعتقاد اور محبت غوث الاعظم محی الدین حضرت عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے' اس کی خبر غوث الاعظم کو بھی ہو گی یا نہیں'
اسی رات کو ملا نعمت اللہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ کسی کام میں درماندہ ہیں' اور ننگے سر ہیں'
حضرت غرث الاعظم وہاں تشریف لائے' اور سفید دستار ان کو مرحمت فرمائی اور ان سے فرمایا کہ[5]۔

"ملا نعمت! ما در چنیں جاہا از شما خبرداریم"

"ملا نعمت! ہم ایسی جگہ (حالت میں) تمہارے حال سے خبردار ہیں"۔

دوسرے دن آپ نے ان کو بلایا' جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے' آپ نے ان کو سفید دستار عطا کی اور فرمایا کہ یہ وہی دستار ہے۔

حواشی

-1 مقامات داؤدیہ' روضۃ النوادر

-2 سفینۃ الاولیاء (فارسی) صفحہ 196

-3 سفینۃ الاولیاء (فارسی) صفحہ 196

-4 سفینۃ الاولیاء (فارسی) صفحہ 196

-5 سفینۃ الاولیاء (فارسی) صفحہ 195

باب 52

حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی مخزن شریعت، معدن طریقت و حقیقت ہیں۔

خاندانی حالات: آپ کا نسب نامہ پدری (27) ستائیس واسطوں سے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہے، پس آپ فاروقی ہیں۔

والد ماجد: آپ کے والد ماجد حضرت عبدالاحد نے عین عالم شباب میں حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی سے بیعت کی۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کی وفات کے بعد ان کے صاحب زادے حضرت شیخ رکن الدین نے ان کو فوائد و برکات سے مالا مال کر کے طریقہ قادریہ اور چشتیہ صابریہ خرقہ خلافت 979ھ میں مرحمت فرمایا۔

انہوں نے حضرت شاہ کمال کتھیلی سے سلوک طریقہ قادریہ طے کیا اور حضرت شاہ کمال سے فوائد و برکات کے علاوہ نسبت فردیت حاصل کی، رہتاس میں حضرت شیخ عبداللہ داد سے اور جون پور میں حضرت شیخ علی قوام نظامی سے فیض روحانی حاصل کیا۔

آپ کی ولادت کے متعلق پیشین گوئیاں: حضرت غوث الاعظم میراں محی الدین جیلانی شیخ عبدالقادر، شیخ جام، حضرت داؤد قیصری، حضرت خلیل اللہ بدخشی، حضرت شیخ سلیم چشتی، حضرت نظام الدین نارنولی اور حضرت شیخ عبداللہ سہروردی نے آپ کی ولادت باسعادت کی خبر لوگوں کو دے دی تھی۔[1]

ولادت مبارک: سرہند میں آپ نے جمعہ، 14 شوال 1971ھ کو اپنے جمال جہاں آراء سے اس عالم کو روشن و منور فرمایا۔

ولادت کے بعد کے واقعات: آپ کی ولادت کے بعد آپ کے والد ماجد نے

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آں حضرت تشریف لائے ہیں اور آپ کے کانوں میں اذان و تکبیر کہی۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے خلیفہ شیخ عبدالعزیز اس وقت سرہند میں مقیم تھے انہوں نے ملائک کو دیکھا' کہ سب آپ کے فضائل بیان کرنے میں مصروف ہیں۔

نام نامی: آپ کا نام "احمد" ہے۔

لقب: آپ کا لقب بدر الدین ہے

کنیت: آپ کی کنیت "ابو البرکات" ہے۔

خطابات: "خزینۃ الرحمت۔ قیوم الزماں" اور مجدد الف ثانی' آپ کے خطابات ہیں۔

مجدد الف ثانی کہلانے کی وجہ تسمیہ: آپ کے مجدد الف ثانی کہلانے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آپ کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ آپ دین کو نئے سرے سے تازگی بخشنے والے ہیں۔

بھائی: آپ کے (6) چھ بھائی تھے' جن میں شاہ محمد' شیخ مسعود' شیخ غلام محمد اور شیخ نوادو مشہور ہیں' آپ اپنے والد کو چوتھے صاحب زادے تھے۔

بچپن: آپ مختون پیدا ہوئے تھے۔ اور بچوں کی طرح روتے نہیں تھے' آپ کا بدن یا کپڑا کبھی ناپاک نہیں ہوتا تھا' آپ کو کسی نے برہنہ نہیں دیکھا۔

علالت: ابھی آپ دودھ ہی پیتے تھے کہ بیمار ہو گئے۔ آپ کے والد ماجد نے حضرت شاہ کمال کتھیلی کو آپ کی علالت کی اطلاع دی اور ان کو اپنے گھر لائے' حضرت شاہ کمال کتھیلی نے آپ کو دیکھا' گود میں لیا اور آپ کے متعلق فرمایا۔[2]

"اللہ تعالیٰ اس کی عمر دراز کرے' یہ عالم باعمل عارف کامل ہو گا اور بہت سے بزرگ' آپ اور مجھ جیسے اس کے دامن عافیت میں تربیت سے مستفید ہوں گے' تاقیامت اس کا نور روشن رہے گا' اکثر اولیائے امت اس کی ولادت باسعادت کی خبر دے گئے ہیں' باخبر بزرگ اس کے ظہور کے منتظر اور چشم براہ تھے"۔

یہ فرما کر حضرت شاہ کمال کتھیلی نے اپنی زبان آپ کے منہ میں دے دی'

آپ نے اس کو چوسنا شروع ہوا۔

حضرت کمال کتھیلی بہت خوش ہوئے اور خوشی کی حالت میں فرمایا۔

"ہمارے طریقہ قادریہ کی تو تمام نعمت اس کو پہنچ گئی"۔

تعلیم و تربیت: آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت آپ کے والد ماجد کے سایہ عاطفت میں ہوئی۔ آپ نے بہت جلد قرآن شریف حفظ کیا' اس کے بعد علم ظاہری کی تحصیل اپنے والد سے شروع کی۔ بہت سی درسی کتب پڑھ کر جلدی ہی فارغ ہوئے۔ پھر مولانا کمال کے پاس سیالکوٹ گئے۔ اور ان سے کچھ کتابیں پڑھیں۔ جس میں تفسیر واحدی مع دیگر مولفات واحدی' تفسیر بیضاوی مع دیگر مصفات قاضی بیضا' صحیح بخاری متعلقات ثلاثیات وغیرہ' مشکوۃ' المصابح' ترمذی شریف مع شمائل' جامع صغیر' قصیدہ بردہ قابل ذکر ہیں۔

(17) سترہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو کر مسند ہدایت پر رونق افروز ہوئے۔

درس و تدریس: بہت دور سے طلباء آپ کی خدمت میں آنے لگے۔ آپ کا حلقہ حدیث و تفسیر روز بروز وسیع ہوتا گیا' درس و تدریس آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔

آگرہ میں آمد: آپ دو مرتبہ آگرے تشریف لے گئے۔ ابو الفضل اور فیضی سے ملے' آپ نے ان کو رشد و ہدایت اور تلقین فرمائی۔

والد کا وصال: آپ کے والد ماجد نے 17 رجب 100ھ کو بعمر اسی سال داعی اجل کو لبیک کہا۔

دہلی میں پہلی بار: اپنے والد ماجد کے وصال کے بعد آپ حج بیت اللہ اور زیارت روضہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال سے 1008ھ میں سرہند سے روانہ ہوئے۔ دہلی پہنچ کر آپ اپنے پرانے دوست مولانا حسن کشمیری سے ملے' جو حضرت خواجہ باقی باللہ کے معتقد و مناقد تھے' انہوں نے حضرت خواجہ باقی باللہ کے کمالات و تصرفات کا ذکر آپ سے کیا۔ آپ کو حضرت خواجہ باقی باللہ کی قدم بوسی کا شوق پیدا ہوا۔ آپ اپنے والد ماجدہ سے پہلے ہی سلسلہ نقشبندیہ کی تعریف سن چکے تھے۔

بیعت و خلافت: سب سے پہلے آپ اپنے والد ماجد حضرت عبدالاحد سے بیعت

ہوئے اور ان سے پندرہ سلاسل میں خلافت پائی۔ جب آپ حضرت خواجہ باقی باللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت خواجہ باقی باللہ کی خواہش کے مطابق ان کی خانقاہ میں مہمان ہوئے تو آپ دوسرے روز ہی حضرت خواجہ باقی باللہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ کچھ ہی عرصہ میں درجہ کمال کو پہنچے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ نے آپ کو خرقہ خلافت سے سرفراز فرمایا اور سرہند جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

دیگر سلاسل: آپ نے حضرت شیخ یعقوب صرفی سے سلسلہ کبرویہ سہروردیہ میں۔ خلافت پائی'

آپ نے حضرت حاجی عبدالرحمن بدخشی کابلی المعروف بہ حاجی رمزی سے مصافحہ کیا انہوں نے اپنے شیوخ سے۔

حضرت شاہ سکندر سے آپ نے خرقہ خاص حضرت غوث الاعظم کے ساتھ ساتھ طریقہ قادریہ جدیہ میں خلافت پائی'

واپسی: اپنے پیرو مرشد سے رخصت ہو کر آپ سرہند تشریف لائے اور تربیت۔ طالبین اور ہدایت سالکین میں مشغول ہوئے۔

دہلی میں دوسری بار: شوق دیدار جمال باکمال مرشد حق آپ کو دوبارہ دہلی لایا۔ . . آپ نے پیرو مرشد کی خانقاہ میں قیام کیا۔ کچھ عرصہ اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں رہے۔ آپ کے پیرو مرشد نے آپ کو نعمت باطنی اور نسبت ہائےعالیہ سے مالا مال کرکے سرہند رخصت کیا۔

سرہند میں آمد: آپ سرہند واپس تشریف لائے اور کچھ عرصے سالکین راہ خدا اور طالبین طریق و صدق و صفا کی تعلیم و تربیت میں مشغول رہ کر رخت سفر باندھا۔

لاہور میں قیام: آپ سرہند سے لاہور تشریف لے گئے۔ وہاں بہت لوگ آپ کی صحبت کیمیا خاصیت کے فیوض و برکات سے مستفید ہوئے۔ حضرت مولانا جمال الدین تلوی اور مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی آپ کے حلقہ بیعت و ارادت میں داخل ہوئے اور بہت سے مشائخ نے آپ سے فیوض باطنی حاصل کیے۔

خبر جاں کاہ: آپ جب لاہور مقیم تھے' آپ کو اپنے پیرو مرشد حضرت خواجہ باقی

باللہ کے وصال کے خبر وحشت اثر ملی' آپ خبر جاں کاہ کے ملتے ہی دہلی روانہ ہوئے۔ دہلی پہنچ کر آپ اپنے پیرو مرشد کے مزار پر انوار کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

وطن کو واپسی: کچھ دن دہلی میں قیام فرما کر آپ سرہند واپس تشریف لائے اور سرگرم حلقہ ذکر و فکر ہوئے۔ سرہند آپ نے اپنا مرکز رشد و ہدایت بنایا اور تعلیم و تلقین اور طالبان کی تربیت میں ہمہ تن مشغول ہوئے۔

سلاطین کے تعلقات: اکبر کے دینی عقاید سے آپ کو بنیادی اختلاف تھا۔ جہانگیر کو آپ کا بڑھتا ہوا اقتدار اور اثر پسند نہ آتا تھا۔ آپ کے خلیفہ بدیع الدین کے حلقہ ارادت میں بہت سے امرائے سلطانی داخل ہو گئے تھے' خانخاناں' سید صدر جہاں' خان جہاں' خان اعظم' مہابت خاں' تربت خاں' اسلام خاں وغیرہ ان کے حلقہ بگوش تھے۔

بادشاہ نے اپنے وزیر اعظم آصف خاں کی رائے پسند کرتے ہوئے ان امراء کو جو آپ سے عقیدتے رکھتے تھے' دور دراز تقرر کر کے بھیج دیا۔

شاہی دربار میں: بادشاہ نے ایک فرمان سرہند کے حاکم کے نام روانہ کیا' جس میں آپ سے ملاقات کا اشتیاق ظاہر کیا اور آپ کو دربار میں آنے کی دعوت دی۔ آپ نے دعوت قبول فرمائی۔ آپ جب شاہی دربار میں تشریف لے گئے تو آپ نے آئین دربار کی پابندی نہ کی' نہ بادشاہ کو سلام کیا اور نہ سجدہ' درباریوں کو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی' آپ نے درباریوں کو حیرت زدہ دیکھ کر فرمایا۔ "اس وقت تک یہ پیشانی غیر اللہ کے لئے نہیں جھکی اور نہ آئندہ امید ہے"۔

قید و بند: بادشاہ کو یہ بات ناگوار گزری۔ وزیر نے مشورہ دیا کہ آپ کو نظر بند کر دیا جائے۔ چناں چہ آپ کو گوالیار کے قلعہ میں نظر بند کر دیا گیا۔ آپ نے خندہ پیشانی سے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور اپنے خلفاء' مریدین و معتقدین کو تاکید فرمائی کہ وہ کسی قسم کی شورش نہ کریں۔

رہائی: آخر کار بادشاہ نے آپ کی رہائی کا حکم جاری کیا آپ سرہند تشریف لے گئے۔

شادی و اولاد: آپ کے سات لڑکے اور تین لڑکیاں ہوئیں۔

لڑکوں کے نام حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت خواجہ محمد صادق (2) حضرت خواجہ محمد سعید (3) حضرت خواجہ محمد معصوم (4) حضرت خواجہ محمد فرخ نے پندرہ سال کی عمر میں انتقال فرمایا (5) حضرت خواجہ محمد عیسیٰ نے آٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ (6) حضرت خواجہ محمد اشرف نے دو سال کی عمر میں وفات پائی (7) حضرت خواجہ شیخ محمد یحیٰ۔

آپ کی لڑکیوں کے نام حسب ذیل ہیں:

(1) بی بی رقعیہ بانو (2) بی بی خدیجہ بانو (3) بی بی کلثوم - تینوں صاحب زادویوں کا بچپن میں انتقال ہوا۔

وصال: آپ 28 صفر 1034ھ کو جوار رحمت میں داخل ہوئے۔ مزار فیض آثار سرہند میں مرجع خاص و عام ہے۔

خلفاء: آپ کے صاحب زادے حضرت خواجہ محمد معصوم آپ کے سجادہ نشین ہیں۔ آپ کے ممتاز خلفاء حسب ذیل ہیں:

حضرت خواجہ محمد عیسیٰ اور حضرت خوجہ محمد اشرف کے علاوہ آپ کے دیگر صاحب زادے آپ کے خلیفہ ہیں۔ مولانا میر محمد نعمان اکبر آبادی، مولانا شیخ عبد الھادی بدایونی۔ مولانا شیخ طاہر لاہوری، مولانا صادق کابلی، شیخ بدیع الدین سہارن پوری، مولانا یوسف سمرقندی، شیخ احمد استنبولی

سیرت پاک: آپ جامع علوم شریعت و طریقت تھے۔ آپ نے دقائق علیہ و ادات مرضیہ اور احوال شریفہ حاصل کئے۔ آپ کو نسبت مرادیت و محبوبیت حاصل تھی۔ آپ سنت رسول ﷺ کے پابند تھے۔ ترک و تجرید، عبادت و مجاہدہ صبرو شکر، علم و تواضع، زہد و ورع، توکل و قناعت، تسلیم و رضا میں یگانہ عصر تھے، نعمت حاصل ہونے پر شکر اور تکلیف پہنچے پر صبر کرتے تھے، آدھی رات کو بیدار ہوتے اور عبادت میں مشغول ہوتے، نماز تہجد پابندی سے پڑھتے۔

علمی ذوق: آپ ایک بڑے عالم بھی تھے، آپ نے بہت سی کتابیں لکھیں، آ...

کی مشہور کتابیں حسب ذیل ہیں:

اثبات النبوت، رسالہ رد روافض، شرح رباعیات حضرت خواجہ باقی باللہ، تعلیقات عوارف، رسالہ علم حدیث، رسالہ خواجگان نقشبند، رسالہ تہلیلہ، رسالہ مکاشفات غیبیہ، رسالہ آداب المریدین، مبدو معاد، معارف لدنیہ۔

عقائد: آپ تعلیم دین کو تلقین سلوک کے مقابلہ میں بہتر سمجھتے تھے۔ نبوت کو ولایت سے افضل جانتے تھے، تمام اولیاء پر اصحابہ کبار کو فضیلت دیتے، طریقہ نقش بندیہ کو اور طریق پر فوقیت دیتے تھے، صحو کو سکر سے بہتر جانتے تھے، ذکر جہر کو خلافت ادب سمجھتے تھے۔ چلہ کشی آپ کے نزدیک بے ضرورت اور خلاف سنت ہے۔ آپ قبروں کو سجدہ کرنا ناجائز سمجھتے تھے اور قبروں کا طواف کرنا اور بوسہ دینا آپ کے نزدیک مکروہ ہے۔ زیارت قبور کو مستحسن، اولیائے اللہ سے مدد چاہنے کو درست اور ایصال ثواب عبادات مالی اور بدنی کو جائز قرار دیتے تھے، سماع، رقص، صندل اور چراغاں عرس کو منع فرماتے تھے۔

تعلیمات: آپ کی تعلیمات عارفانہ ہیں۔

شریعت، طریقت، حقیقت: آپ فرماتے ہیں۔[3]

"حقیقت سے مراد شریعت کی حقیقت ہے، نہ یہ کہ حقیقت شریعت سے جدا ہے۔ طریقت سے مراد وہ راستہ ہے جو شریعت کی حقیقت تک پہنچانے والا ہے، نہ کہ شریعت اور حقیقت سے کوئی الگ امر ہے، پس شریعت کی حقیقت تک پہنچنے سے پہلے صرف شریعت کی صورت حاصل ہوتی ہے۔ شریعت کی حقیت تب معلوم ہوتی ہے، جب نفس اطمینان کے مقام پر پہنچ جائے اور درجہ ولایت حاصل کرلے، نفس کے ولایت اور اطمینان کے درجے تک پہنچنے سے پہلے ایمان کی صورت حاصل ہوتی ہے اور اطمینان حاصل ہونے کے بعد ایمان کی حقیقت"

موجودیت: آپ فرماتے ہیں۔[4]

طالب کو چاہیے کہ اندرونی و بیرونی باطل معبودوں کی نفی کی کوشش کرے اور معبود حقیقی کے اثبات کے لئے جو کچھ اس کے وہم و خیال میں آئے اور اسے

بھی بطرف کر دے، صرف کے اثبات کے لیے جو کچھ اس کے وہم و خیال میں آئے اور اسے بھی بطرف کر دے، صرف اس کی موجودیت پر اکتفا کرے، اگرچہ اس مکان میں موجود کی بھی گنجائش نہیں، اسے وجود کے علاوہ تلاش کرنا چاہیے۔

ترک دنیا: آپ فرماتے ہیں۔[5]

"سعادت مند وہ آدمی جس کا دل دنیا سے سرد ہو گیا ہو اور حق سبحانہ کی محبت کی گرمی سے گرم ہو گیا ہو۔ دنیا کی محبت تمام کی جڑ ہے اور اس کا ترک کرنا تمام عبادتوں کا سردار۔ کیوں کہ دنیا حق تعالیٰ کی مغضوبہ ہے، اور جب سے اس کو پیدا کیا ہے، اس کی طرف نہیں دیکھا۔ دنیا اور دنیادار طعن و ملامت کے داغ سے داغ دار رہے"

جب ذاکر بلکہ اس کے وجود کا ہر ایک رو نگٹا اللہ کے ذکر سے پر ہے تو وہ اس وعید سے خارج ہے، اور دنیا داروں کے شمار میں نہیں، کیوں کہ دنیا وہ چیز ہے جو دل کو حق تعالیٰ کی طرف سے ہٹائے رکھے اور اس کے غیر کے ساتھ مشغول کر دے، خواہ وہ مال و اسباب ہو، خواہ جاہ ریاست، خواہ ننگ و ناموس۔

جو کچھ دنیا کی قسم سے ہے، وہ بلائے جان ہے۔

اہل دنیا، دنیا میں ہمیشہ کے لئے تفرقے میں ہیں اور آخرت میں حسرت و ندامت والوں میں سے۔ دنیا کے ترک کی حقیقت سے مراد اس میں رغبت کا ترک کرنا ہے اور رغبت کا ترک کرنا، اس وقت ثابت ہوتا ہے، جب اس کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہو جائے۔

"اور اس مطلب کا حاصل ہونا جمعیت والے لوگوں کی صحبت کے بغیر مشکل ہے"

اقوال:

- یہ کس قدر بڑی نعمت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جوانی میں توبہ کی توفیق عطاء فرمائے اور اس پر استقامت بخشے۔
- فرصت، صحت اور فراغت کو غنیمت جاننا چاہیے اور ہمہ وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہنا چاہیے۔
- اہل کرم کا طریقہ ایثار یعنی غیر کی حاجت کو اپنی حاجت پر مقدم رکھنا۔

- انسان مرکب ہے عالم خلق سے، جو اس کا ظاہر ہے اور عالم امر سے جو اس کا باطن ہے۔
- کام کا مدار دل پر ہے اور اگر دل حق تعالیٰ کے غیر سے گرفتار ہے تو خراب اور ابتر ہے، صرف ظاہر اعمال اور رسمی عبادتوں سے کچھ نہیں ہو سکتا۔

کشف و کرامات: آپ کے مرید کا ایک واقعہ ہے کہ اس کو ایک دن شیر نے جنگل میں گھیر لیا۔ اس نے آپ کو یاد کیا اور آپ سے امداد چاہی۔ آپ وہیں ظاہر ہوئے عصا ہاتھ میں تھا۔ آپ نے شیر کو بھگا دیا اور پھر غائب ہو گئے۔ اس کے ساتھیوں نے اس شخص سے پوچھا کہ یہ کون بزرگ تھے، جو عصا لئے ہوئے آئے اور شیر کو بھگا دیا، اس شخص نے ان لوگوں کو بتایا کہ وہ اس کے پیرو مرشد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

آپ نے اپنی وفات سے قبل اپنی وفات کے متعلق لوگوں کو آگاہ کر دیا تھا، وقت تک دیا تھا۔

گوالیا کے قلعہ میں اپنی نظربندی کے متعلق فرما دیا تھا۔

ایک جذامی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، دعا کا طالب ہوا، آپ نے اس کی طرف توجہ فرمائی، وہ اسی وقت اچھا ہو گیا۔

ایک درویش نے آپ کی خدمت میں آکر عرض کیا، حج بیت اللہ کا ارادہ ہے، آپ نے کچھ سوچا اور فرمایا۔

"تو عرفات میں نظر نہیں آتا"۔

اس درویش نے انتہائی کوشش کی، لیکن نہ جا سکا۔

حواشی

1- جواہر مجددیہ۔ صفحہ 11،10

2- جواہر مجددیہ۔ صفحہ 14

3- معارف لدنیہ (اردو ترجمہ) صفحہ 31،30

4- مبدو معاد (اردو ترجمہ) صفحہ 11

5- مکتوب 197

باب 53

حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت میاں میر قطب زمن ہیں، واقف سر و علن ہیں۔

خاندانی حالات: آپ کا سلسلہ نسب اٹھائیس واسطوں سے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہے آپ کے دادا قاضی قلندر فاروقی ایک صوفی منش بزرگ تھے۔

والد ماجد: آپ کے والد ماجد کا نام قاضی سائیں دتا ہے۔[1]

والدہ ماجدہ: آپ کی والدہ ماجدہ فاطمہ قاضی قادن کی صاحب زادی تھیں۔

بھائی: آپ کے چار بھائی تھے، جن کے نام حسب ذیل ہیں[2]
قاضی بولن، قاضی عثمان، قاضی ظاہر، قاضی محمد،

بہنیں: آپ کو دو بہنیں تھیں، جن کے نام حسب ذیل ہیں۔
بی بی جمال خاتون، بی بی بادی۔
بی بی جمال خاتون رابعہ عصر تھیں، آپ سے بہت سی کرامات کا اظہار ہوا۔
3۔

ولادت: آپ کی ولادت باسعادت "سیوستان میں جو ٹھٹھ اور بھکر کے مابین واقع ہے اور آپ کے آباؤ اجداد کا اصلی وطن ہے۔ 938ھ میں ہوئی"۔[4]

نام: آپ کا نام میر محمد ہے۔

القاب: آپ "میاں میر، شاہ میر، میاں جیو، بالا پیر" کے القاب سے پکارے جاتے ہیں۔

بچپن کا صدمہ: سات سال کی عمر میں والد کا سایہ آپ کے سر سے اٹھ گیا۔

تربیت: بارہ سال کی عمر میں آپ نے اپنی والدہ ماجدہ سے علم باطنی حاصل کرنا شروع کیا۔ اس سے فارغ ہو کر آپ دنیا اور دنیاوی تعلقات سے کنارہ کش ہو گئے۔

تلاش حق: آپ والدہ سے رخصت ہو کر جنگلوں' بیابانوں اور باغوں میں گھوما کرتے تھے۔ تلاش حق میں آپ بے چین رہتے تھے۔ ریاضت' عبادت اور مجاہدہ میں مشغول رہتے تھے۔

بیعت و خلافت: آپ سیوستان کے پہاڑوں میں گھومتے گھومتے ایک دن حضرت خضر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت خضر رضی اللہ عنہ سلسلہ عالیہ قادریہ کے ایک بلند پایہ بزرگ تھے' وہ بارہ مہینے پہاڑوں میں رہتے تھے۔ مخلوق سے دور اور یاد الٰہی میں مصروف رہتے تھے' ان کے پاس ایک کوزہ اور ایک بوریا تھا اور اس کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ جاڑے کے موسم میں ایک تنور بنا کر اور لکڑیاں جمع کر کے اس تنور میں رات کو رہتے تھے۔

آپ حضرت خضر رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی ملاقات کا حال اس طرح بیان فرماتے ہیں[5]۔

"جب میں والدہ ماجدہ سے رخصت لے کر بڑے شوق سے باہر نکلا تو بے اختیار جنگل کا رخ کیئے جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ میں سیوستان میں پہنچا۔ وہاں پر میں نے دیکھا کہ ایک کونے میں تنور ہے جس کا منہ ڈھکا ہوا تھا۔ جب کھول کر دیکھا تو اس میں پتھر دیکھا اور تنور گرم تھا۔ حیران رہ گیا' مجھے معلوم ہوا کہ یہ کسی بزرگ کا مقام ہے۔ اور میں نے عہد کیا کہ جب تک اس بزرگ کی زیارت نہ کر لوں گا' یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ تین روز کے بعد حضرت خضر رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے' میں نے جا کر سلام کیا' آپ نے سلام کا جواب مع میرے نام کے دیا"۔

بعدہ آپ حضرت خضر رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوئے اور یاد الٰہی میں مشغول ہوئے اور خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے۔

پیرو مرشد سے رخصت: حضرت خضر رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو رخصت فرمایا اور آپ کو

ہدایت فرمائی کہ ان کے پاس رہنے کی ضرورت نہیں، جہاں جی چاہے جائیں اور جہاں جی چاہے رہیں۔

لاہور میں آمد: آپ علوم ظاہری حاصل کرنے کے واسطے لاہور تشریف لائے۔ بعض کا خیال یہ ہے کہ آپ پیرو مرشد کی وفات کے بعد لاہور میں رونق افروز ہوئے۔ لاہور میں مسجدوں میں قیام فرمایا۔ مولانا سعد اللہ کے حلقہ درس میں شامل ہوئے اور کچھ ہی مدت میں علوم معقول و منقول کلی کی تحصیل سے فارغ ہوئے۔ مولانا نعمت اللہ سے بھی آپ نے علم حاصل کیا۔

آپ نے اپنی اصلی حالت کا کسی کو پتہ نہیں دیا۔ اس کے بعد سے آپ کا یہ طریقہ تھا کہ دن میں بزرگان دین کے مزارات پر جاتے اور مزارات سے فیوض و برکات حاصل کرتے، پھر باغوں، جنگلوں اور غیر آبا مقامات پر جا کر یاد حق میں مشغول ہوتے۔

سرہند میں قیام: لاہور میں کچھ عرصے رہ کر آپ سرہند تشریف لے گئے۔ سرہند میں آپ بیمار ہو گئے۔ گھٹنے کے درد کی شکایت پیدا ہوئی۔ حاجی نعمت اللہ سرہندی نے آپ کی بہت خدمت کی، آپ نے ان کی خدمت اور تیمارداری سے خوش ہو کر ان کو ایک ہی ہفتہ میں درجہ کمال کو پہنچا دیا،

بیماری کی حالت میں آپ ایک دن غوث الاعظم میراں محی الدین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی روح پر فتوح کی طرف رجوع ہوئے۔ غوث الاعظم اور حضرت خضر علیہ السلام آپ کی مزاج پرسی کے لئے تشریف لائے۔ آپ نے حضرت غوث الاعظم سے صحت کی درخواست کی۔ حضرت غوث الاعظم نے اپنا ہاتھ آپ کے جسم پر پھیرا۔ اور پانی کا ایک پیالہ دے کر اس کے پینے کی تاکید فرمائی، آپ تندرست و توانا ہو کر خداوند تعالیٰ کا شکر بجالائے۔

لاہور میں سکونت: ایک سال کے قریب سرہند میں رہ کر آپ لاہور واپس تشریف لائے اور باغبانوں کے محلے میں مستقل سکونت اختیار کی۔[6]

آپ عبادت، ریاضت، مجاہدہ، تعلیم و تلقین اور رشد و ہدایت میں مشغول رہتے۔ لوگوں کو راہ حق دکھاتے، آپ کا فیض عام تھا، بہت سے لوگ آپ سے فیض یاب ہوئے۔

سلاطین کی باریابی: آپ کے کمالات کا شہرہ سن کر شہنشاہ جہانگیر کو آپ سے ملنے کا شوق ہوا۔ لاہور سے چلنے کے بعد اس نے ایک شخص کو آپ کی خدمت میں بھیجا اور یہ پیغام بھیجا کہ لاہور سے روانہ ہونے کے بعد اس کو آپ کا نام معلوم ہو سکا' اگر لاہور میں ہوتا تو وہ خود حاضر خدمت ہوتا' اب آپ خود ہی از راہ نوازش اس کے پاس تشریف لے آئیں۔

آپ نے جہانگیر کی درخواست منظور فرمائی۔ جہانگیر نے آپ کی بہت آؤ بھگت کی۔ بہت دیر تک بات چیت ہوتی رہی۔ جہانگیر آپ سے بہت متاثر ہوا اور اسی حالت میں آپ سے عرض کیا کہ: [7]

"جو کچھ سلطنت کا زر و مال اور جواہر وغیرہ ہے' وہ میری نظر میں اینٹ پتھر کے برابر ہے' اگر آپ توجہ فرما دیں تو میں دنیاوی تعلقات کو چھوڑ دوں۔"

آپ نے یہ سن کر جہانگیر سے فرمایا۔

"تم پہلے اپنے جیسا خلقت کی نگہبانی کے لئے کوئی شخص مہیا کرلو۔ پھر میں تمہیں اپنے ساتھ لے جا کر مشغول کروں گا"۔

جہانگیر یہ سن کر بہت خوش ہوا' اس نے آپ سے عرض کیا کہ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو فرمائیں' آپ نے بادشاہ سے وعدہ لیا کو جو طلب کریں گے' وہ دے گا۔ جہانگیر نے کہا۔ "ہاں! ضرور دوں گا"۔

آپ نے فرمایا: "تو بس یہی چاہتا ہوں کہ مجھے رخصت دو"۔ جہانگیر نے آپ کو نہایت عزت و احترام سے رخصت کیا۔

شہنشاہ شاہجہاں دو مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے شاہجہاں کو نصیحت فرمائی کہ [8]

"عادل بادشاہ کو اپنی رعیت اور سلطنت کی خبر گیری کرنی چاہیے اور اپنی تمام ہمت اپنی تمام ولایت کو آباد کرنے میں صرف کرنی چاہیے' کیونکہ اگر رعیت آسودہ حال اور ملک آباد ہے تو سپاہ آسودہ اور خزانہ ہو گا"

شاہ جہاں آپ سے مل کر اتنا متاثر ہوا کہ اکثر کہا کرتا تھا کہ۔

"ہم نے ترک و تجرید میں حضرت میاں جیو جیسا کوئی درویش نہیں

دیکھا"۔

دوسری مرتبہ جب شاہجہاں آپ سے ملنے آپ کے در دولت پر گیا تو شال کی دستار اور کھجوروں کی تسبیح اپنے ہمراہ لے گیا' جب اس نے وہ دونوں چیزیں آپ کو نذر کیں' تو آپ نے دستار واپس کر دی اور تسبیح قبول فرمائی' وہ تسبیح قبول تو کرلی' لیکن بعد ازاں اپنے ایک مرید کو دے دی۔

آپ بادشاہ سے بات چیت کرتے جاتے تھے اور لونگ پکا کر پھینکتے جاتے تھے۔ شیخ محمد لاہوری وہ لونگیں اٹھا کر کھا لیتے تھے۔ شیخ محمد لاہوری نے شاہجہاں کے جانے کے بعد آپ سے دریافت کیا کہ مجلس کیسی گذری' آپ نے جواب دیا کہ[9]

"بادشاہ فرد کامل اور مظہر خاص ہوتے ہیں' لیکن ان کی آمد و رفت اور بات چیت سے مجھ میں کسی طرح کا فرق نہیں آیا' کیونکہ میں جس کام میں مشغول تھا' اسی میں مشغول رہا"۔

وصیت: آپ اکثر فرمایا کرتے کہ[10]

"وفات کے بعد مجھے شورہ زمین میں دفن کرنا' تاکہ میری ہڈیوں تک کا نام و نشان باقی نہ رہے اور نہ ہی قبر کی صورت بنانا' کیوں کہ

صورتے در قبر بعد از مرگ ویراں خوشتر است
نیستی مانند من باخاک یکساں خوشتر است

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ

"میری ہڈیوں کو نہ بیچنا۔ اور میری قبر پر دوسروں کی طرح دوکان نہ بنا لینا"۔

وفات: آپ نے 17 ربیع الاول 1045ھ کو اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ فرمایا۔ مزار فیض آثار لاہور میں مرجع خاص و عام۔

مرید: آپ کے مریدوں کی تعداد کافی ہے۔ خاص خاص حسب ذیل ہیں۔[11]

حاجی نعمت اللہ ' میاں نتھا شاہ' حاجی مصطفٰے سرہندی' ملا حامد گجر' ملا روحی مسمی بہ ابراہیم' ملا خواجہ کلاں' حاجی صالح کشمیری' ملا شاہ صاحب' شیخ عبدالغنی' میاں محمد مراد' میر زاہد مداری عبدالرحمن' شیخ عبدالواحد' محمد شریف' ملا ابابکر' ملا عیسیٰ سیالکوٹی' سید اشرف۔

سیرت: آپ تقوے، ورع، ترک، تجرید، تفرید، سیرو سلوک، فتوح، کشائش، اوضاع و افعال و اقوال اور اشغال میں ممتاز تھے، آپ شریعت حقیقت اور طریقت سے آراستہ تھے۔ آپ حقائق و معارف وہ باتیں بیان فرماتے جو پہلے نہیں سنی گئی تھیں۔ آپ کی کل خوبیاں، حوصلہ، استغراق، استغنا، فنا، وقت کی محافظت، احوال کا چھپانا، توحید معارف، دلوں کو کھولنا، مریدوں پر مہربانی کرنا، امتیازی شان رکھتی تھیں۔

آپ کی تجرید کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ عصالے کر دو تین قدم چلے ہوں گے کہ عصا پھینک دیا اور فرمایا۔

"وہ شخص عصا پر کیوں سہارا لے، جس نے حق سبحانہ تعالیٰ کا سہارا لیا ہے"۔

آپ کے توکل کا یہ حال تھا کہ رات کے وقت کوزے کا پانی پھینک دیتے تھے، لوگوں سے الگ رہنا پسند فرماتے تھے، رات کو سوتے نہیں تھے، شروع میں ایک سانس لے کر رات گذار دیتے تھے، پھر جب ضعیف ہو گئے تو چار سانس لے کر رات گذار دیتے تھے، آپ بہت کم لوگوں کو مرید کرتے تھے،

آپ کے فقرو فاقہ کا یہ حال تھا کہ کئی کئی روز تک بھوکے رہتے۔ تیس سال تک آپ کے یہاں کچھ نہ پکا، آپ کی خوراک بہت کم تھی، ہر وقت استغراق کی حالت میں رہتے تھے۔

آپ کا لباس سادہ ہوتا تھا۔ خرقہ اور مرقع زیب تن نہیں فرماتے تھے۔ ایک معمولی کپڑے کی پگڑی سر پر رکھتے تھے اور موٹے کپڑے کا کرتہ پہنتے تھے۔

آپ کے گھر میں ایک پرانا بوریا بچھا رہتا تھا، دنیا اور دنیاوی چیزوں سے کسی قسم کا لگاؤ نہیں تھا۔

فرائض، سنن موکدہ اور تہجد پابندی سے ادا کرتے تھے۔ ان کے علاوہ اور کوئی نماز ادا نہیں کرتے تھے۔ رمضان کے روزوں کے علاوہ اور کوئی روزہ نہیں رکھتے تھے۔ آپ کے ہاتھ میں تسبیح نہیں ہوتی تھی۔

آپ کو سماع کا شوق تھا، لیکن سماع میں وجد اور رقص نہیں کرتے تھے۔

تعلیمات: آپ کی تعلیمات حسب ذیل ہے۔

خطرہ: آپ فرماتے ہیں کہ [12]۔

"جس طرح ظاہر میں یہ بات ہے کہ جب تک اجنبی شخص کا ایک بال بھی خشک رہ جائے تو جنابت قائم رہتی ہے اور پاک نہیں ہوتا' اسی طرح خواہ اس نے تمام تعلقات کو چھوڑ دیا ہو' اگر اس کے دل میں ایک خطرہ بھی باقی ہے تو بھی وہ تعلقات سے پاک نہیں ہوا۔ اور جنابت باطنی ابھی باقی ہے"۔

نکتہ : ایک روز چند عالم آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ التعظیم لا مر اللہ والشفقة علی خلق اللہ - (امر الٰہی کی تعظیم اور خلق خدا پر شفقت ضروری ہے) کا مسئلہ زیر بحث تھا' آپ نے اس کی وضاحت اس طرح کی کہ[13]۔

"امر سے مراد روح ہے' جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے:

"قل الروح من امر ربی"

"پس اس کی تعظیم یہ ہے کہ اسے یاد الٰہی سے غافل نہ رکھا جائے اور خطرات کو دور کیا جائے اور خلق سے مراد خلقت ہے' یعنی اپنے اعضاء پس ان پر شفقت یہ ہے کہ ان سے کوئی فعل ناجائز خلاف شرع ظہور میں نہ آئے اور دنیاوی لذتوں سے آسودہ نہ کرے' تاکہ وہ آخرت کے عذاب میں گرفتار نہ ہوں"

دو طریقے: آپ فرماتے ہیں کہ[14]۔

"اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچنے کے دو طریقے ہیں۔

اول' جذبہ کہ اللہ تعالیٰ یک بارگی بندہ کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے' اور اس کو واصل بنا دیتا ہے۔ اور

دوسرا' سلوک جو ریاضت مجاہدے اور کسی بزرگ کا دامن پکڑنے سے اللہ تعالیٰ تک پہنچے"۔

سالک: آپ فرماتے ہیں کہ[15]۔

"سالک کے لئے سلوک میں پہلا مرتبہ شریعت ہے۔ طالب کے لئے ضروری ہے کہ اس کے حفظ مراتب کی کوشش کرے اور جب کوشش سے اس مرتبے کو قائم کرے گا تو شریعت کے ادائے حقوق کی برکت سے اس کے دل میں طریقت کی خواہش خود بخود پیدا ہو جائے گی اور جب طریقت کے حقوق کو بھی اچھی طرح سے ادا کرے گا تو اللہ بشریت کے حجاب اس کی دلی آنکھوں سے دور کر دے گا۔ اور حقیقت کے معنی اس پر منکشف ہو جائیں گے' جو روح کے

متعلق ہے"۔

اقوال:

- حق کی طلب آسان نہیں، جب تک تم اس کو طلب میں یگانہ نہ ہو جاؤ گے، اسے نہیں پاسکو گے۔
- جس کا اللہ ہو، وہ فقیر نہیں۔
- کامل صوفی وہ ہے، جس کی نظر میں پتھر اور جواہر یکساں ہوں۔
- صوفی جب کامل ہو جاتا ہے اور اس کا دل خطرے سے پاک ہو جاتا ہے تو اسے کوئی چیز ضرر نہیں دے سکتی۔
- شریعت کے معاملات کی نگہداشت مرتبہ طریقت کے حصول کا سبب ہے اور طریقت بری خصلتوں سے باطن کو پاک کرنے اور مرتبہ حقیقت کے ادراک کا موجب ہے۔ اور حقیقت کیا ہے؟ وجود کو فال بنانا اور دل کو ماسوا اللہ سے خالی کرنا۔
- انسان تین چیزوں، نفس، دل اور روح کا مجموعہ ہے، ان میں سے ہر ایک کی اصلاح خاص چیز سے ہوتی ہے، چنانچہ نفس کی اصلاح شریعت سے، دل کی طریقت سے اور روح کی حقیقت سے۔
- صوفی وجد کی حالت میں ہوتا ہے تو اپنی ہستی سے خالی ہتا ہے اور بقائے حق سے باقی۔
- اولیاء کی موت ان کے نفس کا مرنا ہے اور جب ان کا نفس مرجاتا ہے تو پھر وہ ابدالاباد تک زندہ ہی رہتے ہیں۔
- اولیاء اللہ کا تصرف زندگی میں اور موت کے بعد یکساں ہوتا ہے، بلکہ مرنے کے بعد زیادہ اور بہتر ہوتا ہے۔

کرامات: آپ فرماتے ہیں کہ [15]

خوارق دو قسم کے ہوتے ہیں: ایک اختیاری، دوسرے اضطراری، ایک روز آپ نو لکھا باغ میں تشریف رکھتے تھے، آپ نے اپنے ایک خادم سے فرمایا کہ اس درخت سے پوچھو کہ کون سی تسبیح پڑھتا ہے، جب اس سرس کے درخت سو پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ "یانافع" کہتا

ہوں'

آپ کے ایک خادم غیاث الدین کے یہاں کوئی بچہ نہیں ہوا' اس نے دوسری شادی کرنا چاہی' آپ نے منع فرمایا اور اس کو یہ خوش خبری دی کہ اس کے یہاں کئی لڑکے پیدا ہوں گے۔

چنانچہ اسی بیوی سے دس بچے پیدا ہوئے'

حواشی

1- سکینۃ اولیاء (اردو ترجمہ) ص 20

2- سکینۃ اولیاء ص 20

3- سکینۃ اولیاء (اردو ترجمہ) ص 101

4- سکینۃ اولیاء ص 19

5- سکینۃ اولیاء ص 21'22

6- سکینۃ اولیاء ص 26

7- سکینۃ اولیاء ص 37

8- سکینۃ اولیاء ص 38

9- سکینۃ اولیاء ص 40

10- سکینۃ اولیاء ص 51

11- سکینۃ اولیاء ص 172'173

12- سکینۃ اولیاء ص 319

13- سکینۃ اولیاء ص 35'36

14- سکینۃ اولیاء ص 40

15- سکینۃ اولیاء ص 66

باب 54

حضرت شاہ بلاول رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ بلاول قبلہ اہل تحقیق ہیں۔

خاندانی حالات: آپ کے آباؤ اجداد ہرات کے رہنے والے تھے۔ شہنشاہ ہمایوں کے ہمراہ ہرات سے ہندوستان آئے۔[1] وہ شیخو پورہ میں آباد ہوئے۔ آپ کے دادا سید عیسیٰ ایک باکمال بزرگ تھے۔

والد: آپ کے والد کا نام سید عثمان ہے۔

ولادت: آپ 976ھ میں شیخو پورہ میں پیدا ہوئے۔

نام: آپ کا نام سید بلاول ہے۔

تعلیم و تربیت: آپ کے دادا نے تعلیم حاصل کرنے کے واسطے آپ کو لاہور بھیجا۔ لاہور میں آپ نے شیخ فتح محمد سے تعلیم حاصل کی۔ تھوڑے عرصے میں آپ تحصیل علوم ظاہری سے فارغ ہوئے۔

بیعت و خلافت: ایک دن دریا کے کنارے آپ کی حضرت شیخ شمس الدین سے ملاقات ہوئی' انہوں نے فرط محبت سے آپ کا ہاتھ پکڑا اور آپ کو صحبت میں رہنے کی تاکید کی اور آپ سے فرمایا کہ

"تمہارا حصہ میرے پاس ہے' وہ امانت ہے' اس کو مجھ سے لو"

آپ حضرت شیخ شمس الدین کے مرید ہوئے' وہ مرید اور خلیفہ حضرت شیخ ابو اسحاق کے تھے اور حضرت شیخ ابو اساحق مرید اور خلیفہ حضرت شیخ داؤد جھنی وال کے تھے'[2] کچھ دن بعد خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے۔

وفات: آپ نے 28 شعبان 1046ھ کو وفات پائی اور آپ کا مزار اسی موضع میں

لاہو کے قریب ہے، جس میں آپ رہتے تھے۔[3]

سیرت: آپ صائم الدہر اور قائم اللیل تھے اور زہد و ورع میں امتیازی شان رکھتے تھے۔ آپ کے چہرے سے آثار ریاضت نمایاں تھے۔ ابتدا میں آپ کو جلال بہت تھا۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ آپ کے پیرو مرشد دریا کے کنارے ایک پیڑ کے نیچے سو رہے تھے اور آپ برابر میں کھڑے تھے، ایک شخص آیا اور لکڑیاں توڑنے لگا۔ آپ نے منع کیا کہ جب ان کے پیرو مرشد جاگ جائیں، تب پیڑ پر چڑھنا اور لکڑیاں توڑنا، وہ شخص نہ مانا، آپ کو اس کی حرکت پر غصہ آیا، آپ نے جو اس کی طرف بغور دیکھا، وہ شخص پیڑ پر سے نیچے گرا اور فوراً مر گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد آپ کے پیر مرشد بیدار ہوئے، اس شخص کو مرا ہوا دیکھ کر سب حال پوچھا، آپ نے جو کچھ ہوا تھا، وہ سب اپنے پیرو مرشد کے گوش گزار کیا۔

آپ کے پیرو مرشد نے سن کر فرمایا کہ اچھی بات نہیں کہ جو اپنے کو فقیر کہتے ہیں، وہ غصہ کریں، جلالی کیفیت سے باز آنے کی یہ ترکیب ہے کہ ایک حجرے میں تن تنہا رہ کر قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول رہو۔ چنانچہ کئی سال آپ ایک حجرے میں رہے اور تلاوت قرآن پاک میں مصروف رہے"۔

آپ کی پوشاک مکلف ہوتی تھی، آپ کا لنگر عام تھا، آپ کی مرغوب غذا چلائی کا ساگ تھا۔ رات کو تین قرآن ختم کرتے، لوگ پانی کا کوزہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ آپ اس پر کچھ پڑھ کر دم کرتے۔ وہ پانی مریضوں کو پلایا جاتا، بہت سے مریض اس کی برکت سے اچھے ہوتے۔[4]

کرامات: ایک چور بہ نیت چوری آپ کے باورچی خانے میں داخل ہوا۔ داخل ہوتے ہی اندھا ہو گیا۔ صبح ہونے پر آپ نے داروغہ باورچی خانے سے فرمایا کہ ایک شخص باورچی خانہ میں چھپا بیٹھا ہے، اس کو دو ناحصہ دو کہ وہ رات سے بھوکا ہے جب وہ شخص آپ کے سامنے لایا گیا، معافی کا خواستگار ہوا، مرید ہوا اور اس کو دیکھائی دینے لگا۔

ایک مرتبہ آپ کا ایک مرید شیخ ابو طالب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ بارش نہ ہونے سے فصل خراب ہونے کا اندیشہ ہے، وہ دعا کا طالب، ہوا آپ نے دعا کی، اس کے علاقے میں خوب بارش ہوئی۔

حواشی

1- محبوب الواصلین

2- سکینة الاولیاء (فارسی) ص 198

3- سکینة الاولیاء (فارسی) ص 199

4- سکینة الاولیاء (فارسی) ص 199

باب 55

حضرت سیدنا شاہ امیر ابو العلی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سیدنا شاہ امیر ابو العلی قطب دوراں تھے۔

خاندانی حالات: آپ کے دادا حضرت خواجہ امیر عبد السلام مع اہل و عیال کے سمرقند سے ہجرت کر کے ہندوستان آئے اور نریلہ میں جو دہلی سے کچھ دور واقع ہے' قیام فرمایا۔ حرمین شریف کی زیارت کے قصد سے وہ نریلہ سے مع متعلقین فتح پور سیکری آئے' یہاں سے آگے جانا چاہتے تھے کہ شہنشاہ اکبر نے ان سے فتح پور سیکری میں رہنے کی درخواست کی' وہ راضی ہو گئے اور فتح پور سیکری میں رہنے لگے۔ کچھ عرصے فتح پور سیکری میں قیام فرما کر وہ حج کے لئے روانہ ہو گئے' وہیں انکا وصال ہوا۔

والد ماجد: آپ کے پدر بزرگوار کا نام امیر ابو الوفا ہے' بعارضہ درد قولنج ان کا وصال فتح پور سیکری میں ہوا اور دہلی میں ان کو سپرد خاک کیا گیا۔[11]

والدہ ماجدہ: آپ کی والدہ ماجدہ حضرت خواجہ محمد فیض المعروف بہ خواجہ فیض کی دختر نیک اختر تھیں۔ حضرت خواجہ محمد فیض بردوان میں ناظم کے عہدہ پر فائز تھے۔

حسب و نسب: آپ والدہ ماجد کی طرف سے حسینی اور والدہ ماجدہ کی طرف سے احراری ہیں۔

حسب و نسب: آپ والدہ ماجد کی طرف سے حسینی اور والدہ ماجدہ کی طرف سے احراری ہیں۔

پیدائش: آپ کی ولادت باسعادت نریلہ میں 990ھ میں ہوئی۔[2]

نام: آپ کا نام نامی اسم گرامی امیر ابو العلی ہے۔

بچپن کے صدمات: ابھی کم سن ہی تھے کہ آپ کے والد کا سایہ آپ کے سر سے اٹھ گیا۔ آپ اپنے شفیق دادا حضرت امیر عبدالسلام کی شفقت سے بھی محروم ہوئے۔ آپ کے دادا حرمین شریف کی زیارت کے لئے گئے تھے' وہیں ان کا وصال ہوا۔

تعلیم و تربیت: آپ کے دادا نے بیت اللہ شریف جاتے وقت آپ کو حضرت خواجہ محمد فیض کے سپرد فرمایا تھا۔ حضرت فیض بردوان میں ناظم تھے۔ وہ آپ کو اپنے ہمراہ بردوان لے گئے' انہیں کی نگرانی میں آپ کی تعلیم و تربیت ہوئی۔ آپ بہت جلد تحصیل علوم و فنون سے فارغ ہوئے۔ جملہ علوم ظاہری و کمالات باطنی میں ماہر ہوئے۔ فن سپہ گری میں بے مثل ثابت ہوئے۔

نانا کا وصال: ابھی آپ جملہ علوم و فنون متداولہ سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ آپ کے نانا حضرت محمد فیض المعروف بہ خواجہ فیضی نے ایک مہم میں جام شہادت نوش فرمایا۔

عہدہ نظامت: آپ کے نانا حضرت خواجہ فیضی کے کوئی لڑکا نہیں تھا۔ راجہ مان سنگھ نے آپ کی یگانت' مناسبت' لیاقت و قابلیت دیکھ کر آپ کے نانا کے عہدے پر آپ کا تقرر کر کے بادشاہ سے پروانہ تقرری حاصل کر لیا۔ اب آپ اپنے نانا کے بجائے عہدہ نظامت پر متمکن ہوئے۔ منصب سہ ہزاری ذات وسوار سے ممتاز ہوئے۔

اشارت پر بشارت: ایک شب آپ نے تین بزرگوں کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں۔[3]

"اے سید ابو العلیٰ! یہ کیا وضع اختیار کی ہے' اس کو قطع کرو چھوڑو۔
ہماری طرح اختیار کرو' اگر فکر معیشت ہے تو
اللہ نور السموت والارض
(اللہ روشن کرنے والا ہے' آسمان اور زمینوں کو)
کو سمجھو' کوئی خطرہ یا اندیشہ دل میں نہ لاؤ"۔

اس کے بعد بزرگوں میں سے ایک نے استرہ لیا اور آپ کے سر کے بال

تراشے"۔

دوسرے بزرگ نے آپ کو کفنی پہنائی اور تیسرے بزرگ نے آپ کے سر پر عمامہ رکھا۔

کایا پلٹ: دوسرے دن صبح کو آپ نے حجام کو بلا کر سر کے بال ترشوائے۔ پیر ہن پہنا۔ دنیا سے اپنے آپ کو بیزار پایا، کسی کام میں آپ کا جی نہیں لگتا تھا۔ اب آپ نے عہدہ نظامت سے سبکدوش ہونا چاہا۔ راجہ مان سنگھ نے آپ کا استعفی منظور نہیں کیا۔ راجہ مان سنگھ نے آپ سے کہا کہ چونکہ ایک مہم در پیش ہے، اس لئے ان کا استعفی اس کا حفظ ماتقدم وپس و پیش ہے۔ راجہ مان سنگ نے آپ کو یہ بھی یقین دلایا کہ اگر وہ ترقی چاہتے ہیں تو ترقی بھی ممکن ہے، اور اگر اضافہ منصب چاہتے ہیں تو وہ بھی کچھ دشوار نہیں۔

مہم میں شرکت: آپ راجہ مان سنگھ کا بہت خیال فرماتے تھے، چونکہ وہ آپ کے نانا کے پرانے رفقاء و دوستوں میں سے تھے، آپ امیر لشکر ہو کر جنگ میں شریک ہوئے۔ مینا پور کے میدان میں گھمسان کی لڑائی ہوئی، آپ کی فتح ہوئی۔[4]

دوسرا خواب: کامیاب و کامران آب بردوان پہنچے۔ بردوان پہنچ کر آپ نے پھر ایک خواب دیکھا۔ اس خواب میں آپ چار بزرگوں کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ان چار بزرگوں میں تین بزرگ تو وہی تھے، جن کو آپ نے پہلے خواب میں دیکھا تھا۔ چوتھے بزرگ جن کو اس مرتبہ آپ نے دیکھا، پیکر نور تھے۔ ان کا چہرہ مبارک آفتاب سے زیادہ روشن اور ماہتاب سے زیادہ منور تھا۔ ان بزرگوں نے آپ سے فرمایا کہ[5]

"اے فرزند دل بند، نور بصر بلند اختر، اپنا طریقہ آبائی اختیار کرو"

آپ کو ان بزرگوں کے نام جن کو آپ نے پہلے اور دوسرے خواب میں دیکھا، خاص خاص لوگوں کے علاوہ اور کسی سے ظاہر نہیں کرتے تھے، آپ فرماتے تھے کہ

"جن کی زیارت بیشتر خواب میں حاصل ہوئی، میں ان سے بے علم تھا، ہاں دوبارہ جب زیارت سے فیض یاب و مشرف ہوا تو آگاہ ہوا کہ جن بزرگ کا چہرہ مبارک نورانی، آفتاب سے زیادہ مجلی اور ماہتاب سے

زیادہ منور تھا' وہ لاریب جناب رسالت ماب سرور عالم تھے اور وہ تین بزرگ جو خواب اول و دوئم میں تشریف لائے' ان میں سے جن بزرگ نے میرے سر کے بال تراشے وہ امام الاولیاء حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے اور دو صاحب زادگان حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہید کربلا تھے۔

تبدیلی: اس خواب کے بعد آپ دنیا سے بہت دل برداشتہ ہو گئے' آپ عہدو نظامت سے سبک دوش ہونا چاہتے تھے اور دنیا سے کنارہ کش۔

آگرہ کو روانگی: ابھی آپ بردوان ہی میں تھے کہ شہنشاہ اکبر کے انتقال کی خبر پہنچی۔ جہانگیر نے تخت پر بیٹھتے ہی یہ فرمان جاری کیا کہ سب امراء ناظم دربار میں حاضر ہوں' تاکہ ان کی قابلیت' لیاقت و وجاہت کا اندازہ ہو سکے۔

آپ تو خود ہی بردوان سے جانا چاہتے تھے' اس شاہی فرمان کو تائید غیبی سمجھا اور آگرہ روانہ ہو گئے۔ راستے میں منیر پڑتا تھا' آپ نے منیر میں کچھ دن قیام کیا' وہاں ایک بزرگ رہتے تھے' جو حضرت شیخ یحیٰی منیری رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے' ان بزرگ نے آپ کو دیکھتے ہی فرمایا[6]۔

"آؤ شاہ اعلیٰ آؤ' مرحبا' جزاک اللہ' یہ تو نے خوب کیا کہ دنیا کو چھوڑ دیا۔

"الدنیا جیفة وطالبها کلاب۔

(دنیا مردار ہے اور اس کے طالب کتے)

پہلے تو جیفہ پر گوشت بھی تھا' اور اب سوکھی ہڈی باقی ہے"۔

منیر سے روانہ ہو کر آگرہ پہنچے۔ شہنشاہ جہانگیر سے ملاقات ہوئی۔ جہانگیر آپ کے جمال و کمال سے بہت متاثر ہوا۔ آپ بلا روک ٹوک شاہی دربار میں آنے جانے لگے۔

آپ واقعہ: ایک دن کا واقعہ یہ کہ ساقی نے شہنشاہ جہانگیر کو جام پیش کیا۔ جہانگیر نے اپنے ہاتھ سے وہ جام آپ کو دیا۔ آپ نے بہ پاس ادب جام لے تو لیا' لیکن وہیں پھینک دیا۔ جہانگیر نے دوسرا جام آپ کو دیا' آپ نے لے کر پھر پہلے کی طرح پھینک دیا۔ جہانگیر تاب نہ لا سکا' نشہ کی حالت میں آپ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

"یہ خود نمائی' یہ بے اعتنائی' اوہ' کیا تم غضب سلطانی سے نہیں ڈرتے"۔
آپ نے شہنشاہ جہانگیر کو جواب دیا۔
"غضب سلطانی سے نہیں ڈرتا' قہر ربانی سے ڈرتا ہوں"۔

ترک دنیا: آپ اپنے مکان پر تشریف لائے' اپنا مال و متاع تقسیم کر دیا' نقد و جنس میں سے اپنے پاس کچھ نہیں رکھا۔ جہانگیر نے ہر چند آپ کو بلایا' لیکن آپ نہیں گئے۔

شرف زیارت: اسی دن جب آپ مراقبہ میں تھے' آپ نے دیکھا کہ امام الاولیاء حضرت علی کرم اللہ وجہہ بصورت مثالی تشریف لائے ہیں اور آپ سے فرماتے ہیں[7]۔

"اے فرزند ارجمند! کشود کار تمہارا حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ سے مقدر ہے' یہ تساہل اس قدر کیوں ہے' اٹھو' اجمیر جاؤ' دیر نہ لگاؤ' حصہ اپنا پاؤ"۔

دربار غریب نواز میں: اس فرمان کے پاتے ہی آپ نے جو کچھ باقی مال و متاع آپ کے پاس تھا' اس کو بھی راہ خدا میں لٹا دیا' چادر اوڑھ کر اور سفید تہبند باندھ کر اجمیر روانہ ہوئے' دہلی پہنچ کر قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی اور حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات پر حاضر ہوئے اور ان بزرگان کے روحانی فیوض سے مستفید ہوئے' دہلی سے اجمیر پہنچے۔ خواجہ غریب نوز کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے' حضرت خواجہ غریب نواز بصورت مثالی آپ سے مخاطب ہوئے۔ آپ کو سامنے بٹھا کر توجہ عینی فرمائی۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپ مزار پر انوار کا طواف کر رہے تھے کہ حضرت خواجہ غریب نوز بصورت مثالی جلوہ گر ہوئے اور آپ کو ایک سرخ رنگ کی گولی جو تسبیح کے دانے کے برابر تھی' عطا فرمائی۔ وہ گولی کھاتے ہی آپ کا قلب روشن ہوا۔ آپ کا کام پورا ہوا۔ خواجہ غریب نواز نے آپ کو آگرہ واپس جانے کی تاکید فرمائی۔ آپ نے بیعت کی درخواست کی' خواجہ غریب نواز نے فرمایا۔

"تمہارے چچا امیر عبداللہ ماشاء اللہ عبادت گذار موجود ہیں' انہیں سے بیعت مناسب اور ان ہی کی صاحب زادی سے مناکحت واجب ہے"۔

بیعت و خلافت: حسب فرمان خواجہ غریب نواز آپ حضرت امیر عبداللہ سے بیعت ہوئے' آپ کے پیرو مرشد حضرت امیر عبداللہ نے اپنے ہاتھ سے انگوٹھی اتار کر آپ کو پہنا دی' بعد ازاں آپ کے پیرو مرشد نے آپ کو خرقہ خلافت سے سرفراز فرمایا۔

ازواج و اولاد: خواجہ غریب نواز کے حکم کے مطابق آپ نے اپنے چچا اور پیرو مرشد حضرت امیر عبداللہ کی صاحب زادی سے شادی کی' آپ کے دونوں لڑکے' حضرت امیر فیض اللہ اور حضرت امیر نور العلا زاہد' متقی و پرہیز گار اور صاحب مقامات تھے۔

وفات: آپ 9 صفر 1016ھ کو جوار رحمت میں داخل ہوئے۔[8] مزار فیض آثار آگرہ میں مرجع خاص و عام ہے' بوقت وفات آپ کی عمر 71 سال کی تھی۔

خلفاء: آپ کی وفات کے بعد آپ کے چھوٹے صاحب زادے حضرت امیر نور العلا آپ کے سجادہ نشین ہوئے۔

آپ کے مقتدر خلفاء حسب ذیل ہیں

آپ کے بڑے صاحب زادے حضرت امیر فیض اللہ اور آپ کے چھوٹے صاحب زادے حضرت امیر نور العلا۔

حضرت خواجہ محمد عرف خواجہ فولاد' حضرت ملاولی محمد' حضرت لاڈ خاں' حضرت میر سید کالپوری' حضرت سید دوست محمد برہان پوری۔

سیرت مقدس: آپ صاحب نسبت اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ عبادت' ریاضات' مجاہدات' ترک و تجرید' صبرو تحمل' فقرو فاقہ' عفو و درگزر' قناعت و توکل میں یگانہ روزگار تھے۔ سخاوت' عطا و بخشش کے لئے مشہور تھے۔ کمالات صوری سے آراستہ تھے۔ علم ظاہر و باطن میں دستگاہ حاصل تھی۔ "رسالہ فنا بقاء" آپ کی علمی یادگار ہے۔

تعلیمات: آپ کی تعلیمات تصوف کا بیش بہا خزانہ ہیں۔

فنافی الافعال: "سالک کا اپنے اختیار سے' تمام عالم کے اختیار سے باہر آنا ہے اور اس سے غرض یہ ہے کہ ایسے تمام حرکات و سکنات و افعال کہ جن کو وہ اس سے

پہلے اپنے اور دوسروں کی طرف نسبت کرتا تھا اور ان کو اپنی طرف سے اور نیز دوسروں کی طرف سے جانتا تھا' ان سب کو وہ حق کی طرف نسبت کرے اور سب کو حق تعالیٰ کی طرف سے جانے اور اپنے تمام افعال کو حق کی طرف ایسے خیال کرے' جس طرح کنجی کی حرکت کو ہاتھ کے ساتھ نسبت ہے اور مردہ کی جنبش کو غسل دینے والے کے ہاتھ کے ساتھ نسبت ہے"۔

"کسی شے اور کسی چیز کو کسی غیر حق کی طرف نسبت نہ کرے کہ صوفیہ عالیہ کے گروہ کے نزدیک اس کا نام بھی شرک ہے"۔

فنائی الصفات: آپ فرماتے ہیں کہ [9]۔

"فنائی الصفات سے مراد یہ ہے کہ سالک اپنے تمام صفات کو و نیز دوسروں کی تمام صفات کو صفات حق جانے اور اپنی ہر صفت اور دوسروں کی ہر صفت کو کہ جس سے مراد علم اور ارادت اور مشیت اور قدرت اور سمع اور کلام وغیرہ ہے' جس طرح اسے پہلے اپنی طرف اور دوسروں کی طرف نسبت کرتا تھا' اپنی ملکیت اور دوسروں کی ملکیت جانتا تھا' سب کو حق کی طرف نسب کرے اور حق کی صفات جانے۔ پھر کبھی اپنی طرف و نیز دوسروں کی طرف نسبت نہ کرے' کیونکہ یہ حالت بھی اس طائفہ عالیہ کے نزدیک شرک عظیم ہے"۔

فنائی الذات: آپ فرماتے ہیں [10]۔

فنائی الذات سے مراد یہ ہے کہ سالک اپنی ذات اور تمام عالم کی ذات کو ذات حق جانے اور دیکھے۔ اس سے پہلے جس طرح کہ وہ اپنی ذات اور عالم کو عالم جانتا تھا۔ اس مرتبہ پر پہنچ کر تحقیقی طور پر جانے اور نظر کرے کہ وہ سب حق ہے اور یقین سمجھے اور خیال کرے کہ وہ حضرت حق تعالیٰ جل شانہ نے مرتبہ اطلاق سے نزول فرما کہ ان مختلف صورتوں میں اور انواع انواع شکلوں میں ظہور فرمایا ہے' وہی وہ ہے' اور اس کا غیر موجود نہیں"۔

"اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ حدیث:

من عرف نفسه فقد عرف ربه۔

کہ جو شخص اپنی حقیقت کو اس طرح پہچانے کہ میں' میں نہیں ہوں' بلکہ حق ہے جو اس صورت پر ظاہر ہوا ہے' پس ایسا شخص اپنے پروردگار کو پہچان لیتا ہے۔

اور دوسری جگہ فرمایا ہے:

عرفت ربی بربی۔

اس سے غرض یہ ہے کہ جب تک میں اپنے آپ کو نہیں جانتا تھا، میں نے حق کو نہیں پہچانا تھا۔ اور جب میں نے اپنے آپ کو بعد فنا حق جانا میں اپنی ہستی سے الگ ہو گیا، اس وقت میں نے حق کو حق جانا۔

"اور جب تو خود فانی ہو جائے گا، اس وقت خدا کا جلوہ تجھے نظر آئے گا لیکن اس مرتبہ عرفان اور اس درجہ فنا کے لئے ایک خاص ترتیب ہے اور وہ ترتیب یہ ہے۔

اول - سالک کو چاہیے کہ وہ تمام عالم کو ایک آئینہ فرض کرے اور انوار جمال حق کو ہمیشہ آئینے میں دیکھتا رہے اور اس نسبت میں ایسا محو، منہمک و مقید ہو جائے کہ یہ تصور کسی لحظہ و لمحہ دل سے دور اور آنکھ سے اوجھل نہ ہو۔

"بعدہ سالک کو چاہیے کہ اس مرتبے سے ترقی کرکے مرتبہ اعلیٰ پر پہنچے اور تمام عالم کو حق دیکھے ....

"سالک کو چاہیے کہ وہ اس کے بعد اور ترقی کرے اور اس سے زیادہ اعلیٰ مرتبہ پر پہنچے اور اپنے آپ کو تمام باقی حجابات سے دور رکھ کر اپنے وجود کی نفی کرے اور وجود حق کے اثبات میں خاص کوشش کرے اور اس سے غرض یہ ہے کہ چشم ظاہر کو پوشیدہ کرکے یہ خیال کرے کہ جس سے خود میں جانتا تھا، وہ میں، میں نہیں ہوں، وہ حق ہے، جو اس صورت میں ظاہر ہوا ہے اور اس صورت میں اس طرح کامل ہمیشگی و محویت پیدا کرے کہ اور اپنے آپ اور تمام عالم کو قطعی فراموش کرکے محض ذات حق دیکھے اور اسی کو حق جانے اور مانے۔

"سالک کو جاننا چاہیے کہ باخدا ہونے کے معنی اپنی ہستی سے گذر جانے اور نیست ہونے کا مطلب یہی ہے کہ اور جملہ طالبان خدا کا مقصود و مطلوب یہی ہے و نیز تمام فقراء کی انتہا اور اس مقام کے کمال پر پہنچ جانا فنافی اللہ کا حاصل ہو جانا۔ یہی وجہ ہے کہ دراصل صوفی ایسے شخص کو نہیں کہتے کہ وہ چلہ کشی کرے، خلوتوں میں ریاضتوں میں مشغول رہے، بلکہ صوفی وہ ہے کہ جو اپنے آپ کو فنا کر دے اور جب صوفی اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس کی ان ہر سہ مقولات کے اثرات منکشف ہو جاتے ہیں۔

اقوال:

○ "قدر ولی کوئی نہیں جانتا' البتہ ولی اپنی قدر آپ ہی جانتا ہے"۔

○ اہل دنیا پست ہمت' بے عقل' نادان' انجان' زندگی' ان کی زر و مال' تسبیح' ان کی دولت' ثروت' جاہ و جلال' دنیا' مقام عبرت و ذلت' دنیا شیطان لعین کی میراث و ملکیت قابل نفرت' دنیا دار' مکار' روپے پیسے کی ذکر و فکر میں مستغرق و غلطاں و پیچاں' فقراء دیدار الٰہی میں متجسس و پریشان۔

○ انسان کو چاہیے کہ اپنی بہتری و بھلائی کو دوسرے کے مقابلے میں ترجیح نہ دے۔

○ مشکلات کا حل تقویٰ ہے۔

○ زندگی کا مقصد عبادت الٰہی ہے' یہی دنیا کی کمائی ہے۔

○ درویشی بادشاہی سے بدرجہا بہتر الا گرفتاری خلق مانع و مزاحم نہ ہو'

صوفی وہ نہیں ہے جو چلہ کشی کرے' خلوت میں بیٹھ کر ریاضت و مشقت اختیار کرے' بلکہ صوفی وہ ہے کہ خود باقی نہ رہے۔

اوراد و وظائف: آپ فرماتے ہیں کہ قلب کی صفائی کے لئے ذکر: "لا الہ الا اللّٰہ" مفید ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ آگاہی دوام بھی ضروری ہے۔[11]

آپ فرماتے ہیں کہ مراقبے کی فوئد بہت ہیں۔

کرامات: ایک دن آپ اپنی خانقاہ میں روانق افروز تھے کہ یکایک آپ نے حضرت امیر نور العلاء سے فرمایا "کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاہجہاں بادشاہ کے دربار میں اس وقت خون ریزی ہو رہی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد نواب صداقت خاں کے قتل کی خبر سارے شہر میں پھیل گئی"[12]۔

حضرت ملا عمر کو سماع میں کیفیت ہوئی' انہوں نے اسی حالت میں اپنی جان شیریں جان آفریں کے سپرد فرمائی۔ جب ان کو آپ (حضرت سیدنا) کی خدمت میں لایا گیا' تو آپ نے ان پر ایک نگاہ ڈالی' ملا عمر اٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور پھر حالت وجد میں رقص کرنے لگے۔

ایک بدمست ہاتھی لوگوں کو پریشان کرتا تھا۔ اس کے خوف سے لوگ

چھپ جاتے تھے۔ ایک دن آپ جامع مسجد سے خانقاہ جا رہے تھے۔ آپ نے شور سنا' پوچھا کہ یہ شور کیسا ہے؟ مریدوں نے عرض کیا کیا کہ ایک بدمست ہاتھی آرہا ہے' اس سے بچنے کی تدبیر ضروری ہے۔ کسی گلی میں جانا مناسب ہے' آپ نے یہ سن کر فرمایا۔

"بابا ابو العلاء اپنی راہ جاتا ہے' وہ اپنی راہ جائے"۔

جب وہ مست ہاتھی سامنے آیا' آپ نے اس کی طرف بغور دیکھا' ہاتھی ایک دم رک کر کھڑا ہو گیا' آپ اس بدمست ہاتھی کے برابر سے نکلے چلے گئے'

کچھ دن کے بعد آپ کو اطلاع ہوئی کہ وہ بدمست ہاتھی خانقاہ کے دروازے پر کھڑا ہے۔ آپ اس کے پاس تشریف لے گئے' اور اس سے فرمایا کہ مخلوق کو پریشان کرنا اچھا نہیں' بہتر یہ ہے کہ راج گھاٹ جاکر لوگوں کو دریا پار کراؤ' وہ ہاتھی راج گھاٹ گیا اور لوگوں کو اپنی پیٹھ پر بٹھا کر دریا پار اتارنے لگا' کچھ ہی دنوں میں وہ ہاتھی میر صاحب کا ہاتھی کہلایا'

ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپ کی ملاقات ایک جوگی سے جمنا پر ہوئی۔ اس جوگی نے ایک ڈبیہ آپ کو پیش کی۔ آپ نے جوگی سے دریافت کیا کہ ڈبیہ میں کیا ہے۔ جوگی نے جواب دیا کہ اکسیر ہے اور اکسیر صفت یہ ہے کہ ایک رتی بھرتانبے پر ملنے سے تانبا سونا ہو جاتا ہے۔ آپ نے وہ ڈبیہ جمنا میں پھینک دی اور جوگی سے فرمایا'

سادھو جی! انسان تو خود اکسیر ہے' ایسی صورت میں دوسری اکسیر کی تدبیر کرنا انسان کی تحقیر ہے"۔

جوگی کو رنج ہوا' آپ سے کہنے لگا کہ "افسوس میری ساری عمر کی کمائی آپ نے جمنا میں لٹائی"۔

آپ نے اس جوگی سے پوچھا۔ "اچھا' یہ تو بتاؤ' اکسیر کیسی ہوتی ہے"۔ جوگی نے جواب دیا۔ "خاک سی"۔

پھر آپ نے جوگی سے فرمایا'

خاک کی یہ دہاک' یہ افسوس اور یہ ملال' ادھر دیکھو' جمنا کی یہ ریت سب خاک ہے' جتنی چاہیے لو وہ تو ایک چھوٹی سی ڈبیہ تھی' بڑے شوق سے ڈبے بھر لو' اور بے تکلف اس سے سونا بنالو"۔

سادھو کو یقین نہ آیا' پھر بھی اس نے تھوڑی سی ریت بطور آزمائش لے کر تانبے پر ملی' تانبا زر خالص ہو گیا' سادھو آپ کی یہ کرامت دیکھ کر آپ کا معتقد ہوا۔

حواشی

-1 اسرار ابو العلی ص 9
-2 اسرار ابو العلی ص 3
-3 اسرار ابو العلی ص 11'12
-4 اسرار ابو العلی ص 3 اذکار الاحرار
-5 اسرار ابو العلی ص 14
-6 اسرار ابو العلی ص 15
-7 اسرار ابو العلی ص 17
-8 اسرار ابو العلی ص 87
-9 رسالہ فنا و بقاء (اسرار ابو العلی) ص 30
-10 رسالہ فنا و بقاء
-11 رسالہ فنا و بقاء
-12 اذکار الاحرار
-13 اسرار ابو العلی ص 70

باب 56

حضرت ملا شاہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ملا شاہ عمدۃ الاسرار ہیں۔

خاندانی حالات: آپ کے آباؤ اجداد کا وطن موضع ارکساء (علاقہ روستاق بدخشاں) ہے۔

والد ماجد: آپ کے والد کا نام ملا عبدی ہے' وہ موضع ارکساء کے قاضی تھے۔[1]

ولادت: آپ موضع ارکساء میں پیدا ہوئے۔

نام: آپ کا نام شاہ محمد ہے۔

القاب: آپ کے پیرو مرشد حضرت میاں میر آپ کو "محمد شاہ" کے لقب سے پکارا کرتے تھے۔ آپ کے پیر بھائی آپ کو "اخوند" کہہ کر پکارتے تھے۔

تعلیم و تربیت: آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت موضع ارکساء میں ہوئی۔ دینی علوم کے حاصل کرنے میں آپ نے سخت محنت کی۔

ہجرت: اپنے وطن ارکساء سے سکونت ترک کرکے آپ کشمیر آئے اور وہاں تین سال قیام کیا۔

تلاش حق: جب آپ کے دل میں طلب الٰہی کا جذبہ موجزن ہوا' کشمیر سے لاہور تشریف لائے۔ لاہور میں اپنی جستجو میں کامیاب نہ ہو سکے' ناچار لاہور سے آگرہ روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک شخص سے ملاقات ہوئی۔ باتوں باتوں میں کامل و اکمل درویشوں کا ذکر آیا۔ اس شخص سے آپ کو حضرت میاں میر کا نام معلوم ہوا' آپ کو افسوس ہوا کہ لاہور میں حضرت میاں میر سے کیوں نہ ملے۔ ساتھ ہی ساتھ

آپ کو خوشی بھی ہوئی' آپ نے سوچا اب منزل دور نہیں ہے' لاہور واپس جانا چاہتے تھے کہ اس شخص نے آپ کو بتایا کہ آگرہ میں بھی ایک درویش ہیں' ان سے ملنا چاہیے۔

آگرہ پہنچ کر آپ اس شخص کے ہمراہ ان بزرگ کے پاس گئے' لیکن آپ کی تسکین نہیں ہوئی۔ آگرہ سے لاہور تشریف لائے۔

بیعت و خلافت : لاہور پہنچ کر حضرت میاں میر کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ حضرت میاں میر نے تین سال تک آپ کی طرف کوئی التفات نہیں برتا۔ تین سال اسی طرح گذر گئے' تین سال کے بعد حضرت میاں میر نے آپ سے دریافت کیا کہ :

"کہاں رہتے ہو؟"

آپ نے جواب دیا کہ : "مسجد میں رہتا ہوں"۔

یہ سن کر حضرت میاں میر نے آپ سے فرمایا کہ مسجد میں رہنا مناسب نہیں' یہ حکم پاتے ہی آپ نے مسجد میں رہنا چھوڑ دیا۔

پھر حضرت میاں میر نے آپ سے پوچھا کہ [2]

"کیا کھاتے ہو؟"

آپ نے جواب دیا کہ "بازار کی روٹی کھاتا ہوں"۔

حضرت میاں میر نے آپ سے فرمایا کہ بازار کی روٹی نہ کھانا چاہیے' چنانچہ آپ نے بازار کی روٹی کھانا چھوڑ دی' فاقہ کرنا شروع کیا۔

آخر کار حضرت میاں میر نے آپ کو بیعت سے مشرف فرمایا اور خرقہ خلافت عطا کیا۔

پیرو مرشد کی دعا : ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپ کے پیرو مرشد نے دعا کی۔ حاضرین نے پوچھا کہ دعا کس کے واسطے کی' حضرت میاں میر نے فرمایا۔

"ملا شاہ کے بارے میں' جس سے میرا طریقہ روشن ہو گا۔"

خدمت : آپ اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں تیس سال رہے۔ عبادت' ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول رہے ایک دن آپ کے پیرو مرشد نے خوش ہو کر آپ سے فرمایا کہ [3]

"ملا شاہ! جو ریاضت کرنے کی ہے، وہ مشائخ سابق میں سے کسی نے بھی نہیں کی"۔

جب آپ کا کام پایہ تکمیل کو پہنچ گیا تو آپ اپنے پیرو مرشد کی اجازت سے گرمی کے موسم میں کشمیر چلے جاتے تھے اور جاڑے کے موسم میں لاہور آکر اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں رہتے۔

وفات: آپ نے 1069ھ میں وصال فرمایا۔ مزار پرانوار لاہور میں واقع ہے۔[4]

خلیفہ: شہزادہ دارا شکوہ آپ کے ممتاز خلیفہ ہیں۔

سیرت: آپ کامل و اکمل درویش تھے۔ قادری سلسلے کے بزرگوں میں آپ کو نمایاں درجہ حاصل ہے۔ آپ نہایت عسرت سے گذارا کرتے تھے، آپ کے گھر میں نہ کھانا پکتا تھا اور نہ چراغ روشن ہوتا تھا۔ آپ بچپن ہی سے نماز روزہ کے پابند تھے۔ کم کھاتے تھے اور کم بولتے تھے۔ آپ نے کبھی نماز قضا نہیں کی،

شروع شروع میں آپ نے سات سال تک اسی طرح ذکر خفی کیا کہ عشاء کی نماز کی بعد سے صبح تک آپ حبس نفس اور پھر ذکر میں مشغول ہوتے۔ پوری رات دو سانس میں گذرا دیتے تھے۔ تیس سال تک آپ مطلق نہیں سوئے۔

آپ ترک و تجرید، فقراء استغفاء قناعت و توکل، تسلیم و رضا، عبادت و ریاضت اور مجاہدہ میں اپنی مثال آپ تھے۔

شعر و شاعری: آپ شاعر بھی تھے، آپ کا تخلص "شاہ" ہے۔ آپ صاحب دیوان ہیں۔ آپ کی ایک غزل ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔

غزل

نہ چراغیست دریں خانہ ویرانہ ما — روشن از آتش عشق توشدہ خانہ ما

آرے ایں راست کہ مرغیم ولے سیمرغیم — دام ماتاچہ بود تاچہ بود دانہ ما

درپئے خانہ جانانہ ما شد ہمہ عمر — بودۂ خانہ ما، خانہ جانانہ ما

صدق دیوانگی مانگر اعجاز نمود — شدہ جانانہ ما، عاشق دیوانہ ما

فکنند تابہ ابد یاری ہشیاری ہیچ — گر بسہو آنکہ رسد بردر میخانہ ما

مدعی درپئے افسون گرفتاری خلق   آتش پنبہ گوشش شود افسانہ ما
ره دیوانہ کیش شاه نزدبے غلط
کیست دیوانہ ما عاقل و فرزانہ ما

تعلیمات: آپ فرماتے ہیں[5]۔

"امید ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ اپنے آشناؤں کو اپنے سے دور نہیں کرے گا' جب کہ خود فرماتا ہے۔

"من تقرب الی شبه فقذ نقرب مصرولة

"جو شخص میری طرف بڑھے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ پس خاطر جمع رکھو۔ کہ پہچان لینے کے بعد نہ پہچاننا محال ہے۔ لیکن پھر بھی اپنی کوشش نہیں چھوڑ دینی چاہیے اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔ انسان کی طاقت اور قوت بھی اسی دن کے لئے ہے اور اسی کام کے لئے ہے۔ طاقت و قوت اسی طرح صرف کرنی چاہیے۔ خصوصاً اس شخص کے لئے یہ بات ضروری ہے۔ جسے راہ مل گئی ہو۔ اگر نہ کرے گا تو اس پر افسوس ہے کہ وہ دعوائے عاشقی کرے"

آپ فرماتے ہیں[6]۔

"طلب کا انجام یا علت غائی سلوک ہے اور سلوک کی انتہا معرفت۔ لیکن معرفت کی کوئی انتہا نہیں۔ معرفت کا دروازہ ہمیشہ کھلا ہے اور غایت کے لئے اس کا عبور ہر وقت جائز ہے تجلی ہر وقت نئی سے نئی ہوتی ہے اور یہ تازگی انداز سے باہر ہے۔ اس کا سمجھ لینا بڑے اعلیٰ درجے کی بات ہے"۔

"مبارک سفر باطنی سفر ہے۔ سو عمدہ طور پر سرانجام ہو چکا۔ رہا دنیا کا ظاہری سفر' سو اس کے سرانجام ہونے میں کس کو کلام ہے۔ جس کو وجود اعظم کا یقین ہو گا' حاصل ہو گا' یقیناً اس کے اغیار کا لشکر بھی شکست کھائے گا۔ تمام کمالات عارف کے مسخر ہیں اور یہ امر بھی مسلمہ ہے کہ اسے موزونیت بھی حاصل ہوتی ہے"۔

اقوال:

- ہر ایک فرد بشر میں عرفان کی استعداد ہے۔
- وحدت کا کام دید ہے۔ جس کی برکت سے نظری علم حاصل ہوتا ہے۔ یہ لوگ جو طالبان خدا کے لئے وحدت کی دور دراز راہ ایک ہی نظر میں طے

کرا دیتے ہیں' ان کو اللہ کی طرف سے وحدت کا علم حاصل ہے۔

کشف و کرامات: مرید ہونے سے قبل شہزادہ دارا شکوہ کے دل میں یہ خیال آیا کہ جب آپ کی خدمت میں جائیں گے تو آپ سے عرض کریں گے کہ چونکہ دنیا میں آپ کے ہمسایہ ہونے کا شرف حاصل ہے' اس لیے یہ امید کرنا بے جا نہ ہو گا کہ آپ مہربانی فرما کر اور توجہ کر کے آخرت میں بھی ایسا ہم سایہ بنائیں گے۔

شہزادہ دارا شکوہ جب خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے بغیر ان کے کچھ کہے ہوئے ان کا ہاتھ پکڑ کر ان سے فرمایا[7]

"اے عزیز میں نے اپنے کسی مرید اور دوست سے اس قسم کا مصافحہ نہیں کیا' اور میں کہتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ آخرت میں بھی تیری مدد کروں گا"۔

حواشی

1- سکینۃ الاولیاء (اردو ترجمہ) ص 116

2- سکینۃ الاولیاء (اردو ترجمہ) ص 125

3- سکینۃ الاولیاء (اردو ترجمہ) ص 119

4- سکینۃ الاولیاء (اردو ترجمہ) ص 120

5- مکتوب بنام شہزادہ دارا شکوہ

6- مکتوب

7- سکینۃ الاولیاء (اردو ترجمہ) ص 133

باب 57

حضرت سرمد شہید رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سرمد شہید' فرید دہر تھے اور وحید عصر تھے۔

قومیت: شیر خاں لودھی کا خیال ہے کہ "اصلش از فرنگستان دار منی بود"۔ [1] وہ ایران کے کسی خاندان سے تھے' بعض کا خیال ہے کہ آپ عیسائی تھے اور بعض کہتے ہیں کہ آپ یہودی تھے۔

وطن: آپ کا وطن "کاشان" تھا۔ [2] ایران میں ارمنیوں کی کافی تعداد تھی' جس میں سے کچھ عیسائی تھے اور کچھ یہودی۔

مذہب میں تبدیلی: آپ نے اسلام قبول کیا۔

نام: آپ سرمد ہی کے نام سے مشہور ہیں' بعض کتابوں میں آپ کو "سعیدائے سرمد" کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

تعلیم: آپ کے رقعات اور آپ کی رباعیات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ علم و فضل میں درجہ کمال رکھتے تھے۔ فارسی زبان پر قدرت حاصل تھی۔ عربی زبان سے بھی واقف تھے۔

پیشہ: آپ تجارت کرتے تھے۔

زندگی میں کایا پلٹ: اس زمانے میں ایرانی مصنوعات کی ہندوستان میں بہت قدر تھی۔ قیمت بھی اچھی ملتی تھی۔ حضرت سرمد ایرانی مصنوعات لے کر ہندوستان روانہ ہوئے۔ ان کا خیال تھا کہ ایرانی مصنوعات فروخت کرکے ہندوستان میں قیمتی جواہرات خریدیں گے اور ان جواہرات کو ایران میں فروخت کریں گے۔ اس زمانے میں ایران سے سیاح سندھ ہو کر ہندوستان آتے تھے۔ آپ بھی اسی راستے

سے آئے۔ جب ٹھٹھہ پہنچے ایک ہندو لڑکے پر عاشق ہوئے۔ ایسے از خود رفتہ ہوئے کہ نہ اپنا ہوش تھا اور تجارتی سامان کی کوئی پرواہ۔

تذکرہ نویسوں میں اختلاف ہے کہ یہ واقعہ کہاں ہوا۔

علی قلی خاں داغستانی نے اس واقعہ کا سورت میں ہونا لکھا ہے۔[3]

آزاد بلگرامی نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ عظیم آباد پٹنہ میں ہوا۔

شیر خاں لودھی لکھتے ہیں[4]

"در اثنائے تجارت شہر تتہ افتاد' برہندو پسر عاشق است"۔

ترجمہ: (اثنائے تجارت میں شہر تتہ میں ہوا' ہندو لڑکے پر عاشق ہوا)۔

عشق نے آپ کی زندگی میں ایک نمایاں تبدیلی پیدا کی۔ تجارتی مال سے بے نیاز ہو گئے۔ دنیا سے دل سرد ہو گیا۔ راحت و آرام کا تخیل دل سے جاتا رہا' اب آپ حیران و سرگرداں پھرتے تھے۔ کچھ دنوں بعد کپڑے بھی بوجھ معلوم ہونے لگے' ان کو بھی اتار پھینکا' اب ننگے پھرتے تھے۔

دہلی میں آمد: اس حالت میں آپ دہلی تشریف لائے۔ شہزادہ داراشکوہ صوفی منش اور فقیر دوست تھا۔ جب اس کو آپ کے دہلی آنے کا حال معلوم ہوا' اس نے بہت ہی جلد آپ سے میل جول بڑھایا۔ جب آپ کو قریب سے دیکھا' آپ کی روحانی قوت سے سخت متاثر ہوا۔ آپ کی بہت عزت اور احترام کیا تھا۔ شہزادہ داراشکوہ آپ کا معتقد تھا' غرض شاہی دربار میں آپ کا کافی اثر تھا۔

حکومت میں تبدیلی: اورنگ زیب نے داراشکوہ کو شکست دی اور شاہجہان کے بجائے خود عنان حکومت ہاتھ میں لی۔ داراشکوہ صحرا صحرا بستی بستی پھرنے لگا۔ دارا شکوہ کے ہمدردوں' ساتھیوں اور ہم نشینوں کے لئے یہ زمانہ صبر آزما تھا۔ حضرت سرمد بھی ان میں سے ایک تھے۔ کچھ لوگ تو داراشکوہ کے ساتھ چلے گئے او جو باقی رہ گئے تھے وہ اپنے آپ کو خطرے میں پاتے تھے۔ حضرت سرمد نے باہر جانا پسند نہیں کیا' کیونکہ وہ جانتے تھے کہ دہلی ان کا مدفن ہو گا۔

آپ پر الزمات: آپ پر جو فرد جرم لگائی گئی' وہ سیاسی آمیزش سے خالی نہ تھی۔

(1) پہلا الزام آپ پر یہ تھا کہ آپ نے اپنی حسب ذیل رباعی میں معراج جسمانی سے انکار کیا ہے۔

هر کس سر حقیقتش پادر شد   اوپہن تراز سپہر پہنادر شد
ملا گوید کہ برفلک شد احمد   سرمد گوید فلک بہ احمد درشد

(2) دوسرا الزام آپ پر یہ تھا کہ آپ دار شکوہ کے ہمدرد اور بہی خواہ تھے۔

(3) تیسرا الزام آپ پر یہ تھا کہ آپ ننگے رہتے تھے جو رسم شرع کے خلاف ہے۔

(4)# چوتھا الزام آپ پر یہ تھا کہ آپ پورا کلمہ نہیں پڑھتے تھے' آپ لا الہ سے زیادہ نہیں کہتے تھے۔

آپ کا بیان: اورنگ زیب نے قاضی القضاۃ ملا قوی کو آپ کے پاس بھیجا کہ وہ معلوم کریں کہ ننگے کیوں رہتے ہیں۔ ملا قوی نے جب ننگے رہنے کی وجہ دریافت کی تو آپ نے حسب ذیل رباعی پڑھی۔

خوش بالائے کردہ چنیں پست مرا   چشمے بدو جام بردہ ازدست مرا
اودر بغل من است زمن در طلبش   دزدے عجبیے برہنہ کردہ است مرا

علماء کی مجلس: آپ کو ایک مجلس کے سامنے بلایا گیا۔ اس مجلس میں علاوہ اورنگ زیب کے علماء فضلاء عصر بھی موجود تھے۔ اورنگ زیب نے آپ سے دریافت کیا کہ:

"لوگ کہتے ہیں' تم نے دارا شکوہ کو مژدہ سلطنت دیا تھا' کیا یہ سچ ہے؟"

آپ نے جواب دیا۔

"ہاں سچ ہے اور وہ مژدہ درست نکلا کہ اسے ابدی سلطنت کی تاج پوشی نصیب ہوئی"۔

علماء نے پوچھا کہ

"تم ننگے کیوں رہتے ہو؟"

اس کا جواب وہی دیا۔ جو پہلے ملا قوی کو دیا تھا۔ علماء نے آپ سے کپڑے پہننے کو کہا لیکن آپ نے کچھ پرواہ نہ کی۔[5] اورنگ زیب نے علماء کو مخاطب کرکے کہا

"محض برہنگی وجہ قتل نہیں ہو سکتی' اس سے کہو کہ کلمہ طیبہ پڑھے"۔

آپ سے کلمہ طیبہ پڑھنے کو کہا گیا۔ آپ نے عادت کے موافق لا الہ

پڑھا۔ جب علماء نے یہ جملہ نفی سنا تو سخت برہم ہوئے' آپ نے جواب دیا کہ۔
"ابھی تو میں نفی میں مستغرق ہوں' مرتبہ اثبات تک نہیں پہنچا ہوں' اگر الا اللہ کہوں گا تو جھوٹ ہو گا"۔

علماء نے آپس میں طے کیا کہ آپ کا یہ فعل کفر ہے۔ اس فعل سے توبہ لازمی ہے۔ آپ نے توبہ نہ کی۔

فیصلہ: علماء نے فتوی دیا کہ قتل جائز ہے۔

شہادت: دوسرے دن آپ قتل گاہ میں لے جائے گئے۔ جب جلاد چمکتی تلوار لے کر آپ کے پاس آیا' آپ اسے دیکھ کر مسکرائے۔ نظر اٹھائی اور نظر ملائی اور یہ تاریخی الفاظ فرمائے۔

"فدائے تو شوم' بیا' بیا کہ تو بہر صورتے کہ می آئی من ترا خوب می شناسم"۔

ترجمہ: "میں تیرے قربان ہوں' آ' آکہ تو جس صورت میں بھی آئے' میں ت کو خوب پہچانتا ہوں"۔

پھر آپ نے یہ شعر پڑھا[6]۔

شعر

شورے شدو از خواب عدم چشم کشودیم
دیدیم کہ باقیست شب فتنہ غنودیم

ترجمہ: شور ہوا اور ہم نے خواب عدم سے آنکھ کھولی' دیکھا کہ شب فتنہ باقی ہے' سو گئے۔

یہ شعر پڑھ کر سر تسلیم خم کر دیا اور جام شہادت نوش فرمایا' آپ کی شہادت 1070ھ میں ہوئی۔

آپ کا مزار دہلی جامع مسجد کے نیچے فیوض و برکات کا سرچشمہ ہے۔

سیرت پاک: آپ ایک کامل مجذوب تھے' علم اور فضل میں ثانی نہیں رکھتے تھے' بہت لوگ آپ کے منقاد اور معتقد تھے۔

علمی ذوق: آپ کے رقعات سرمد کے نام سے مشہور ہیں' آپ کی علمی یادگار ہیں۔

شعرو شاعری: آپ نے فارسی میں بہت سی رباعیات لکھی ہیں جو رباعیات سرمد کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ رباعیات شائع ہو چکی ہیں۔[7]

ذیل کی دو رباعیات آپ کے افکار و خیالات کی آئینہ دار ہیں۔

سرمد غم عشق بو الہوس رانہ دہند　　سوز دل پروانہ مگس رانہ دہند
عمرے باید کہ یار آید بہ کنار　　ایں دولت سرمد ہمہ کس رانہ دہند

ترجمہ: اے سرمد غم عشق بو الہوس دیتے ہیں' پروانے کے دل کا سوز شہد کی مکھی کو نہیں دیتے' ایک عمر چاہیے کہ دوست کا وصل حاصل ہو' یہ دولت سرمد ہر ایک کو نہیں دیتے۔

از منصب عشق سرفرازم کردند　　وزمنت خلق بے نیازم کردند
چوں شمع دریں بزم گدازم کردند　　از سوختگی محرم رازم کردند

ترجمہ: مجھ کو منصب عشق سے سرفراز کیا اور لوگوں کی منت سے بے نیاز کیا' شمع کی مانند اس بزم میں مجھ کو پگھلایا' جلنے کی وجہ سے مجھ کو راز دار بنایا۔

کرامت: شہادت کے بعد آپ کے سر سے تین بار الاالہ الا اللہ کی آواز سنائی دی۔ آپ کے سر نے صرف کلمہ ہی نہیں پڑھا' بلکہ کچھ دیر حمد باری تعالیٰ میں بھی مصروف رہا۔

اورنگ زیب نے آپ کی شہادت کے بعد قریب اڑتالیس سال حکومت کی' لیکن کبھی چین و سکون میسر نہ ہوا۔ دکن میں لڑائیوں میں کافی وقت گذرا' اور وہیں انتقال کیا۔

حواشی

1- مراۃ الخیال' از شیر خاں لودھی
2- ریاض الشعراء (قلمی نسخہ اشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کے کتب خانہ میں موجود ہے۔
3- ریاض الشعراء از علی خان داغستانی
4- مراۃ الخیال
5- ریاض الشعراء

6- مراۃ الخیال"

7- رباعیات سرمد کا انگریزی میں ترجمہ ڈاکٹر ظہور الحسن شارب نے کیا ہے۔ انڈین انسٹی ٹیوٹ آف آرٹس اینڈ لیٹرس کا سلسلہ مطبوعات نمبر2 ہے، اسماء پبلیکیشن اجمیر و نے شائع کیا ہے۔

باب 58

حضرت میر سید محمد کالپوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت میر سید محمد کالپوی ابو العلائیہ سلسلہ کے بلند پایہ بزرگ ہیں۔

خاندانی حالات: آپ ترمذی سادات سے ہیں۔

تعلیم: آپ نے مولانا عمر جاجموئی سے کتب درسیہ پڑھیں۔ حضرت جمال با کمال کے درس میں شریک ہوئے اور تعلیم مکمل کی، علم ظاہر میں آپ درجہ فضیلت کو پہنچے۔

بشارت: ایک شب آپ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ نقش بند آپ سے فرماتے ہیں [1]

"اے میر سید محمد! فی زمانہ ایک شیخ اپنے سلسلے کا صاحب مقامات عالیات اکبر آباد (آگرہ) میں ایسا فیض بخش عالم ہے کہ کئی سو برس سے اس مرتبہ و پایہ کا بزرگ پیدا نہیں ہوا۔ اب تم اکبر آباد جاؤ، اس سلسلہ کو بھی اخذ کرو"۔ حضرت خواجہ نقش بندیہ نے ان بزرگ کا نام نہیں بتایا۔

آگرہ میں آمد: آپ خواب سے بیدار ہوئے۔ آگرہ کا قصد کیا۔ آپ جب آگرہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ آگرہ میں اس وقت دو بزرگ ہیں، جن سے مخلوق فیض یاب ہو رہی ہے۔ ایک بزرگ کا نام میر نعمان تھا، جو حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے، دوسرے بزرگ جو آگرہ میں اس وقت رونق افروز تھے، ان کا نام امیر ابو العلی تھا۔

آگرہ پہنچ کر آپ نے حضرت میر نعمان رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں جانا چاہا، پالکی میں بیٹھ کر روانہ ہوئے اور کہاروں کو حضرت نعمان کی خانقاہ پر چلنے کی تاکید فرمائی۔

کہار آپ کو بجائے حضرت نعمان کی خانقاہ پر لے جانے کے حضرت امیر ابو

العلی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ پر لے گئے۔ آپ کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت ابو العلی کی خانقاہ ہے تو آپ پالکی سے نہیں اترے اور بیٹھے پھر کہاروں کو تاکید فرمائی کہ وہ حضرت نعمان کی خانقاہ پر پالکی لے چلیں۔ کہار روانہ ہوئے، لیکن بجائے حضرت نعمان کی خانقاہ پر پہنچے کے وہ پھر حضرت امیر ابو العلی کی خانقاہ پر پہنچے' پالکی پھر واپس ہوئی' اسی طرح چند مرتبہ ہوا۔

اب آپ پالکی سے اترے' آپ نے سوچا کہ خداوند تعالیٰ کی مرضی یہی ہے۔ پالکی سے اتر کر آپ خانقاہ میں داخل ہوئے' حضرت امیر ابو العلی رحمۃ اللہ علیہ اس وقت خانقاہ کے صحن میں تشریف رکھتے تھے۔

بیعت و خلافت: حضرت ابو العلی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو دیکھ کر ایک نعرہ لگایا' اس نعرے سے آپ کے جسم میں حرکت نہیں ہوئی۔ اس کے بعد حضرت ابو العلی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور ایک نعرہ لگایا' اس وقت آپ ضبط نہ کر سکے' بدن میں جنبش ہاتھ میں لغزش اور قلب میں حرکت پیدا ہوئی' قلب کی اس حرکت کے ساتھ آپ میں نسبت ابو العلائیہ پیوست ہوئی۔

آپ کئی ماہ حضرت ابو العلی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت بابرکت میں رہے' بیعت سے مشرف ہوئے اور خرقہ خلافت سے مفتخر ہوئے۔

اب حضرت امیر ابو العلی رحمۃ اللہ علیہ سے خرقہ خلافت پاکر اور تکمیل طریقہ عالیہ نقش بندیہ ابو العلائیہ کر کے کالپی روانہ ہوئے۔

پیرو مرشد کا عطیہ: آپ کے پیرو مرشد حضرت سید امیر ابو العلی نے آپ کو کالپی رخصت کیا اور بوقت روانگی حضرت خواجہ بہا الدین نقش بند رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تسبیح آپ کو عطاء فرمائی۔

کالپی سے آمد: اپنے پیرو مرشد سے رخصت ہو کر آپ کالپی تشریف لائے اور سند ہدایت وارشاد پر متمکن ہوئے۔

وفات: آپ کا وصال 26 شعبان 1071ھ کو ہوا۔[2] مزار شریف کالپی میں واقع ہے۔

خلفاء: آپ کے صاحب زادے حضرت سید احمد آپ کے خلیفہ اور سجادہ نشین ہیں

اور آپ کے دوسرے خلیفہ شیخ محمد افضل ولی کامل تھے۔

سیرت: آپ سلاسل اربعہ کے فیوض باطنی سے مستفید و مستفیض تھے' آپ علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ تھے' آپ جامع شریعت تھے۔

حواشی

1- اسرار ابو العلی ص 140

2- اسرار ابو العلی ص 141

باب 59

حضرت سید دوست محمد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید دوست محمد مشاہیر اولیاء سے ہیں۔

ولادت: آپ نے 996ھ میں اس عالم کو رونق بخشی۔

تعلیم: آپ نے دہلی میں تعلیم پائی، تحصیل علوم ظاہری سے فارغ ہو کر آپ تلاش حق میں نگری نگری، بستی بستی پھرنے لگے۔

بنگال میں قیام: اسی تلاش میں آپ بنگال پہنچے اور ایک مدت تک بنگال میں قیام فرمایا، لیکن مقصد بر آری نہیں ہوئی۔

مژدہ: ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپ کی ایک اجنبی شخص سے ملاقات ہوئی۔ اس شخص نے آپ کو بتایا کہ اکبر آباد (آگرہ) حضرت سید امیر ابو العلی رحمۃ اللہ علیہ ایک بلند پایہ بزرگ رشد و ہدایت میں مشغول ہیں، جو ان کے پاس جاتا ہے، رنگ جاتا ہے۔

آگرہ میں آمد: آپ کے لئے اتنا پتہ کافی تھی، بنگال سے آگرہ روانہ ہوئے، آگرہ پہنچ کر ایک کوزہ مصری لیا، والہانہ انداز میں حضرت امیر العلی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں داخل ہوئے، آپ کی یہ خوش قسمتی تھی کہ آپ کو زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا۔ حضرت سید امیر ابو العلی رحمۃ اللہ علیہ ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر مسجد کے صحن میں معہ مریدین و معتقدین رونق افروز تھے۔ آپ حضرت سیدنا کے قریب پہنچ کر قدم بوس ہوئے۔ کوزہ مصری پیش کیا۔ اور پھر ایک طرف بیٹھ گئے، حضرت سیدنا رحمۃ اللہ علیہ نے کوزہ مصری قبول فرمایا، پھر آپ سے آپ کا نام و پتہ دریافت فرمایا، آپ نے عرض کیا[1]۔

"دوست محمد میرا نام ہے، حضور کا شہرہ تا بہ فلک طشت از بام ہے۔
ملک بنگال سے آیا ہوں، مئے وحدت کا پیاسا ہوں"۔

حضرت سیدنا یہ سن کر مسکرائے۔ کوزہ مصری میں سے تھوڑا خود کھایا اور باقی حاضرین کو تقسیم کیا' پھر آپ کی طرف دیکھ کر فرمایا

"دوست محمد! تم نے ہمارا منہ میٹھا کیا' ہم کو تمہارا منہ میٹھا کرنا واجب ہے' آؤ! آگے آؤ' مجھ سے نظر ملاؤ"۔

نظر کا ملانا تھا کے بے ہوش ہو گئے' حجابات سب دور ہو گئے۔

اتنے میں عصر کی اذان ہوئی۔ حاضرین نے آپ کو ہوشیار کرنا چاہا' حضرت سیدنا نے منع کیا اور فرمایا

"نہیں نہیں' یوں ہی رہنے دو' اس وقت دوست محمد

"لا تقربو الصلوۃ وانتم سکاری"۔

"کے مصداق ہیں"۔

عشاء کی نماز کے وقت آپ ہوش میں آئے۔ عصر و مغرب کی نماز جو آپ سے قضا ہو گئی تھی' وہ ادا کی۔ عشاء کی نماز باجماعت پڑھی' اس رات کو مسجد ہی میں رہے۔

بیعت و خلافت: دوسرے دن بعد نماز فجر حضرت سیدنا ابو العلی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو بیعت سے مشرف فرمایا اور اسی روز خرقہ خلافت و اجازت و شجرۂ طریقت سے آپ کو ممتاز فرمایا۔

پیرو مرشد کا حکم: حضرت سیدنا نے آپ کو برہان پور میں قیام کا حکم دیا۔

درخواست: آپ نے چند روز پیرو مرشد کی صحبت بابرکت میں رہنے کی اجازت چاہی۔

حضرت سیدنا رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی درخواست منظور فرمائی۔

برہان پور میں آمد: ایک سال تک آپ اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں رہتے رہے اور فیوض باطنی سے مستفید رہے' ایک سال کے بعد آپ برہان پور تشریف لے گئے اور مسند رشد و ہدایت پر رونق افروز ہو کر لوگوں کو راہ حق دکھلانے لگے۔

وفات: آپ نے 26 جمادی الثانی 1090ھ کو رحلت فرمائی[2] بوقت وفات آپ

کی عمر چورانوے سال کی تھی۔ مزار مبارک اورنگ آباد میں مرجع خاص و عام ہے۔

خلفاء: آپ کے ممتاز خلفاء حسب ذیل ہیں۔

حضرت مسافر شاہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت محمود شاہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ محمد فرہاد رحمۃ اللہ علیہ،

سیرت: آپ صاحب کمال، رفیع الحال، صاحب تخلیق و تصدیق بزرگ تھے۔ جب آپ پر جذبہ شوق غالب ہوتا، آپ جنگل میں نکل جاتے، آپ کے نعرہ کی آواز سے درندے اور پرندے رقص کرنے لگتے،

آپ کو اپنے پیرو مرشد سے والہانہ عشق تھا، پیرو مرشد کی جدائی آپ کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ اسی حالت بے قراری و اضطراری میں آپ نے ایک "پیم کہانی" لکھی، جس کے چند شعر حسب ذیل ہیں[3]۔

پیم کہانی

پیم کہانی کہت ہوں سنو سکھی تم آئے
پیا ڈھونڈھن کو ہوں گئی آئی آپ گنوائے
پیم کہانی بس جھری کوئے منت سینور آئے
باتوں باتوں بس بھری دیکھت ہے گھر جائے
پیم گلی ات سانکری پی بن کچھ نہ سہائے
تن من چھوڑ جو آسکے تو پیہ ایا جائے
پیم نگر سوں آئے کے سدھ بدھ سے رہی کون
سدھ بدھ یوں گھل جات ہے جیون بانمیں لون
پیم لگو مو ہے آئے کے جیور انکسا جائے
اے ری سکھی کچھ پیہ کی بات کہو ٹک آئے

کرامات: آپ جب حالت ذوق و شوق میں جنگل میں نعرہ لگاتے تو آپ کے نعرے سے جنگل میں آگ لگ جاتی۔[4]

حواشی

1- اسرار ابو العلی ص 143
2- اسرار ابو العلی ص 144
3- نجات قاسم
4- اسرار ابو العلی ص 144

حصہ ہفتم

گر تو سنگ خارہٗ مر مر شوی
چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی

باب 60

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سلطان باہو منظور جناب کبریا ہیں۔

خاندانی حالات: آپ قبیلہ اعوان سے تھے، آپ کا سلسلہ نسب انتیس واسطوں سے امام الاولیاء حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر منتہی ہوتا ہے۔

والد ماجد: آپ کے والد ماجد کا نام بایزید محمد ہے۔ وہ شہنشاہ شاہجہاں کی طرف سے کوہستان میں منصب دار تھے۔[1] وہ حافظ قرآن تھے۔ اپنے زمانے کے ایک عالم تھے، شریعت کے سخت پابند تھے۔

کوہستان سے ملتان آکر اقامت گزین ہوئے۔ ان کو دوبارہ کوہستان بھیجے جانے کے احکام نافذ ہوئے۔ لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ ملتان سے وہ شور کوٹ تشریف لائے اور وہاں سکونت اختیار کی۔ شورکٹ میں ان کو جاگیر ملی۔[2] اور وہیں وفات پائی۔

والدہ ماجدہ: آپ کی والدہ ماجدہ کا نام بی بی راستی تھا۔ وہ اپنی بزرگی اور پرہیزگاری کے لیے مشہور ہیں۔

ولادت: آپ شور کوٹ میں 1039ھ میں پیدا ہوئے۔

نام: آپ کا نام باہو ہے۔ آپ اپنے نام پر فخر کرتے تھے اور خوش ہوتے تھے کہ آپ کے نام میں "ہوا" آتا ہے، آپ اپنے نام پر فخر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔[3]

"میری والدہ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو کر انہوں نے میرا نام "باہو" رکھا ہے"۔

بچپن: ایام طفولیت سے ہی آپ سے کرامات ظاہر ہونا شروع ہو گئی تھیں۔ شیر

خوارگی کے زمانے میں رمضان میں آپ نے دن کو دودھ نہیں پیا، گویا دن کو روزہ رکھتے تھے۔

تعلیم و تربیت: آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت آپ کی والدہ کی نگرانی میں ہوئی۔

سرور عالم ﷺ کی زیارت: سن رشد کو پہنچنے کے بعد ایک دن کا واقعہ ہے کہ امام الاولیاء حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ کو دربار نبوی ﷺ میں پیش کیا۔ حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بیعت سے سرفراز فرمایا۔ آپ خود اس کا ذکر اس طرح کرتے ہیں کہ وہ مقامات اور درجات حاصل ہوئے جو بیان سے باہر ہیں۔ پھر غوث الاعظم میران محی الدین حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد فرمایا۔[4]

تلاش حق: اس کے بعد آپ میں ایک نمایاں تبدیلی پیدا ہوئی۔ ہر وقت خود مستغرق رہنے لگے۔ مشاہدات حق میں مست اور ذات مطلق کے جمال میں غرق نظر آنے لگے۔

آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کی یہ حالت دیکھ کر آپ کو کسی باکمال شیخ سے بیعت ہونے کی تاکید فرمائی۔ آپ نے اپنی والدہ سے عرض کیا کہ بیعت کی کیا ضرورت ہے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت سے مشرف ہونے کے بعد کسی اور سے بیعت کرنا نہیں چاہیے۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے فرمایا کہ یہ دنیا عالم اسباب ہے اور اس دنیا میں بھی کسی کامل شیخ کے دست حق پرست پر بیعت کرنا ضروری ہے۔

یہ سن کر آپ نے اپنی والدہ سے عرض کیا کہ اگر ایسا ہے تو "پھر آپ میرے لئے مرشد کافی ہیں"۔

آپ کی والدہ نے آپ سے فرمایا کہ عورتوں کو اجازت نہیں کہ وہ کسی کو بیعت کریں، آپ نے عرض کیا کہ تو پھر مرشد کو کہاں تلاش کیا جائے اور کہاں جایا جائے، آپ کی والدہ ماجدہ نے مشرق کی طرف اشارہ کیا۔

اب آپ نے گھر چھوڑا اور تلاش مرشد میں نکل کھڑے ہوئے۔ آپ حضرت شاہ حبیب اللہ کے کمالات صوری و معنوی کا شہرہ سن کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

آپ نے جب حضرت شاہ حبیب اللہ سے اپنا مدعا ظاہر کیا تو انہوں نے آپ سے فرمایا کہ طالب حق کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کو یکسوئی و یک جہتی حاصل ہو، اگر اس کی دو طرف توجہ ہو گی تو مقصد بر آری مشکل ہے۔ پس یہ ضروری ہے کہ طالب حق پہلے مال و متاع سے فارغ ہو لے پھر اس راہ میں قدم رکھے۔

یہ سن کر آپ کافی متاثر ہوئے، گھر آئے، مال و متاع سے فارغ ہوئے، پھر حضرت شاہ حبیب اللہ نے بخوبی سمجھ لیا کہ آپ طالب صادق ہیں اور سچی طلب آپ کو لائی ہے۔ ایک دن انہوں نے آپ سے فرمایا کہ

"جس نعمت کے تم مستحق ہو، وہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ البتہ ہم تم کو منزل کا نشان بتائے دیتے ہیں۔ وہاں جاؤ گے، مقصد پاؤ گے۔ تم میرے شیخ حضرت شیخ عبدالرحمان قادری کی خدمت بابرکت میں جاؤ اور ان کا دامن تھام لو، یہ تمہارے لئے کافی ہے"۔

دہلی میں آمد: حضرت شاہ حبیب اللہ کی ہدایت کے موافق آپ دہلی تشریف لائے۔ حضرت سید عبدالرحمان قادری رحمۃ اللہ علیہ کو بذریعہ کشف آپ کی آمد کی اطلاع ہوئی۔ انہوں نے ایک شخص آپ کے لینے کے لئے روانہ کیا۔

بیعت و خلافت: آپ اس شخص کے ساتھ حضرت سید عبدالرحمان قادری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ آپ کو خلوت میں لے گئے اور مدارج سلوک ذرا دیر میں طے کرا دیئے۔ بیعت سے مشرف ہوئے اور خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے۔ اور آپ کو وہ نعمت حاصل ہوئی جس کی آپ کو تلاش تھی۔

سوال اور جواب: اب آپ کا یہ طریقہ تھا کہ دہلی کے بازاروں میں گھومتے اور جس پر نگاہ ڈالتے اس کو ذرا دیر میں خدا رسیدہ بنا دیتے تھے۔ آپ کا فیض عام تھا۔ دہلی میں اس کا چرچا ہونے لگا۔ کسی نے آپ کے پیرو مرشد سے بھی اس بات کا ذکر کیا، آپ کے پیرو مرشد نے آپ کو طلب فرمایا، جب آپ حاضر ہوئے تو آپ کے پیرو مرشد نے آپ سے فرمایا

"ہم نے تمہیں خاص نعمت عطاء کی اور تم نے اس خاص نعمت کو عام کر دیا"۔

آپ نے جواب دیا:

"حضرت سے جو خاص نعمت مجھے حاصل ہوئی' اس کی آزمائش منظور تھی کہ مجھے کس قدر نعمت گراں مایہ حاصل ہوئی اور اس کی ماہیت کیا ہے"۔

مزید نعمت: آپ کے پیرو مرشد اس جواب سے بہت خوش ہوئے۔ شفقت اور مہربانی سے پیش آئے اور مزید نعمت سے آپ کو مالا مال کیا۔

واپسی: دہلی سے شور کوٹ تشریف لائے اور تعلیم و تلقین اور رشد و ہدایت میں مشغول ہوئے۔

ازواج و اولاد: آپ کی چار بیویاں تھیں۔ ان چاروں بیویوں سے آٹھ لڑکے پیدا ہوئے۔ سب سے چھوٹے صاحب زادے سلطان حیات محمد نے بچپن میں انتقال فرمایا۔ آپ کے دیگر صاحب زادوں کے نام حسب ذیل ہیں۔[5]

سلطان نور محمد' سلطان ولی محمد' سلطان لطیف محمد' محمد' سلطان صالح محمد' سلطان اسحاق محمد' سلطان فتح محمد' سلطان شریف احمد

وفات: آپ یکم جمادی الثانی 1102ھ کو جوار رحمت میں داخل ہوئے۔ آپ کا مزار شور کوٹ میں واقع ہے۔

خلفاء: آپ کے مشہور خلفاء حسب ذیل ہیں۔

حضرت نورنگ (کھتران)' حضرت ملامعانی بلوچستانی' حضرت مومن شاہ گیلانی (سندھ) ان خلفاء سے آپ کا سلسلہ پھیلا۔

آپ کے طریقے کا نام "قادریہ سروریہ" ہے' جیسا کہ آپ نے خود فرمایا۔[6] آپ مادر زاد ولی تھے۔

سیرت: آپ مشاہدہ حق میں مسرور' جمال دوست میں محو اور انوار الٰہی کی تجلیات میں مستغرق رہتے تھے۔ آپ معاش کی طرف سے بے پرواہ تھے۔ بظاہر آپ کا کوئی ذریعہ معاش نہیں تھا۔ دو مرتبہ جاگیروالی زمین پر کھیتی باڑی کی' لیکن فصل نہیں کاٹی۔ توکل پر گذارہ کرتے تھے۔

علمی ذوق: آپ لکھے پڑھے نہیں تھے' اس کے باوجود آپ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ آپ کی مشہور تصانیف حسب ذیل ہیں:

عین الفقر' گنج الاسرار' کلید التوحید' نور الہدیٰ' محبت الاسرار' شمس العارفین' اورنگ شاہی' اسرار قادری' توفیق ہدایت' مجالستہ النبی' تیغ برہنہ' رسالہ روحی' قرب دیدار' کلید جنت' محک الفقر کبیر' محک الفقر صغیر' مفتاح العاشقین' کشف الاسرار' امیر الکونین' جامع الاسرار' عین الجنات' قطب الاقطاب' محکم الفقراء حجتہ الاسرار۔

شعرو شاعری: آپ شاعر بھی تھے۔ "دیوان باہو" اور "ابیات باہو" آپ کی یادگار ہیں' غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف میں آپ کے چند اشعار حسب ذیل ہیں۔

شاہ میراں ہست ثانی شہ امیر   شہسوار معرفت روشن ضمیر
چوں نباشد سیدے قادر قوی   چوں نبا شد سید اولاد علی
چوں نباشد سید پاک نسل   چوں نباشد سید اصل واصل
ہرکرا پدرش بود عارف مقسیم   چوں نباشد سید راہ سلیم
شرف زاں لعل' بہاول باوصال   نظر بر قبرش بکن شوریدہ حال
تارک و فارغ زنفس و دز ہوا   دائما شو مست وحدت باخدا
اصل جیلانی زباطن مصطفیٰ   ایں مراتب قادری قدرت الہ

شو مریداز جان باہو بالیقیں
خاکپائے شاہ میراں راہ دیں

تعلیمات: آپ فرماتے ہیں[7]۔

دنیا: آپ کی بعض تعلیمات حسب ذیل ہیں:

"ان لوگوں پر تعجب اور افسوس ہے کہ خدا فرماتا ہے"۔ ففروا الی اللہ لوگو خدا کی طرف آؤ' مگر انہیں خدا کی طرف آنا کیا معنیٰ' وہ اس سے بھاگتے اور گریز کرتے ہیں' گو ان پر معرفت الٰہی کی جھلک نہ پڑی ہو' مگر وہ اپنے آپ کو عارف اور صاحب حضور جانتے ہیں' لیکن وہ درحقیقت بے معرفت اور مقام حضور سے کوسوں دور اپنی کشف و کرامات و بدعت و استدراج میں مغرور رہتے ہیں۔ دنیائے دوں اور زر و سیم میں شب و روز خراب اور پریشان ہوتے ہیں۔

مرشد کے اقسام: آپ فرماتے ہیں۔[8]

"مرشد تین طرح کے ہوتے ہیں۔
اول مرشد کامل - طالب کے حق میں رحمت'
دوم مرشد ناقص - اس کے حق میں زحمت ہوتا ہے'
سوم مرشد۔ جو کہ دنیاوی مراتب و مناصب میں کمال حاصل کرتا ہے۔ اور وہ اپنی اس ترقی سے مرتبہ فرعون کو پہنچتا ہے۔
اور جو مرشد کہ نہ مراتب دنیا ہی حاصل کرتا ہے اور نہ مقامات معرفت کو طے کرتا ہے وہ دونوں جہاں کی رسوائی اور ذلت اپنے سر لیتا ہے۔

فقیر: آپ فرماتے ہیں۔[9]

"فقیر کو چاہئے کہ ان دونوں مقامات کو طے کر کے آگے بڑھے اور اطمینان اور دل جمعی حاصل کرے۔ جو دانائی اور ہوشیاری سے حاصل ہوتی ہے۔ ہوشیار کی نظر ہمیشہ روز قیامت اور خدائے تعالیٰ کے حساب و کتاب پر رہتی ہے۔ اس لئے وہ خلق اللہ کو نفع پہنچاتا اور ان کی ضرر رسانی سے گریز کرتا اور دنیائے دوں کے پیچھے ان کے حقوق پر پانی نہیں پھیرتا"۔

سماع: آپ فرماتے ہیں۔[10]

"جو شخص کہ راگ سنتا ہے' اس کا دل مردہ اور نفس زندہ ہوتا ہے اہل سرور مردہ دل زندہ نفس ہوتے ہیں"۔
آپ فرماتے ہیں۔[11]

ذکر دوام: ذکر دوام سے ذکر خفی مراد ہے۔ جو بظاہر معلوم نہیں ہوتا اور اسم اللہ سے وجود میں اس طرح جاری ہوتا ہے' جس طرح نمک ماکول و مشروب میں سرایت کر جاتا اور بظاہر معلوم نہیں ہوتا' مگر درحقیقت موجود ہوتا ہے' جو کھانے پینے سے معلوم ہوتا ہے۔ اور ذکر خفی اس طرح سے پہچانا جاتا ہے کہ صاحب ذکر خفی تصور برزخ اسم اللہ سے ایسی لذت اور حلاوت پاتا ہے کہ اس کا ایک ذرہ مشرف تک کل مخلوق کو ملے تو وہ ایسا بے ہوش اور مست ہو جائے کہ بجز قیامت کے دن کے وہ بیدار ہی نہ ہو صاحب ذکر خفی دنیا و مافیہا سے کچھ خبر نہیں رکھتا"۔

فقر: آپ فرماتے ہیں۔[12]

ف سے فنائے نفس، ق سے قہر بر نفس، ر سے راضی بہ خدا مراد ہے۔
اور ف سے فخر، ق سے قرب اور ر سے راز مراد ہے۔
یہ مراتب فقر محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوتے ہیں، نہیں تو ف سے فضیحت ق سے قہر خدا اور ر سے رد ہے"۔

سرور عالم ﷺ کی مطابعت: آپ فرماتے ہیں۔[13]
"جو شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے بغیر اپنی شیخ زادگی کے بھروسے رہبری اور پیشوائی کرے گا، وہ خود بھی گمراہ ہو گا اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے گا"۔

اقوال:

- اگر اس کا ایک فعل بھی شرع محمدی کے خلافت ہے تو وہ صوفی نہیں، بلکہ شیطان ہے، اس سے کنارہ کشی اختیار کرنا چاہیے۔
- سخاوت کرنے سے خلق اللہ کا حق ادا ہوتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ صاحب مال کو خدا کے مقابلہ میں اپنے مال کی کہاں تک محبت ہے۔
- فقرو معرفت الٰہی دریائے رحمت کی موجیں ہیں۔ اور سخاوت اور کرم ایسی صفتیں ہیں، جو خدائے تعالیٰ سے ملاتی ہیں۔
- جو پیرو مرشد قوت باطنی نہ رکھے، ہر وقت مرید کی خبر گیری نہ کرے، اسے گناہ و معصیت سے روک نہ سکے اور مرید کی جاں کنی کے وقت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا اور عرض نہ کرے، اس نازک وقت سے صحیح و سالم پار نہ گزارے اسے پیرو مرشد نہ کہنا چاہیے"۔
- پیری و مرشدی کوئی معمولی کام نہیں، وہ ایک راز و نیاز و سرو اسرار ہے، حرص و حسد کا انجام آخر خواری و ذلت ہے۔
- اہل دنیا، دنیا اور سیم و زر کے غلام ہیں اور دنیا اور سیم و زر، فقیر عارف باللہ کے غلام ہیں۔
- چاروں نفسوں کے چاروں پرند ذبح کرے، یعنی شہوت کا مرغ، حرص کا کوا، زینت کا مور اور حرص کا کبوتر۔

اوراد و وظائف: بعض اوراد و وظائف حسب ذیل ہیں۔

سورہ مزمل: آپ فرماتے ہیں۔[14]

"سورہ مزمل کی دعوت کا علم مشکل ہے' اگر تمام جہاں کی مشکلوں کے لئے بالترتیب ایک مرتبہ پڑھے تو قیامت تک اس کا عمل باز نہیں رہتا' بشرطیکہ پڑھنے ولا مع علم ناظرات اپنے تیئں اللہ تعالیٰ کا منظور نظر بنالے اور علم حاضرات سے اپنے تیئں حضور میں پہنچائے اور ختم قرآن دور مدور حفظ مع اللہ پڑھے"۔

"سورہ مزمل کے شروع میں اسم ذات کے تصور سے اپنے تیئں حضوری مجلس میں پہنچائے اور قرآن مجید دو رمدور حفظ مع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پڑھے جو شخص سورہ مزمل کو مندرجہ بالا طریقہ کے موافق پڑھتا ہے' اس کے لئے وسیلہ شروع ہو جاتا ہے"۔

"جو شخص اس طریقے کے موافق سورۃ مزمل کو مع علم حاضرات پڑھے گا' اس کے تصرف میں دونوں جہان آجائیں گے' بشرطیکہ پڑھنے والا دم در دم' دل در دل' نفس در نفس' قلب در قلب اور امر روح در روح شریعت لطیف کے لباس کی خلعت کا پر نور جامہ پہنے"۔

دعاء سیفی: آپ فرماتے ہیں۔[15]ص{

"دعائے سیفی اور سورہ مزمل کا صاحب دعوت عرش و کرسی' لوح و قلم اور نور آسمان اور سات زمینیں اس طرح ہلا دیتا ہے کہ انبیاء اور اولیاء کی روحیں عبرت کھاتی ہیں اور فرشتے حیران رہ جاتے ہیں"۔

کشف و کرامات: آپ کی وفات کے ستر سال بعد جب چناب میں طغیانی آئی تو آپ کا تابوت قبر سے نکالا گیا' سب لوگ یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ پورا جسم مبارک صحیح و سالم تھا'

ایک شخص آپ سے کچھ لینے کی غرض سے آپ کے پاس آیا' آپ کو ہل چلاتے دیکھ کر واپس ہونے والا تھا کہ آپ نے اس کو آواز دی اور فرمایا کہ دور دراز سے تکلیف اٹھا کر آئے ہو اور بغیر ملے جاتے ہو' یہ کیا بات ہے۔ جب وہ قریب آیا تو آپ نے اس سے ہل چلانے کو فرمایا اور خود پیشاب کرنے چلے گئے' واپس آکر آپ نے وہ ڈھیلے جن سے طہارت کی

تھی، زمین پر دے مارے، زمین سونا ہو گئی، آپ نے اس شخص سے فرمایا، جتنا سونا چاہو، لے جاؤ، وہ بہت سونا لے کر کامیاب و کامران واپس ہوا۔

حواشی

-1 مناقب سلطانی
-2 مناقب سلطانی
-3 عین الفقر زبدۃ العارفین
-4
-5 مناقب سلطانی ص 43، 44
-6 مناقب سلطانی
-7 گنج الاسرار (اردو ترجمہ) ص 7
-8 گنج الاسرار (اردو ترجمہ) ص 90
-9 گنج الاسرار (اردو ترجمہ) ص 20
-10 گنج الاسرار (اردو ترجمہ) ص 21
-11 گنج الاسرار (اردو ترجمہ) ص 26
-12 کشف الاسرار (اردو ترجمہ) ص 15
-13 کشف الاسرار (اردو ترجمہ) ص 16
-14 کشف الاسرار (اردو ترجمہ) ص 3، 4
-15 کشف الاسرار (اردو ترجمہ) ص 10

باب 61

حضرت میران سید شاہ بھیکہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت میران سید شاہ بھیکہ شیخ وقت تھے اور قطب زماں تھے۔

حسب و نسب: آپ کا نسب نامہ پدری کئی واسطوں سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہے[1] واپس آپ حسینی ہیں، آپ کا سلسلہ مادری سید زید لشکر سے جا ملتا ہے۔

خاندانی حالات: سرور عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید کو جو آپ کے اجداد سے تھے، ہندوستان جانے کی بشارت دی۔ حسب اشارت پر بشارت حضرت زید مع متعلقین ترمذ سے ہندوستان آئے اور سیانا میں قیام فرمایا۔ سیانا کو ایک برہمن رئیس نے اپنے نام پر آباد کیا تھا اور وہ ہی اس شہر کا حاکم تھا۔

حضرت زید نے معرکہ جنگ میں وفات پائی، ان کی وفات کے بعد سید سلیمان نے سیانا پر چڑھائی کی۔ سیانا کو فتح کرنے کے بعد اس کا نام سیوانہ رکھا۔[2]

والد ماجد: آپ کے والد کا نام سید یوسف ہے، وہ سید قطب الدین کے صاحب زادے تھے۔

والدہ ماجدہ: آپ کے والد کا نام بی بی ملکو ہے۔[3]

ولادت: آپ 7 - رجب 1046ھ کو پیدا ہوئے۔[4]

نام: آپ کا نام محمد سعید ہے۔

کنیت: آپ کی کنیت "میران سید شاہ بھیکہ ہے" اور آپ اسی کنیت سے مشہور ہیں۔

بچپن کا صدمہ: آپ کی عمر جب سات سال کی ہوئی، آپ کے والد نے جام

شہادت نوش فرمایا۔

ترک سکونت: آپ کے والد کے انتقال کے بعد خاندانی جھگڑوں اور اہل خاندان کے حسد کے باعث آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو ہمراہ لے کر سیوانہ سے کہرام میں سکونت پذیر ہوئیں۔

تیر عشق: آپ کی والدہ نے کہرام پہنچ کر آپ کو ایک مکتب میں داخل فرمایا۔ وہاں آپ کو ایک ہندو لڑکے سے محبت ہو گئی۔ محبت چھپنے والی چیز نہیں۔ مکتب میں چرچا ہونے لگا۔ ایک دن مکتب کے لڑکوں نے اس ہندو لڑکے کو ملامت کی اور اسے کہا کہ فقیر کے لڑکے سے محبت کرنا مناسب نہیں ہے۔[5] جب آپ کو یہ معلوم ہوا تو آپ کو ان کا یہ کہنا ناگوار گذرا۔ آپ نے ایک لڑکے کے جو سب کا سرغنہ تھا' ایسے زور سے طمانچہ مارا کہ اس کے جبڑے ٹوٹ گئے۔

سزا: معلم کے پاس آپ کی شکایت گئی۔ معلم نے آپ کو مکتب سے نکال دیا۔

کھیل کود: مکتب سے نام کٹ جانے کے بعد آپ نے لکھنا پڑھنا چھوڑ دیا' دن بھر لڑکوں کے ساتھ گلی کوچوں میں کھیلتے پھرتے تھے۔

غیبی امداد: آپ اسی طرح گلی کوچوں میں کھیلتے پھرتے تھے کہ ایک دن شاہ جلال جو شاہ فاضل مجذوب کے بھائی تھے۔ مریدوں کی تعلیم و تربیت کے واسطے کہرام میں تشریف لائے' انہوں نے آپ کو دیکھ کر آپ کے متعلق دریافت فرمایا' جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ آپ سید یوسف کے فرزند ہیں تو ان کو آپ سے ہمدردی پیدا ہوئی' بہت محبت سے آپ سے پیش آئے۔

انہوں نے آپ کو سمجھاتے ہوئے فرمایا۔[6]

"میاں صاحب زادے! یہ وقت کھیل کود کا نہیں ہے' یہ زمانہ لکھنے پڑھنے کا ہے"۔

آپ نے جواب دیا۔

"اس سے قبل میں پڑھتا تھا' اب کیا کروں کہ معلم نے مجھ کو مکتب سے نکال دیا"۔

حضرت شاہ جلال نے یہ سن کر آپ کی تسلی و تشفی کی اور آپ سے فرمایا

کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے' وہ ہر طرح کی سہولت پہنچانے کی کوشش کریں گے اور معلم کو بھی آپ کی تعلیم کی متعلق ہدایت فرمائیں گے۔

اسی رات کو انہوں نے اپنے چار مریدوں کو ہدایت فرمائی کہ وہ آپ کی ہر طرح کی خبر گیری کریں اور آپ کے خورد و نوش' پوشش اور خرچ کاغذ وغیرہ کا معقول انتظام کریں اور آپ کی تعلیم سے کسی طرح کی غفلت نہ برتیں۔

آپ کو بلا کر حضرت شاہ جلال نے اپنے ساتھ کھانا کھلایا اور تھوڑا کھانا آپ کو دیا کہ اپنی والدہ کو جا کر دیں' اس پر آپ نے شاہ جلال سے کہا کہ

"ان کا رزاق حق تعالیٰ ہے"۔

دوسرے دن علی الصبح حضرت شاہ جلال مٹھائی' کاغذ اور پوشاک لے کر آپ کے یہاں آئے' آپ سو رہے تھے' آپ کو جگایا' کپڑے پہنا کر آپ کو معلم کے پاس مکتب میں لے گئے۔

سفارش: وہاں پہنچ کر انہوں نے معلم سے فرمایا کہ

"تمہارے پاس ایک سفارش لے کر آیا ہوں"۔

معلم سمجھ گیا کہ کس کی سفارش کے واسطے تشریف لائے ہیں۔ اس نے شاہ جلال سے عرض کیا۔

"جو کچھ آپ فرمائیں' دل و جان سے قبول ہے' لیکن سید شاہ بھیکہ کے بارے میں سفارش نہ کریں"۔

اس پر شاہ جلال کو غصہ آیا اور انہوں نے معلم سے فرمایا۔

"تو مردود ہے کہ پیر کے حکم سے سرتابی کرتا ہے"۔

معلم نے معافی مانگی اور حضرت شاہ جلال کا حکم بجالانے پر آمادہ ہو گیا۔

حضرت شاہ جلال نے معلم کو تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

"یہ تمہارے پاس "قرآن مجید"۔ "گلستاں" اور "بوستان" پڑھیں گے اور کچھ ہی دنوں میں خلیفہ مکتب ہو جائیں گے"۔

حضرت شاہ جلال نے معلم کے کان میں آہستہ سے کہا کہ۔

"تم نہیں جانتے ہو کہ سید زادہ قطب زمان ہے' تم کو چاہیے کہ اس کی خدمت خوب کرو اور اس کی تعلیم میں کسی قسم کی غفلت یا تغافل نہ برتو"۔

تعلیم: اسی روز سے معلم نے آپ کی تعلیم پر خاص توجہ دی' آپ نے چھ مہینے میں

"کلام اللہ، گلستان" اور "بوستان" ختم کر کے خلیفہ مکتب کے فرائض بحسن و خوبی انجام دیئے۔[7]

معلمی: کہرام کے ایک شخص کا عہدہ فوجداری پر تقرر ہوا' جب وہ اپنے عہدہ کا چارج لینے کی غرض سے کہرام سے روانہ ہوا تو اس نے اپنے لڑکے کی تعلیم کے واسطے آپ کو اپنے ہمراہ لیا۔ کچھ عرصے تک آپ اس لڑکے کو پڑھاتے رہے' لیکن جب اس نے یہ دیکھا کہ آپ ہر مذہب و ملت کے فقیروں کے پاس جاتے ہیں اور ان سے طالب ہوتے ہیں' اس شخص کو یہ خیال ہوا کہ کہیں معرفت الٰہی کے شوق میں آپ ان فقیروں میں سے کسی کے ساتھ نہ چلے جائیں' اس لئے آپ کو آپ کی والدہ کے پاس کہرام پہنچا دیا۔

ملوی میں قیام: کہرام سے پندرہ کوس کے فاصلے پر موضع ملوی واقع ہے' وہاں ایک درویش مسمی بے نواشاہ قاسم رہتے تھے۔ آپ ان کے پاس موضع ملوی چلے گئے اور وہاں قریب ایک سال قیام فرمایا' آپ کے سپرد خدمت تھی کہ بھاڑ کے لئے لکڑیاں جمع کیا کریں'

ایک دن کا واقعہ ہے کہ بے نواشاہ قاسم نے اپنے گھر کی چھت پاٹنے کے لئے شہتیر بنوایا' انہوں نے اپنے مریدوں سے اس شہتیر کے اٹھانے کے لئے فرمایا' وہ شہتیر اتنا وزنی تھا کہ کسی سے نہیں اٹھا' سب زور کر کے رہ گئے۔ آپ نے اس شہتیر کو تن تنہا اٹھا کر دیوار پر رکھ دیا' وہ شہتیر کسی قدر چھوٹا تھا' آپ کا ہاتھ لگنے سے وہ پورا ہو گیا۔

یہ بات بے نواشاہ قاسم کے مریدوں کو ناگوار گذاری۔ انہوں نے شکایت کی وہ اتنے دنوں سے ہیں' انہیں کچھ حاصل نہیں ہوا اور آپ کے متعلق کہا کہ اس شخص کو اتنی کم مدت میں صاحب تصرف کر دیا۔

حضرت شاہ قاسم نے ان لوگوں کو اس طرح سمجھایا کہ[8]

"قاسم حقیقی حق تعالیٰ ہے' یہ خود سید زادہ ہیں' باپ دادا ان کے صاحب کمال تھے' مجھ کو دخل اس میں نہیں ہے"۔

رخصت: اتفاق سے بے نواشاہ قاسم کے پیرو مرشد بھی وہاں مقیم تھے' انہوں نے بے نواشاہ قاسم سے فرمایا کہ

"ہم اور تم مانند حوض صغیر کے ہیں اور میران جی مانند دریائے عظیم کے ہیں' ان کی سیرابی ہم سے نہ ہو گی' ان کو رخصت کرو"۔

بے نواشاہ قاسم نے اپنے پیرو مرشد کا اشارہ پاکر رخصت کیا۔

رہنمائی: اب آپ کے سامنے یہ سوال تھا کہ کہاں جائیں۔ شاہ بھاول نے آپ کی رہنمائی کی اور آپ سے حضرت شاہ ابو المعالی کے پاس چلنے کو کہا' آپ نے شاہ بھاول کا مشورہ قبول کیا اور آپ سے حضرت شاہ بھاول اینٹھہ روانہ ہوئے' جہاں حضرت شاہ ابو المعالی رہتے تھے۔

بیعت: جب اینٹھہ کے قریب پہنچے' آپ ایک جگہ بیٹھ کر حقہ پینے لگے اور شاہ بھاول آپ سے پہلے حضرت شاہ ابو المعالی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت شاہ ابو المعالی نے ان سے پوچھا۔

"رفیق کو کہاں چھوڑا"۔

انہوں نے عرض کیا کہ پیچھے آتے ہیں۔

تھوڑی دیر کے بعد شاہ بھاول آپ کو لینے کی غرض سے وہاں سے اٹھے' آپ راستے میں مل گئے' دونوں باتیں کرتے ہوئے حضرت شاہ ابو المعالی کے پاس روانہ ہوئے۔ راستے میں شاہ بھاول نے آپ کو بتایا کہ حضرت شاہ ابو المعالی بہ طرف پائیں چارپائی پر بیٹھے ہیں۔

آپ جب حضرت شاہ ابو المعالی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے آپ کو دیکھتے ہی فرمایا:

"بیا میران من۔ رفیق تو کجاست یعنی حقہ"۔

(آؤ میرے میران' تمہارا رفیق کہاں ہے' یعنی حقہ)۔

آپ نے عرض کیا کہ اس کو میں نے چھوڑ دیا' اس وقت سے آپ نے حقہ پینا چھوڑ دیا۔ بعد ازاں حضرت شاہ ابو المعالی نے آپ کو مرید کیا۔ آپ کو تعلیم فرمائی اور ذکر کی تلقین کی۔

واپسی: آپ کے پیرو مرشد نے آپ کو رخصت کیا۔ وہاں سے روانہ ہو کر آپ ملوی پہنچے اور وہاں تین دن بے ہوش رہے۔ آپ کے منہ سے کف جاری تھا۔ تین دن کے بعد آپ کو ہوش آیا۔

وہاں سے روانہ ہو کر آپ کہرام پہنچے اور محمد فاضل قانون گو کی مسجد میں رہنے لگے، کچھ عرصے اس میں قیام کیا، پھر ایک دوسری مسجد میں جو آپ کے مزار کے قریب ہے، رہنا شروع کیا۔

آپ نے ایک شخص سے کھانے کے واسطے فرمایا، وہ روزانہ آپ کے واسطے کھانا لاتا تھا، لیکن آپ چھ سات روز کے بعد ایک روٹی پانی میں تر کر کے تناول فرماتے تھے۔

کشف: ایک دن آپ کو بذریعہ کشف معلوم ہوا کہ آپ کے پیرو مرشد حضرت شاہ ابو المعالی کا داڑھی کا ایک بال بوریہ پر گرا ہے، آپ اس بال کو لینے کی غرض سے اینٹھہ آئے، تلاش کر کے وہ بال بوریہ پر سے اٹھا کر اپنے پاس رکھا۔

آپ کے پیرو مرشد کو آپ کی اس بات سے یہ خیال پیدا ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ اس قسم کی مکشوفات میں الجھ کر رہ جائیں اور مقصد حقیقی سے رہ جائیں، چنانچہ آپ کے پیرو مرشد نے آپ سے فرمایا کہ[9]

"میران! یہ فقر نہیں ہے، فقر دوسری چیز ہے"۔

آپ کے پیرو مرشد نے آپ کو ایک مرغ مرغن تین روز تک بھون کر کھلایا، اس کے کھانے سے آپ کو صفائی قلب حاصل ہوئی، پھر انہوں نے آپ کو رخصت کیا اور آپ کو خدا کے ساتھ مشغول رہنے کی ہدایت فرمائی۔

پس آپ کہرام آئے اور یاد حق میں مشغول ہوئے۔

طلبی: چند دنوں کے بعد آپ کے پیرو مرشد نے آپ کو ایک رقعہ بھیجا۔ آپ کو اینٹھہ طلب فرمایا تھا۔ آپ کثرت مجاہدہ، ریاضت اور کم کھانے اور کم سونے کی وجہ سے اتنے کمزور ہو گئے تھے کہ آپ کا سفر کرنا دشوار تھا، چنانچہ آپ نے اپنے پیرو مرشد کو یہی لکھا تھا کہ کمزوری اتنی ہے کہ سفر کی ہمت نہیں، البتہ جلد ہی خدمت بابرکت میں حاضر ہوں گے۔

آپ کے رقعہ کا جواب لے کر جب آدمی روانہ ہو گیا تو آپ کو خیال آیا کہ پیرو مرشد کے بلانے پر ضرور جانا چاہیے۔ اس خیال کے آتے ہی آپ اس آدمی کے پیچھے اینٹھہ روانہ ہو گئے اور آفتاب غروب ہونے سے ذرا پہلے آپ اینٹھہ پہنچ کر اپنے پیرو مرشد کی قدم بوسی سے مشرف ہوئے۔

آپ کے پیرو مرشد نے آپ سے دریافت فرمایا کہ کہرام سے کب چلے

تھے۔

آپ نے سب قصہ بیان کیا اور عرض کیا کہ آج ہی دوپہر کہرام سے روانہ ہوئے تھے۔

پھر آپ کے پیرو مرشد نے پوچھا کہ یہ تو بتاؤ کہ دریا کس طرح پار کیا؟
آپ نے عرض کیا۔
"پانی کے اوپر چلا آیا اور پاؤں میرے تر نہیں ہوئے"۔
سوال و جواب ختم ہوئے' آپ کے پیرو مرشد نے آپ کو رخصت کیا اور آپ سے فرمایا۔[10]
"اسباب ظاہر کی رعایت ضروری ہے"۔

عبادت و مجاہدہ: اینتھہ سے کہرام واپس ہوتے ہوئے کشتی سے دریا پار کیا۔ کہرام پہنچ کر عبادت و ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہوئے' رات کو کنوئیں پر ایک تختہ بچھا کر اس پر بیٹھ کر عبادت کرتے اور اپنے نفس کو آگاہ کرتے کہ اگر سویا تو کنویں میں گرے گا' پوشاک کا یہ حال تھا کہ پرانے کپڑے گلیوں میں سے اٹھا کر پانی سے دھو کر اور سی کر پہنتے تھے۔

خرقہ خلافت: آپ کے پیرو مرشد نے رخصت کرتے وقت آپ کو ہدایت فرمائی تھی کہ اینتھہ نہ آئیں' جب مناسب ہو گا' وہ خود بھی کہرام آئیں گے۔ کچھ عرصے کے بعد آپ کے پیر روشن ضمیر کہرام میں رونق افروز ہوئے اور آپ کو پیراہن' کلاہ' جامہ اور چادر عنایت فرمائی۔
آپ نے بصر عاجزی عرض کیا۔:[11]
"بندہ کو اس لباس کے پہننے کی لیاقت نہیں ہے"۔
آپ کے پیرو مرشد نے فرمایا کہ
"میں کہتا ہوں اور تم عذر کرتے ہو"۔
بحکم پیرو مرشد آپ نے وہ لباس پہنا' آپ کے پیرو مرشد نے آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا۔

شاہی دربار سے تعلقات: محمد شاہ کے عہد میں ایک سال بارش نہ ہونے کی وجہ سے مخلوق بہت پریشان تھی۔ بادشاہ کو آپ کا نام بتایا گیا کہ اگر آپ دعا کریں تو یقیناً

بارش ہو۔ محمد شاہ نے سرہند کے حاکم کے نام ایک فرمان جاری کیا' جس میں اس نے آپ کو دہلی لانے کی تاکید کی اور ایک عریضہ آپ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے معذرت چاہی' جس وقت آپ کو خط ملا' وہاں خوب بارش ہوئی' محمد شاہ نے آپ کو نذرانہ بھیجا' جو آپ نے مشکل قبول فرمایا۔

ایک مرتبہ محمد شاہ نے نواب روشن الدولہ کو آپ کی خدمت میں بھیجا' آپ کی خدمت میں کچھ مٹھائی اور کچھ کپڑے محتاجوں کو تقسیم کرنے کے لئے بھیجے اور آپ سے اس امر کی دعا چاہی کہ اس کی اولاد میں ہمیشہ سلطنت رہے۔ آپ نے مراقبہ کیا اور فرمایا کہ محمد شاہ کو حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی سفارش سے سلطنت ملی ہے اور حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے دو پشت کی سفارش کی تھی' اس میں کس کی مجال کہ دخل دے۔

وفات: آپ 5 رمضان المبارک 1131ھ کو واصل بحق ہوئے۔ مزار پر انوار کہرام میں حاجت روائے خلق ہے۔

خلفاء: آپ کے بیالیس خلیفہ تھے' آپ کے مشہور خلفاء حسب ذیل ہیں۔[12]

شاہ محمد باقر' شاہ نظام الدین' سید فاضل، سید عبدالمومن' شیخ نعمت اللہ۔ میاں شاہ اورنگ' خواجہ مظفر' غلام محمد' میاں افضل شاہ لطف اللہ جالندھری' سید محمد سالم ترمذی روپڑی۔

سیرت: آپ اپنے وقت کے قطب تھے۔ عبادت' ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول رہتے تھے۔ نذرانہ جو آتا' اس میں سے خادموں کے خرچ کے واسطے نکال کر باقی اپنے پیرو مرشد کو پیش کرتے' آپ کا لنگر عام تھا۔

تعلیمات: ایک مرتبہ آپ کی مجلس میں آیت کریمہ

لا یمسہ الا المطھرون۔

کے معنی و مضمرات پر بحث شروع ہوئی۔ ایک عالم جو وہاں موجود تھا' اس نے کہا کہ

"اس جگہ معنی انشاء میں ہے' (یعنی یہ معنی ہیں۔ "چاہئے کہ نہ چھوئیں قرآن شریف کو' لیکن پاک لوگ" (جو حدث اکبر و اصغر سے پاک ہوں")

آپ نے یہ سن کر فرمایا کہ "کیا ضرورت ہے کہ اخبار کو معنی انشاء میں

حمل کریں' یہ کیوں نہیں کہتے' مس نہیں کرے (قرآن و ادراک معنی و اسرار کے کو) مگر پاک لوگ (کہ پاک ہوں آلائش بشری سے"۔[13]

آپ اپنے مریدوں کو آدھی رات سے زیادہ سونے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

فرمان: پیر کو مرید شناسی چاہیے۔

وردو وظیفہ: آپ اپنے مریدوں کو ذکر اسم ذات جہر کے ساتھ تلقین کرتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

"فقیر کو چاہیے کہ ایک لاکھ مرتبہ ذکر اسم ذات کیا کرے' اگر چالیس مرتبہ ہر روز نہ کرے تو اس کو لقمہ درویشی و دلق حرام ہے۔"

کشف و کرامات: آپ کے پیرو مرشد کے حجرے کی چھت خراب ہو گئی۔ سب مریدوں نے چھت کی مرمت کی' لیکن چھت ٹھیک نہیں ہوئی' آپ کے پیرو مرشد نے مسکرا کر فرمایا کہ "میران جی سے چھت درست ہو گی۔ آپ اس زمانے میں چلہ میں تھے آپ کو بلایا گیا۔ آپ چلہ سے باہر آئے اور چھت درست کرنے میں مصروف ہوئے۔ آپ نے گھاس اکھاڑی' پھر مٹی اور پانی ڈال کر چھت کو کوٹنا شروع کیا' جتنی بار کوٹتے تھے' ہر بار ہر ضرب پر ایک مقام ظاہر ہوتا تھا۔

آپ کا ایک مرید موضع نوندھن میں رہتا تھا' اس کا ایک لڑکا تھا' جس کی عمر دس سال کی تھی۔ ایک دن اس لڑکے کا انتقال ہو گیا' اتفاق سے اسی دن آپ اس موضع میں رونق افروز ہوئے۔ اس مرید کو جب یہ معلوم ہوا' آپ کو اپنے گھر لایا اور لڑکے کی نعش کو ایک کوٹھری میں بند کر دیا' جب آپ کے سامنے کھانا لایا گیا تو آپ نے کھانے سے انکار کیا اور فرمایا "جب تک اس کا لڑکا نہ آئے گا اور کھانا نہ کھائے گا' آپ بھی کھانا نہیں کھائیں گے۔ مرید نے بہانہ کیا اور عرض کیا کہ لڑکا کہیں کھیلتا ہو گا' معلوم نہیں کب آئے' اس کا انتظار بے کار' آپ نے فرمایا کہ جب بھی آئے گا' تب ہی کھانا کھائیں گے۔ اب اس مرید نے مجبور ہو کر عرض کیا کہ "لڑکا آپ کے آنے سے دو ساعت پہلے مر گیا' اس کے نعش کوٹھری میں رکھی ہے"۔ آپ نے فرمایا "لڑکا مرا نہیں ہے' جا کر دیکھو' اگر سوتا ہو تو جگا کر لاؤ"۔ وہ شخص جب کوٹھری میں گیا تو دیکھا کہ لڑکا سانس لیتا ہے' اس کو ہلایا' وہ اٹھ بیٹھا اور

اپنے باپ کے ساتھ باہر آکر آپ کا قدم بوس ہوا۔

حواشی

1- انوار العارفین (فارسی) ص 413

2- انوار العارفین (فارسی) ص 413

3- انوار العارفین (فارسی) ص 413

4- بستان معرفت ص 109

5- انوار العارفین (فارسی) ص 414

6- انوار العارفین (فارسی) ص 414

7- انوار العارفین (فارسی) ص 415

8- انوار العارفین (فارسی) ص 45

9- انوار العارفین (فارسی) ص 416

10- انوار العارفین (فارسی) ص 417

11- انوار العارفین (فارسی) ص 417

12- انوار العارفین (فارسی) ص 414، 420

13- بستان معرفت ص 114

باب 62

حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی مصدر جو دیزادانی ہیں۔

خاندانی حالات: آپ کی نسبت نسبی بواسطہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کئی واسطوں سے امیرالمومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک پہنچتی ہے، حضرت مولانا فخرالدین فخرجہاں نے سلسلہ حدیث میں اپنے کو صدیق لکھا ہے۔[1]

آپ کا وطن مالوف قصبہ نگراؤں (کاکوری) ہے، آپ کے خاندان کے بزرگ باہر سے تشریف لاکر وہاں سکونت پزیر ہوئے۔

ولادت باسعادت: آپ نے 1060ھ میں اس عالم کو زینت بخشی۔

نام: آپ کا نام نظام الدین ہے۔

تعلیم و تربیت: آپ کی تعلیم و تربیت آپ کے وطن میں ہوئی۔

دہلی میں آمد: دہلی کے اہل کمال کا شہرہ سن کر آپ بقصد انصرام بقیہ تحصیل علم دہلی تشریف لائے۔

دربار کلیمی میں باریابی: دہلی میں آپ نے حضرت شیخ شاہ جہاں آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا شہرہ فضل و کمال سنا، آپ نے چاہا کہ حضرت شیخ کلیم اللہ شاہجہانی آبادی کی خدمت فیض درجات میں حاضر ہوں اور ان سے فیوض و برکات حاصل کریں، ایک دن آپ حضرت شیخ کی خانقاہ میں حاضر ہوئے۔ دروازہ پر دستک دی، اس وقت مجلس سماع گرم تھی۔ دروازہ بند تھا۔ حضرت کا یہ دستور تھا کہ اجنبی شخص کو مجلس سماع میں شرکت کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

دستک کی آواز سن کر حضرت شیخ نے حاضرین میں سے ایک کو حکم دیا کہ

دروازہ پر جا کر دیکھے کہ کون ہے' اس شخص نے آپ کا نام نامی و احوال گرامی معلوم کرکے حضرت شیخ سے جا کر عرض کیا' حضرت شیخ نے آپ کو اندر آنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ 2۔ حاضرین کو تعجب ہوا' انہوں نے حضرت شیخ سے عرض کیا 3۔

"دخل اجنبی در مجلس سماع دستور حضور نیست"۔

(اجنبی کو مجلس سماع میں داخل کرنا حضور کا دستور نہیں ہے)۔

حضرت شیخ نے فرمایا کہ

(یہ شخص عزیز (آشنا) ہے' غیر نہیں ہے)۔

آپ جب حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے' آداب بجالائے' حضرت شیخ نے آپ کے سلام کا جواب دیا او آپ سے آنے کی وجہ دریافت فرمائی' آپ نے عرض کیا کہ "تحصیل علم کی خواہش حضور کے قدموں میں لائی ہے"۔ حضرت شیخ نے آپ کی درخواست منظور فرمائی اور آپ کو خدمت عالی میں رہنے کی اجازت دی۔

بیعت و خلافت: آپ حضرت شیخ کلیم اللہ آبادی کی خدمت میں رہ کر مستفید ہوتے رہے۔ اکثر آپ حضرت شیخ کے مریدوں کا ذوق و شوق' شغف و سکر و شورش دیکھتے تو آپ کو بڑا تعجب ہوتا' ایک روز کا واقعہ ہے وہ حضرت شیخ یحیٰی مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید مدینہ منورہ سے آیا اور حضرت شیخ کلیم اللہ شاہجہاں آبادی کی خدمت میں جب حاضر ہوا تو حضرت شیخ کو دیکھتے ہیں اس پر وجدانی کیفیت طاری ہوئی اور وہ بے ہوش ہو گیا۔

آپ کو اس کے اس حال سے حیرت ہوئی۔ آپ نے معلوم کیا کہ کیا بات تھی کہ جو وہ شخص اس طرح مست و بے خود ہوا۔ جب آپ کو اس کی تفصیل اور مضمرات سے آگاہ کیا گیا تو آپ کے دل میں بھی اس راستے پر چلنے کا شوق موجزن ہوا۔ 4۔ آپ کے افکار و خیالات میں تبدیلی پیدا ہوئی' جس کا لازمی نتیجہ اعتقاد' اطوار ارادت اور آئین خدمت گذاری تھا۔

ایک دن حضرت شیخ جب مکان جانے کے لئے اٹھے تو آپ نے حضرت شیخ کے جوتے اٹھا کر ان کے سامنے رکھے' حضرت آپ کی اس بات سے خوش ہوئے اور آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ 5۔

"توجہ بکسب علوم باطنی اولیٰ و احسن است"۔
(علوم باطنی حاصل کرنے کی طرف توجہ کرنا اعلیٰ اور بہتر ہے)۔
آپ نے حضرت شیخ سے عرض کیا کہ[6]۔

سپردم بتو مایہ خویش را
تودانی حساب کم و بیش را

حضرت شیخ کلیم اللہ شاہ جہاں آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ شعر سنا تو آپ کو اپنے دست حق پرست پر بیعت کیا۔ اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ حضرت شیخ کلیم اللہ شاہ جہاں آبادی رحمۃ اللہ علیہ جب اپنے پیرو مرشد حضرت شیخ یحییٰ مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت و خلافت و اجازت سے سرفراز ہو کر مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تو حضرت شیخ یحییٰ مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ سے فرمایا تھا کہ اس شکل و شباہت و صورت کا ایک شخص ان کے (حضرت شیخ کے) پاس آئے گا' اس کا نام نظام الدین ہو گا۔ اور وہ عین دعوت الی اللہ کے وقت مندرجہ بالا شعر پڑھے گا۔ اور ہماری "نسبت" کا مالک ہے' 7۔

آپ کی حضرت شیخ کلیم اللہ شاہ جہاں آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونے کی تفصیل اس طرح بھی بیان کی جاتی ہے کہ ایک روز آپ قطب حضرت شاہ جہانیاں آبادی کی خدمت میں حاضر تھے اور ایک کتاب جو اصول پر تھی' پڑھ رہے تھے۔ ایک شخص جو حضرت شیخ یحییٰ مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے تھا' حضرت شیخ یحییٰ مدنی کے وصال کے بعد مدینہ سے آیا اور حضرت شیخ کلیم اللہ شاہ جہاں آبادی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھتے ہی وہ شخص بے ہوش ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس شخص کو ہوش آیا۔ آپ حیران تھے کہ یہ کیا ہوا' آپ نے حضرت شیخ سے اس کے متعلق عرض کیا۔
حضرت شیخ نے فرمایا۔
"یہ بھی ایک علم ہے اور یہ علم تم کو بھی تعلیم کیا جائے گا"۔
آپ کو اس علم کے حاصل کرنے کا شوق ہوا اور حضرت شیخ سے اس علم کے حاصل کرنے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ آخر کار ذوق و شوق نے اپنا کام کیا۔ آپ نے اس علم کا پڑھنا شروع کیا' نہایت خلوص و صدق دل سے حضرت شیخ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔[8] حضرت شیخ نے آپ کو خرقہ خلافت سے سرفراز فرمایا۔

فرمان مرشد: آپ کچھ عرصہ تک حضرت شیخ شاہجہاں آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں

رہ کر علوم ظاہری سے فارغ ہوئے۔ پھر ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہوئے اور بہت جلد کمال کو پہنچے۔ آپ کے پیرو مرشد حضرت شیخ کلیم اللہ شاہجہاں آبادی نے دکن کی ولایت آپ کے سپرد فرمائی اور ہدایت فرمائی کہ اورنگ آباد میں جاکر مستقل سکونت اختیار کریں۔

اورنگ آباد میں قیام: آپ اورنگ آباد میں تشریف لائے اور ذکر و فکر و مراقبہ میں مشغول رہے' تادم واپسیں رشد و ہدایت فرماتے رہے۔

شادی اور اولاد: آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت سید محمد بندہ نواز گیسو دراز کے خاندان سے تھیں۔ آپ کے ایک لڑکی اور پانچ لڑکے تھے۔ آپ کے صاحب زادوں کے نام حسب ذیل ہیں[9]۔

محمد اسمٰعیل' غلام معین الدین' غلام بہاؤ الدین' غلام کلیم اللہ
حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں۔

وفات: آپ 12 ذیقعدہ 1242ھ کو نماز عشاء کے بعد جوار رحمت میں داخل ہوئے'[10]۔ بوقت وفات آپ کی عمر بیاسی سال کی تھی۔ مزار اقدس اورنگ آباد میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

خلفاء: آپ کے ایک لاکھ سے زیادہ مرید تھے۔

آپ کے صاحب زادے حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں آپ کے سجادہ نشین ہیں۔

آپ کے چند مشہور خلفاء حسب ذیل ہیں

حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں' خواجہ کامگار خاں' سید شاہ شریف' شاہ عشق اللہ ' شاہ محمد علی' خواجہ نور الدین' غلام قادر خاں' محمد یار بیگ' محمد جعفر' شیر محمد' کرم علی شاہ'

سیرت پاک: آپ جامع علوم ظاہری و باطنی تھے۔ سنت رسول ﷺ کے سخت پابند تھے۔ ریاضت' مجاہدہ اور مراقبہ میں مشغول رہتے تھے۔ جب آپ استغراق میں ہوتے تھے تو کسی بھی بے شغل شخص کو چاہے وہ آپ کا مرید ہی کیوں نہ ہو' نہیں پہچانتے تھے۔ ہر ایک کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔ ہر آنے والے کی

کھڑے ہو کر تعظیم کرتے تھے۔

پوشاک آپ کی معمولی ہوتی تھی۔ قیمتی کپڑا زیب تن نہیں فرماتے تھے۔ اکثر کپڑوں میں پیوند لگے ہوتے تھے۔ خوراک بہت کم تھی، معمولی غذا پر اکتفا کرتے تھے۔ ہر شخص کی جہاں تک ممکن ہوتا، حاجت پوری کرتے تھے۔ چلتے وقت ہر شخص کو کچھ نہ کچھ دیتے، جمعہ کے علاوہ جو نذرانہ آتا، وہ آپ محتاجوں کو دے دیتے تھے۔

علمی ذوق: آپ نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ "نظام القلوب" آپ کی مشہور تصنیف ہے۔

سجع مہر: آپ کے ایک نگیں پر یہ عبارت کنداں تھی۔[11]

ذکر مولیٰ از ہمہ اولیٰ

دوسرے نگیں پر حسب ذیل عبارت تھی

در رعایت دلہا بکوش　　　نظام دیں بدنیا مفروش

تعلیمات: آپ کی کتاب "نظام القلوب" اذکار و اشغال کے متعلق ہے۔

ذکر جہر: آپ فرماتے ہیں[12]۔

"ذکر جہر کسی وقت بھی منع نہیں ہے، بلکہ ہر وقت مامور و ماجور ہے"۔

کمال عشق: آپ فرماتے ہیں کہ

"اے عزیز! کمال عشق چاہیے، تاکہ اس مقام پر پہنچے، کیوں کہ یہ مقام عاشقوں کا ہے کہ بغیر کمال عشق کے ہرگز حاصل نہ ہوگا"۔

اقوال:

- جو فائدہ میں نے ذکر جہر میں دیکھا ہے، کسی چیز میں نہیں پایا۔
- ذکر یعنی پاس انفاس سے کسی وقت بھی غافل نہ رہنا چاہیے، تاکہ غیر کا دل میں شائبہ نہ گذرے۔
- ذکر خلو معدہ کے وقت کرنا چاہیے، خصوصاً مبتدی کو اس کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

جب پیر کلاہ مرید کو عطا کرے، اس راہ میں صادق وہ ہے کہ جو تاقہ کی قدر

جانے۔

اوراد و وظائف: آپ پاس انفاس کی بہت تاکید فرماتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ سوتے وقت سو مرتبہ تہلیل پڑھے اور اپنے اہل شجرہ کی ارواح پاک کو فاتحہ کا تحفہ پیش کرنا چاہیے۔

کشف و کرامات: ایک روز آپ کی خانقاہ میں عرس ہو رہے تھے، قوال عربی کے اشعار گا رہے تھے، اتنے میں ایک اجنبی شخص آیا اور آکر پاس بیٹھ گیا، اس نے ایک شعر پر بحث و مباحثہ کرنا شروع کیا، دو ایک جواب دے کر آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ وقت بحث کا نہیں ہے، سماع سننے کا ہے، جب آپ نے اس کا نام دریافت فرمایا تو اس شخص نے اپنا نام عبدالغنی بتایا،

یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ فقیروں سے جھوٹ بولنا اچھی بات نہیں، دوبارہ اس نے اپنا نام "عبداللہ" بتلایا،

تھوڑی دیر بیٹھ کر وہ شخص چلا گیا، کچھ دنوں کے بعد وہ شخص پھر آیا، آپ نے اس سے فرمایا کہ پچھلی مرتبہ جب وہ آیا تو سماع ہو رہا تھا اور اس وجہ سے اس کی تسلی و تشفی نہ ہو سکی، اب جو کچھ اس کے شک و شبہات ہوں، بیان کرے۔

اس شخص نے عرض کیا کہ اس کی تسلی اسی دن ہو گئی تھی اور اب تو معافی مانگنے کے لئے آیا ہے۔

آپ مسکرائے اور فرمایا کہ "نہ تمہارا نام عبداللہ ہے اور نہ عبدالغنی"۔ پھر آپ نے اس کا اصلی نام، اور اس کی جائے رہائش اور اس کی تعلیم کے متعلق جو فرمایا تو وہ شخص شرمندہ اور حیران ہوا اور آپ کا معتقد و منقاد ہوا۔

نواب نظام الملک آصف جاہ کو دکن پہنچے زیادہ عرصہ نہ ہوا تھا کہ مبارز خان نے بغاوت کر دی اور شکر کھیڑہ پر فوج لے کر مقابلہ کے واسطے گیا۔ نواب آصف جاہ آپ کے پاس آئے اور دعا کے طالب ہوئے، آپ نے نواب آصف جاہ کو مژدہ فتح کامرانی سنایا، لیکن نواب آصف جاہ کی تسکین نہیں ہوئی۔

انہوں نے آپ سے عرض کیا کہ اگر کوئی علامت بتائیں تو اطمینان و تشفی ہو، آپ نے کچھ دیر مراقبہ کیا اور فرمایا کہ کل صبح بروز پنج شنبہ ان کے ڈیروں پر صندل کا نشان ظاہر ہو گا، یہ اشارہ ان کے لئے کافی ہے، یہ فتح کی علامت ہے،

ایسا ہی ہوا، اور نواب آصف جاہ فتح و کامرانی سے ہم کنارہ ہوئے۔

آپ کے ایک مرید سعید بیگ ایک جوگن پر شیفتہ و فریفتہ ہوئے۔ آپ کے پاس بھی آنا جانا کم کر دیا۔ کئی روز کے بعد جو خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ نے غیر حاضری کی وجہ دریافت فرمائی' سعید بیگ نے سارا حال گوش گذار کیا کہ :

"حضور! ہنگام دستگیری وقت عنایت ست"۔

حضرت کے اور مریدوں نے آپس میں یہ مشورہ کیا کہ کسی بہانے سے آپ کو وہاں لے جائیں' جہاں جوگن مقیم ہے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ وہ جوگن آپ کے سامنے پیش کی گئی۔

آپ نے وہاں سے واپس آکر سعید بیگ کو دوسرے دن اس جوگن کے پاس جانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ مقصد حاصل ہو گا۔ سعید بیگ دوسرے روز حسب الحکم اس جوگن کے پاس گئے' جوگن ان کے نزدیک آئی اور ان سے کہا کہ وہ حضرت کی خانقاہ جانا چاہتی ہے' سعید بیگ اس کو اپنے ہمراہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ جوگن آپ سے بیعت ہوئی' اور اس کی خواہش کے مطابق اس کا نکاح سعید بیگ سے کر دیا۔

حواشی

1- تکملہ سیر الاولیاء (فارسی) ص 94
2- مناقب فخریہ (فارسی) ص 4
3- تکملہ سیر الاولیاء (فارسی) ص 95
4- مناقب فخریہ (فارسی) ص 4
5- تکملہ سیر الاولیاء (فارسی) ص 95
6- مناقب فخریہ (فارسی) ص 4
7- تکملہ سیر الاولیاء (فارسی) ص 95
8- خلاصتہ الفوائد
9- مناقب فخریہ (فارسی) ص 5
10- تکملہ سیر الاولیاء (فارسی) ص 106
11- تکملہ سیر الاولیاء (فارسی) ص 96
12- نظام القلوب۔

باب 63

حضرت بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بلھے شاہ قدواہ کا ملاں تھے۔

والد ماجد: آپ کے والد ماجد سید سخی درویش محمد اچ میں رہتے تھے۔ اچ سے سکونت ترک کر کے ملکوال ہیں تشریف لائے' پھر ملکوال سے پانڈو میں جا کر اقامت گزیں ہوئے۔

نام: آپ کا نام عبداللہ شاہ ہے۔

کنیت: آپ کی کنیت بلھے شاہ ہے اور آپ کنیت سے مشہور ہیں۔

تعلیم و تربیت: آپ کے والد ماجد اپنے زمانے کے ایک عالم تھے۔ عربی و فارسی میں ان کو دستگاہ حاصل تھی۔ چنانچہ آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت آپ کے والد کی نگرانی میں ہوئی۔ پھر قصور پہنچ کر حافظ غلام مرتضیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان سے مزید تعلیم حاصل کی۔ تحصیل علوم ظاہری سے جلد فارغ ہوئے۔

تلاش حق: تحصیل علوم ظاہری سے فارغ ہونے کے بعد آپ کو علوم باطنی حاصل کرنے کا شوق ہوا۔ تحصیل علوم باطنی بغیر مرشد کامل کے ممکن نہیں' آپ اسی تگ و دو میں رہتے تھے۔

جد امجد کی زیارت: ایک دن ایک درخت کے نیچے بیٹھے تھے کہ آپ کو نیند آ گئی۔ خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ سید عبدالحکیم جو پانچویں پشت کے آپ کے جد امجد ہیں' ایک تخت پر بیٹھے ہوئے ہوا میں اڑ رہے ہیں۔ ان کا تخت نیچے اترا' انہوں نے آپ کو دیکھ کر آپ سے دریافت فرمایا کہ "تم کون ہو؟" آپ نے جواب دیا کہ میں "سید ہوں"۔ انہوں نے آپ کا حسب نسب دریافت فرمایا' آپ

نے اپنا اور اپنے والد کا نام ان کو بتایا۔

انہوں نے آپ سے کہا کہ "ہمیں پیاس لگی ہے"۔ آپ نے ان کو دودھ پیش کیا' انہوں نے وہ دودھ سے بھرا پیالہ لے کر تھوڑا خود نوش فرمایا اور باقی آپ کو دیا۔

آپ نے باقی دودھ پی لیا۔ دودھ پیتے ہی آپ از خود رفتہ ہو گئے۔ آپ کا سینہ روشن ہو گیا۔

رخصت ہوتے وقت حضرت سید عبدالحکیم نے آپ سے فرمایا کہ

"ہمارے پاس تمہاری امانت تھی' جو آج ہم نے تمہارے سپرد کر دی۔ آج سے تم کو دس روپیہ روز ملا کریں گے' اب یہ ضروری ہے کہ تم مرشد کامل کی تلاش کرو' تاکہ اس کی وساطت سے تم جلد ہی معرفت اور سلوک کے مقامات طے کر سکو"۔

والد کا مشورہ: گھر آکر اپنا خواب اپنے والد سے بیان کیا۔ آپ کے والد نے آپ سے کہا کہ انہی بزرگ سے کہنا چاہیے تھا کہ وہ بیعت کر لیں۔ آپ نے اپنے والد سے دریافت کیا کہ اب ان کو کہاں تلاش کیا جائے' آپ کے والد نے مراقبہ کر کے آپ کو بتایا کہ وہ بزرگ موضع سانده میں رونق افروز ہیں۔

سانده کو روانگی: آپ اسی وقت سانده روانہ ہوئے۔ سانده پہنچ کر حضرت سید عبدالحکیم کی زیارت سے مشرف ہوئے اور ان سے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ انہوں نے آپ سے فرمایا کہ "جو تمہاری امانت ہمارے پاس تھی' ہم نے تم کو دے دی۔ تمہارا حصہ حضرت شاہ عنایت اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہے' ان کے پاس جاؤ اور اپنا حصہ لو"۔

لاہور میں آمد: آپ گھر واپس آئے اور اپنے والد کو سب حال سنایا اور حضرت عنایت اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی اجازت چاہی۔

آپ کے والد نے بخوشی آپ کو اجازت دی۔ کچھ روپے اور دستار آپ کو دی۔ حضرت عنایت اللہ قادری کی خدمت میں پیش کریں۔

لاہور پہنچ کر آپ حضرت عنایت اللہ قادری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت سے مشرف ہونے کی خواہش ظاہر کی۔

شرط : حضرت عنایت اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے فرمایا کہ اس شرط پر بیعت کریں گے کہ پہلے وہ پانسو روپے نقد' پانسو روپے کا ایک گھوڑا' پانسو روپے کے طلائی کنگنوں کی ایک جوڑی اور پانسو روپے کی ایک پوشاک لے کر آئیں۔

غیبی امداد : یہ شرط سن کر آپ کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔ آپ نے سوچا کہ شرط کا پورا کرنا ان کے بس کی بات نہیں۔ ناامید ہو کر دریا کی راہ لی۔ راوی کے کنارے بیٹھے ہوئے اسی سوچ بچار میں تھے۔ آخر کار عالم ناامید میں دریا میں ڈوب کر مرجانا طے کیا۔

ابھی آپ نے یہ طے کیا ہی تھا کہ ایک شخص نقاب ڈالے گھوڑے پر سوار وہاں پہنچا۔ اس سوار نے آپ سے کہا کہ :"میاں صاحب! ایک کام کرو گے' میں دریا میں نہانا چاہتا ہوں' تمہیں تکلیف تو ہو گی' جب تک نہاؤں تم میرا گھوڑا تھامو اور میرے سامان کی حفاظت کرو"۔

آپ نے ایسا کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ اس شخص نے ایک تھیلی جس میں پانچ سو روپے تھے' طلائی کنگنوں کی جوڑی' پوشاک اور گھوڑا آپ کے سپرد کیا اور خود دریا میں نہانے چلا گیا۔

آپ اس شخص کے انتظار میں بہت دیر وہاں بیٹھے رہے۔ جب وہ دریا سے باہر نہیں آیا تو آپ یہ سوچ کر کہ وہ شخص دریا میں ڈوب گیا' وہاں سے شہر روانہ ہوئے۔

شہر میں جب داخل ہوئے تو لوگ پوشاک اور گھوڑے کو دیکھ کر بے اختیار کہہ اٹھے کہ یہ پوشاک اور گھوڑا تو حضرت شاہ عنایت اللہ کا ہے۔

بیعت و خلافت : آپ خوشی خوشی وہ سارا سامان لے کر حضرت شاہ عنایت اللہ قادری کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت شاہ عنایت اللہ آپ کو دیکھ کر مسکرائے۔ آپ کو بیعت سے مشرف فرمایا اور بعدہ خرقہ خلافت عطاء کیا۔ کچھ عرصہ اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں رہ کر اور ان کے فیوض و برکات سے مستفید ہو کر چناب کے کنارے رہنے لگے اور عبادت و مجاہدہ میں مشغول ہوئے۔

قصور میں سکونت : آپ نے پھر قصور میں سکونت اختیار کی۔ تعلیم و تلقین و تبلیغ

میں مصروف ہوئے۔ رشد و ہدایت فرماتے اور لوگوں کو راہ حق دکھاتے۔

گوالیار میں آمد: آپ کے پیرو مرشد آپ سے کسی بات پر خفا ہو گئے۔ انہوں نے آپ کی ولایت سلب کرلی۔ آپ گوالیار پہنچے' حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری کے مزار پر حاضر ہوئے اور روحانی فیوض حاصل کئے۔ فن موسیقی میں کمال حاصل کیا۔ کچھ دنوں کے بعد آپ کے پیرو مرشد آپ سے خوش ہو گئے اور ولایت آپ کو عطا کی۔

وفات: آپ کا وصال 1171ھ میں ہوا۔ مزار قصور میں واقع ہے۔

سیرت: آپ کو سماع کا بہت شوق تھا۔ فن موسیقی سے بخوبی واقف تھے۔ آپ شاعر بھی تھے۔ آپ کا تخلص بھی بلھے شاہ تھا۔ اپنے پیرو مرشد سے والہانہ عشق تھا۔

کرامت: آپ اپنے مویشیوں کو چرانے کے لئے جنگل لے جایا کرتے تھے۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپ حسب دستور اپنے مویشیوں کو چرانے جنگل لے گئے۔ آپ ایک پیڑ کے نیچے بیٹھ گئے۔ بیٹھے بیٹھے آپ کو نیند آگئی۔ مویشی چرتے چرتے ایک شخص کے کھیت میں چلے گئے۔ اتنے میں کھیت کا مالک وہاں آپہنچا۔ اس نے جب مویشیوں کو اپنے کھیت میں دیکھا تو بے چین ہو کر آپ کو تلاش کرنے لگا۔ پیڑ کے پاس آکر دیکھا کہ آپ محو خواب ہیں اور ناگ سانپ اپنے پھن کا سایہ کئے ہوئے آپ کے پاس کھڑا ہے۔

کھیت کا مالک جیون خاں یہ دیکھ کر کچھ متعجب بھی ہوا اور پریشان بھی۔ وہ بھاگا ہوا آپ کے والد کے پاس آیا اور کہا کہ

"ان کے مویشیوں نے ان کا کھیت اجاڑ دیا ہے' ان کا لڑکا پیڑ کے نیچے مردہ پڑا ہے اور سانپ ان کے برابر میں کھڑا ہے"۔

آپ کے والد کو جب یہ معلوم ہوا وہ کچھ آدمیوں کے لے کر فوراً وہاں پہنچے۔ سانپ غائب ہو گیا' آپ اٹھ بیٹھے۔ آپ کے والد نے آپ سے کہا کہ لوگ شاکی ہیں کہ تمہارے مویشیوں نے کھیت اجاڑ دیا ہے۔

یہ سن کر آپ نے اپنے والد سے کہا کہ ایسا تو نہیں ہے۔ آپ خود دیکھ کر رائے قائم کیجئے کہ کھیت اجڑا ہے یا نہیں۔

واقعی کھیت پہلے سے زیادہ شاداب تھا۔ جیون خاں نے وہ سارا کھیت آپ کے والد کو نذر کر دیا۔

حصہ ہشتم

قال را بگذار مرد حال شو
پیش ، مرد کامل پائمال شو

باب 64

حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ نور محمد مہاروی مقتدائے اہل بصیرت ہیں۔

خاندانی حالات: آپ کہرل قوم سے ہیں۔[1]

والد ماجد: آپ کے والد کا نام ہندال ہے،[2] انہوں نے مہار میں سکونت اختیار کی۔

ولادت: آپ 14 رمضان 1142ھ میں کو' چو تالہ میں پیدا ہوئے۔[3]

نام: آپ کا نام "سہیل" ہے۔[4]

لقب: آپ کا لقب "نور محمد" ہے۔ یہ لقب آپ کے پیرو مرشد حضرت مولانا فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو عطاء کیا تھا۔[5]

تعلیم و تربیت: آپ نے حافظ محمد مسعود مہاروی سے قرآن شریف حفظ کیا۔ جب سن شعور کو پہنچے تو لاہور تشریف لے گئے اور وہاں تعلیم حاصل کی۔ لاہور سے دہلی آئے اور تحصیل علم ظاہری میں مشغول ہوئے۔

حضرت مولانا فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ کی دہلی میں آمد کی خبر سن کر آپ بہت خوش ہوئے۔ آپ حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے کچھ مدت تک علم ظاہری حاصل کیا۔

بیعت و خلافت: حضرت مولانا کی صحبت میں رہ کر آپ کو تحصیل علم باطنی کا شوق پیدا ہوا، چنانچہ حضرت سلطان المشائخ کے عرس کے روز آپ حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔[6] سب سے پہلے دہلی میں حضرت مولانا سے بیعت کرنے کا شرف آپ ہی کو حاصل ہے۔

تحصیل و تکمیل کمالات باطنیہ کے حضرت مولانا نے خرقہ خلافت سے سرفراز کیا۔

پیرو مرشد کی خدمت: آپ اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں ہمہ تن مصروف رہتے تھے۔ حضرت مولانا نے چونتیس سال دہلی میں قیام فرمایا۔ آپ چھ ماہ اپنے وطن مہارو میں اور چھ ماہ اپنے پیرو مرشد کے ساتھ دہلی میں رہتے تھے۔ حضرت مولانا کے ساتھ آپ پاک پٹن گئے تھے۔

شادی اور اولاد: آپ کے تین لڑکے تھے، جن کے نام حسب ذیل ہیں [7]۔

نور الصمد، نور احمد، حسن،

وفات: آپ 2 ذی الحجہ 1205ھ کو جوار رحمت میں داخل ہوئے۔ [8] مزار فیض آثار مہارو میں واقع ہے۔

خلفاء: حضرت محمد عاقل صاحب کے علاوہ آپ کے دیگر ممتاز خلفاء حسب ذیل ہیں۔ [9]

حضرت خواجہ محمد سلیمان، شیخ نور محمد نارووالہ، حافظ محمد جمال ملتانی، مولوی خدا بخش جیو، حافظ غلام حسن جیو، مولوی محمد مسعود جیو، حافظ غلام محمد جیو،

سیرت: آپ جامع علوم ظاہری و باطنی ہیں ترک و تجرید آپ کا شعار تھا۔ تحمل و بردباری، قناعت و توکل سے آراستہ تھے۔ ریاضت، عبادت و مجاہدہ میں مشغول رہتے تھے۔ اپنے پیرو مرشد کی خدمت کو اپنے لئے سرماہ افتخار سمجھتے تھے۔ آپ کے پیرو مرشد آپ پر بہت مہربانی فرماتے تھے۔

چنانچہ حافظ شرف الدین کو اپنا مرید کرایا اور فرمایا [10]۔

"بیعت ایشاں بیعت من است"۔

(ان کی بیعت، میری بیعت ہے)۔

تعلیمات: آپ کی بعض تعلیمات حسب ذیل ہیں

علماء اور اہل اللہ: ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ علماء کفار کی تعظیم نہیں کرتے اور اہل اللہ ہر مومن اور کافر کی تعظیم کرتے ہیں، حالانکہ شریعت اور حقیقت میں اختلاف نہیں ہے، پھر ایسا کیوں؟

آپ نے جواب دیا۔[11]

"وجہ یہ ہے کہ علماء کی نظران کے کفر پر پڑتی ہے اور اہل اللہ کی نظر مظہریت اور حقیقت پر پڑتی ہے نہ کہ کفر پر"۔

مسئلہ نفی وجود: ایک دن مسئلہ نفی وجود پر بحث ہوئی۔ آپ نے سلطان باہو کے عشق کا قصہ بیان فرمایا کہ سلطان باہو ابتدائے حال میں ایک زمین دار کے لڑکے پر عاشق ہوئے۔ اس کے مکان کے دروازے پر ایک جھونپڑی میں رہنے لگے۔ ایک روز آدھی رات کے وقت سلطان باہو اس لڑکے کو دیکھنے کے لئے بے چین ہوئے۔ لڑکا اپنے گھر میں سو رہا تھا۔ بظاہر اس کو اس وقت دیکھنے کی کوئی صورت سمجھ میں نہیں آئی۔ سلطان باہو نے ایک تدبیر سوچی کہ اگر جھونپڑی کو آگ لگا دی جائے تو لوگ آپ کو دیکھنے کے لئے جمع ہو جائیں گے اور ممکن ہے کہ وہ لڑکا بھی گھر سے باہر نکل آئے۔ چنانچہ سلطان باہو نے ایسا ہی کیا۔ جب جھونپڑی میں آگ لگی تو لوگ جمع ہو گئے اور وہ لڑکا بھی گھر سے باہر نکل آیا اور سلطان باہو نے اس بہانے سے اپنے محبوب کو دیکھ لیا۔

اقوال:

- جس کسی کو زن و فرزند زراعت و تماشہ کے تعلقات مزاحم ہوں' اس کو چاہیے کہ خطرات کو ترک کرے۔
- کم کھانا' کم سونا' کم بولنا اور لوگوں سے کم ملنا جلنا اختیار کرے۔
- ولی کو احوال ماضی و مستقبل بشرط توجہ معلوم ہوتا ہے۔
- انسان کامل عالم کی جان ہے اور اس کی موت عالم کی فنا۔

کشف و کرامات: ہر آنے جانے والے کے مافی الضمیر کو آپ بتا دیتے تھے۔

آپ کے ایک مرید غلام حسین کا آپ سے سو کوس کے فاصلہ پر انتقال ہوا۔ آپ کو مولوی غلام حسین کے جنازہ کے ہمراہ لوگوں نے دیکھا۔

حواشی

1- تکملہ سیر الاولیاء (فارسی) ص 121

2- انوار العارفین (فارسی) ص 455

3- انوار العارفین (فارسی) ص 455

4- مناقب المحبوبین

5- تکملہ سیر الاولیاء (فارسی) ص 121

6- انوار العارفین (فارسی) ص 455

7- تکملہ سیر الاولیاء (فارسی) ص 129،130

8- انوار العارفین (فارسی ص 456

9- تکملہ سیر الاولیاء (فارسی) ص 129

10- تکملہ سیر الاولیاء (فارسی) ص 131

11- انوار العارفین (فارسی) ص 455

باب 65

حضرت سید عبداللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید عبداللہ قادری مورد فیض ایزدی ہیں۔

خاندانی: آپ غوث الاعظم میراں محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں۔

والد: آپ کے والد ماجد کا نام سید عبدالجلیل ہے۔[1]

بیعت: آپ کی نسبت باطن و نسبت ظاہر گیارہ واسطوں سے حضرت سید عبدالعزیز بغدادی فرزند حضرت غوث الاعظم تک پہنچتی ہے۔

ہندوستان میں آمد: ہندوستان میں آپ کے تشریف لانے کی دو وجوہات بتائی جاتی ہیں۔ آپ کے صاحب زادے کا انتقال آپ کے لئے صدمہ جانکاہ تھا۔ اس کے رنج و غم میں آپ نے دور دراز کا سفر اختیار کیا اور سفر کی تکالیف کو برداشت کیا۔[2]
دوسری وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ حضرت غوث الاعظم نے آپ کو حضرت شاہ نیاز احمد قادری سلسلہ میں بیعت کرنے کی غرض سے ہندوستان بھیجا۔[3]

دہلی میں قیام: آپ نے دہلی پہنچ کر جامع مسجد میں قیام فرمایا۔ دہلی میں آپ کو بہت شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔ حضرت مولانا فخرالدین فخر جہاں حضرت مرزا جان جاناں مظہر شہید، ظفر علی شاہ، شاہ آبادانی، میران نانو اور میر فتح علی ایسے بزرگ اور باکمال ہستیوں نے آپ کی انتہائی تعظیم و تکریم کی۔ آپ کی پالکی کو ان بزرگوں نے اپنے کاندھے پر رکھا۔

رام پور میں قیام: دہلی سے آپ رام پور میں رونق افروز ہوئے۔ نواب فیض اللہ خاں صاحب والی رام پور آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ بیعت سے

مشرف ہو کر انہوں نے اس بات کی کوشش کی کہ آپ رام پور ہی میں سکونت رکھیں۔ نواب صاحب کے اصرار پر آپ راضی ہو گئے۔ نواب صاحب نے آپ کو جاگیر پیش کی۔ آغا پور گاؤں آپ کو نذر کیا۔[4]

مسجد کی تعمیر: رام پور میں آپ نے ایک عالی شان مسجد تعمیر کرائی۔ مسجد تعمیر ہو رہی تھی کہ ایک دن آپ کو الہام و مکاشفہ حضرت غوث الاعظم کی طرف اس بات کا ہوا کہ مسجد جو زیر تعمیر تھی، گر جائے گی۔ آپ فوراً خلوت سے باہر آئے اور معماروں اور مزدوروں کو باہر آنے کی تاکید فرمائی، جب معمار او رمزدور باہر آگئے، مسجد گر گئی۔

آپ نے از سر نو مسجد کی تعمیر کی۔ نواب فیض اللہ صاحب نے مسجد کی تعمیر کے واسطے روپیہ نذر کرنا چاہا، لیکن آپ اس بات پر راضی نہ ہوئے اور نواب صاحب کی نذر قبول نہیں فرمائی،

وفات: آپ نے 14 محرم 1207ھ کو عالم جاودانی کی طرف کوچ فرمایا۔[5]{2} مزار فیض آثار رام پور میں مرجع خاص و عام ہے۔

آپ کے مزار مبارک دروازے پر آپ کی تاریخ وفات کنندہ ہے، اشعار حسب ذیل ہیں۔[6]

دریغا حسرتا قطب معظم　　چراغ دودمان غوث اعظم
گرامی گوھر دریائے پر نور　　کہ نامش سید عبداللہ مشہور
بیکشنبہ دہ و چار از محرم　　بروں زد خیمہ از آفاق عالم
دریں غم باہزاراں آہ و حسرت　　طلب کر دم زدل تاریخ رحلت
بدل گفتا سرورش رحمت حق　　جناں را روح پاکش داد رونق
(1207ہجری).

آپ کی وصیت کے مطابق جو قدم شریف آپ بغداد سے اپنے ہمراہ لائے تھے، وہ آپ کے مزار پر نصب کر دیا گیا۔

خلفاء: آپ کے تین خلیفہ تھے، جو حسب ذیل ہیں۔[7]

مولوی امجد علی، حضرت نیاز احمد بریلوی، شمس الضحی اکبر آبادی،

سیرت پاک: آپ قادری سلسلہ کے جلیل القدر بزرگ ہیں۔ حضرت غوث

الاعظم کی روحانیت آپ کی معاون و مددگار تھی۔ آپ غوث پاک کے روحانی فیوض سے مستفید و مستفیض ہوتے تھے۔ امور دینی و دنیوی آپ پر منکشف ہوتے رہتے تھے۔ فتوحات بکثرت آتی تھیں۔ آپ اس میں کچھ نہیں بچاتے تھے۔ سب غرباء فقراء اور مساکین پر خرچ کر دیتے تھے۔ آپ بزرگی اور عظمت کے مالک تھے، جس شہر میں آپ تشریف لے جاتے، وہاں کے لوگ آپ کی پالکی کو کاندھا دینا اپنے لئے باعث سعادت سمجھتے تھے۔[8]

کرامت: آپ رام پور میں مسجد تعمیر کرا رہے تھے۔ بظاہر آپ کے پاس کوئی مال و متاع نہ تھا۔ جس مصلے پر آپ بیٹھا کرتے تھے، اس کے نیچے سے جب خرچ کی ضرورت ہوتی، نکال کر دیتے تھے۔ ایک مزدور کو خیال ہوا کہ شاہ صاحب کا سارا روپیہ مصلے کے نیچے دفن ہے رات کو اس مزدور نے زمین کھودی، لیکن کچھ بر آمد نہیں ہوا۔ زمین کو پھر اس نے برابر کر دیا اور کسی سے ذکر نہیں کیا۔ آپ نے دوسرے دن پھر مصلے کے نیچے سے نکال کر خرچ کیا۔ شام کو سب مزدوروں کا حساب کیا۔ اس مزدور کو دوگنی مزدوری یہ کہہ کر دی کہ آدھی مزدوری دن کی ہے اور آدھی مزدوری رات کی ہے۔

اس مزدور نے جب یہ سنا بہت شرمندہ ہوا اور معافی کا خواستگار ہوا۔

حواشی

1- کرامات نظامیہ ص 21

2- انوار العارفین (فارسی) ص 522

3- کرامات نظامیہ ص 19'20

4- انوار العارفین (فارسی) ص 522

5- انوار العارفین (فارسی ص 522

6- کرامات نظامیہ ص 27

7- انوار العارفین (فارسی) ص 23

8- انوار العارفین (فارسی) ص 22

باب 66

حضرت شاہ نیاز احمد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ نیاز احمد مخلوق سے بے نیاز ہیں۔

حسب و نسب: آپ والد کی طرف سے علوی سید ہیں اور والدہ کی طرف سے حسینی و رضوی ہیں۔

خاندانی حالات: آپ کے اجداد شاہان بخارا سے تھے۔ ان کا دار الخلافہ اندی جان تھا۔ آپ کے اجداد میں حضرت شاہ ایت اللہ علوی تاج و تخت چھوڑ کر ملتان تشریف لائے۔ ان کے پوتے شاہ عظمت اللہ ملتان سے سرہند میں آکر رہنے لگے۔ وہاں سے حضرت شاہ رحمت اللہ علوی دہلی تشریف لائے۔

والد: آپ کے والد کا نام شاہ محمد رحمت اللہ ہے۔

والدہ: آپ کی والدہ ماجدہ کا نام بی بی لاڈو ہے۔ ان کو بی بی غریب نواز کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔ وہ صاحب زادی سید مولانا سعد الدین کی تھیں، جو شیخ کلیم اللہ شاہجہان آبادی کے خلیفہ تھے۔ وہ قادری سلسلہ میں حضرت شیخ محی الدین کی مرید تھیں۔

ولادت: آپ کی ولادت باسعادت 1173ھ میں سرہند میں ہوئی۔

نام نامی: آپ کا نامی نامی راز احمد ہے۔

لقب: آپ نیاز احمد کے لقب سے مشہور ہیں۔

تعلیم و تربیت: آپ کی تعلیم و ترتیب میں آپ کی والدہ ماجدہ نے بہت دلچسپی لی۔ صغر سنی میں آپ اپنے والدین کے ساتھ دہلی آئے اور دہلی میں آپ کی تعلیم

باقاعدہ شروع ہوئی۔

سعید الدین رضوی نے آپ کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔ آپ کی تعلیم جاری رہیں پندرہ سال کی عمر میں تحصیل علوم ظاہری سے فارغ ہوئے اور دستار فضیلت حاصل کی۔

بیعت و خلافت: آپ کی والدہ ماجدہ کی استدعا پر حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں نے آپ کو اپنی تربیت میں لیا' لیکن بیعت نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی بسم اللہ کے وقت آپ کے نانا مولانا سعید الدین رضوی نے آپ کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا اور حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں آپ کے نانا رضوی کا بہت احترام کرتے تھے۔

آپ نے جب بیعت ہونا چاہا اور بہت اصرار کیا تو حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں نے آپ کو اس طرح سے بیعت کیا کہ ہاتھ پر ہاتھ تو نہیں رکھا' بلکہ اپنا دامن پکڑا کر بیعت فرمایا اور اس کا نام "بیعت طالبی" رکھا۔

دہلی میں جب آپ کے کمال کا شہرہ ہوا تو لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ بعض نے کہا کہ وہ کسی سے بیعت تو ہیں نہیں کمال کیا ہو گا' یہ سن کر آپ کو صدمہ ہوا' اس کے کئی روز کے بعد حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں نے آپ سے فرمایا کہ[1]۔

"میاں! آج شب میں حضرت جناب پیران پیر قدس سرہ العزیز نے تمہاری بیعت اپنے دست مبارک پر قبول فرمائی اور مجھ کو ایک صورت دکھلائی ہے اور فرمایا کہ اپنی خاص اولاد میں سے ان کو بھیجتا ہوں بظاہر ران کے ہاتھ پر تکمیل کرا دینا"۔

اس بات کو ہوئے عرصہ قریب چھ ماہ قریب گزر گیا' لیکن وہ بزرگ تشریف نہیں لائے۔ ایک دن صبح حضرت مولانا فخر جہاں نے آپ کو یہ مژدہ سنایا کہ[2]

۔

حضرت پیران پیر قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ "ہمارے فرزند مرسلہ کو آج تین روز دہلی پہنچے گزرے اور تم ان سے غافل ہو"۔

حضرت مولانا فخر جہاں نے ان بزرگ کی تلاش کے لئے لوگوں کو ہر طرف بھیجا۔ ایک شخص نے حضرت مولانا فخر جہاں کو ایک بزرگ کا پتہ دیا کہ وہ بغداد کے

رہنے والے ہیں اور جامع مسجد دہلی میں مقیم ہیں۔ دریافت کرنے پر اس شخص نے ان بزرگ کا جو حلیہ اور ان کی وضع و قطع بیان کی تو حضرت مولانا فخر جہاں کو یقین ہو گیا کہ یہ وہی بزرگ ہیں، جن کے متعلق حضرت غوث الاعظم نے عالم رویا میں فرمایا تھا۔

حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں نے مٹھائی لانے کا حکم دیا۔ مٹھائی کو خوان میں رکھا۔ خوان کو اپنے سر پر رکھا اور داہنے ہاتھ سے آپ نے (حضرت شاہ نیاز احمد) کا ہاتھ پکڑا، اس طرح سے جامع مسجد میں داخل ہوئے۔ وہاں پہنچ کر دیکھا کہ ایک نورانی صورت بزرگ بیچ کے در میں رونق افروز ہیں۔ حضرت مولانا فخر جہاں نے دیکھتے ہی پہچان لیا کہ وہی بزرگ ہیں۔ جن کی صورت آپ کو دکھلائی گئی تھی۔ ان بزرگ سید عبداللہ بغدادی نے آپ (حضرت شاہ نیاز احمد) کو دیکھتے ہی فرمایا۔[3]

"انہیں کی صورت مجھے دکھلائی گئی تھی، جن کے لئے میں بھیجا گیا ہوں"۔

حضرت مولانا فخر جہاں نے خوان سر سے اتار کر حضر سید عبداللہ بغدادی کے سامنے رکھا اور انہوں نے (حضرت سید عبداللہ بغدادی) آپ کو بیعت سے مشرف فرمایا اور آپ کو تعلیم و تلقین فرمائی۔ ذکر نفی و اثبات کے باون طریقے آپ کو بتائے، خلافت سے آپ کو سرفراز فرمایا، عربی میں خلافت نامہ لکھ کر آپ کو دیا اور اپنی دستار آپ کو مرحمت فرمائی۔

ازواج و اولاد: آپ کی پہلی شادی حضرت سید عبداللہ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی صاحب زادی سے ہوئی، جو لاولد فوت ہوئیں۔ ان کے انتقال کے بعد آپ نے دوسری شادی کی۔ دوسری بیوی سے ایک لڑکی اور دو لڑکے پیدا ہوئے۔ لڑکی کا انتقال کے بعد آپ نے دوسری شادی کی۔ دوسری بیوی سے ایک لڑکی اور دو لڑکے پیدا ہوئے۔ لڑکی کا انتقال صغر سنی میں ہو گیا، آپ کے بڑے صاحب زادے کا نام نظام حسین ہے اور چھوٹے صاحب زادے کا نام نصیر الدین حسین ہے۔[4]

وفات شریف: آپ نے 6 جمادی الثانی 1250ھ کو جان شریں جان آفریں کے سپرد فرمائی، مزار فیض آثار بریلی میں فیوض و برکات کا سرچشمہ ہے۔

خلفاء: آپ کے بڑے صاحب زادے حضر شاہ نظام حسین رحمۃ اللہ علیہ آپ کے سجادہ نشین

ہوئے' آپ کے مقتدر خلفاء حسب ذیل ہیں۔

آپ کے صاحب زادے حضرت شاہ نظام الدین حسین رحمۃ اللہ علیہ '
مولوی عبداللطیف خاں علوم سمرقندی' مولوی نعمت خاں بخاری (کابل) محمد حسین (مکہ معظمہ) میر محمد سمیع بدخشانی' ملاعیوض محمد بدخشانی' محمد فخر عالم شاہجان پوری' مولوی عبدالرحمٰن خان ساکن جاورہ مولی مستاں خاں شاہ جہان پوری' شاہ شمس الحق (مزار لکھنؤ) مخدوم جی بدخشانی' شاہ نور حسین بریلوی۔

سیرت پاک: آپ مشاہیر اولیاء سے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں کمال حاصل تھا۔ آپ بڑے عالم فاضل و کامل درویش تھے۔ صاحب مقامات و عالیات تھے عشق الٰہی میں سرشار تھے۔ عجزو انکساری اور حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں کے وابستگان سے لگاؤ اور محبت کی یہ حالت تھی کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا فخر جہاں کی پالکی اٹھانے والوں میں سے ایک کہار آپ کی خانقاہ میں آیا' آپ اس کو لینے کی غرض سے خانقاہ کے صحن تک تشریف لے گئے' اس کہار کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور نہایت عزت و احترام کے ساتھ اس کو اپنی مسند کے پاس بٹھایا' اس کو نذر پیش کی اور رخصت کیا'[5]۔

آپ خاندان رسالت کا بڑا احترام کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک مجلس وعظ میں آپ رونق افروز تھے۔ آپ کی نگاہ ایک صاحب پر پڑی جو سید تھے۔ وہ نہایت شکستہ حال تھے اور سب سے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ان کو دیکھتے ہی اٹھے اور اپنا سر ان کے قدموں پر رکھ دیا' پھر حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ[6]

"سب لوگ گواہ رہیں کہ اگر خدا کے یہاں مجھ سے سوال ہو گا کہ تو اس مجلس وعظ میں گیا تو میں یہی عرض کروں گا کہ میں نے وہاں بھی تیرے رسول کی اولاد کے قدموں پر سر رکھا تھا"۔

دستور العمل: آپ رات کو بارہ بجے کے قریب اٹھتے' وضو کرتے اور تہجد پڑھتے۔ تہجد سے فارغ ہو کر خاندانی وظیفہ پڑھتے۔ بعد ازاں بارہ تسبیح ضرب کی ادا کرتے۔ صبح کی نماز پڑھ کر تھوڑی دیر آرام کرتے۔[7]

علمی ذوق: آپ ایک بلند پایہ عالم تھے۔ آپ صاحب تصنیف بھی تھے۔

شعرو شاعری: آپ کو صوفی شعراء کی بزم میں ایک عام درجہ حاصل ہے۔ آپ کا تخلص "نیاز" ہے دو دیوان' ایک فارسی کا اور دوسرا اردو کا' آپ کی شاعری کی یادگار ہیں۔ آپ کا کلام فصاحت تام حقائق و معارف کا آئینہ ہے۔ ایک مرتبہ جب آپ نے اپنی ایک غزل جس کا مطلع یہ ہے۔

امشب انست کہ زد حلقہ جہاں بردرما
نیر نور خدا کرد طلوع ازبرما

حضرت مرزا جان جاناں مظہر شہید رحمۃ اللہ علیہ کو سنائی تو حضرت مرزا صاحب پر وجدانی کیفیت طاری ہوئی۔

آپ کے چند اشعار ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں:

چشم دل نیاز کہ تابان است چوں صدف
از آب روشنی در بے بہائے اوست

اگرچہ میں سیرتاں دیکھتا ہوں — دلے جلوہ حق عیاں دیکھتا ہوں
یہ جو کچھ کہ پیدا ہے سب عین حق — کہ اک بحر ہستی رواں دیکھتا ہوں
ازل سے ابد تک جو کثرت ہے پیدا — سو وحدت کا دریا عیاں دیکھتا ہوں
کشتہ شمشیر عشق از مرگ باشد در اماں — زندۂ جاوید باشد مردۂ بے جان عشق
آب حیوان مرگ باشد درمذاق عاشقاں — زندۂ جاوید متند ایں کساں از جان عشق
چشم ادرک خردرا برہ نبود نیاز — از تماشائے کہ بیند دیدۂ حیران عشق

تعلیمات: ایک مرتبہ جناب مولوی اکبر علی بریلی آئے اور آپ سے چند باتیں دریافت کیں' ان کے سوالات اور آپ کے ہر سوال کا جواب حسب ذیل ہے۔[8]

پہلا سوال: سماع کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے؟

آپ نے جواب دیا: "ڈھولک کی آواز ایسی کان میں بھری ہے کہ دوسری بات سنائی نہیں دیتی۔

دوسرا سوال: تعزیہ کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟

آپ نے فرمایا کہ: "اگر بنا نہیں ہو گا تو میں اجازت تعزیہ بنانے کی نہیں دوں گا۔

اس واسطے کہ کماحقہ' اس کی تعظیم نہ ہو سکے گی اور جو بن گیا ہو گا تو جتنا

ممکن ہو گا، تعظیم کروں گا"۔

تیسرا سوال: یزید کے لعن کے متعلق کیا خیال ہے؟

آپ نے جواب دیا کہ : "آج تک اللہ تعالیٰ نے میری زبان کو اس نام خبیث سے بچایا ہے۔ میری رائے میں ایک مرتبہ یہ نام زبان سے نکل جائے، دن بھر زبان کی نجاست نہیں جاتی۔ میں تو لعن یا غیر لعن اس کا نام ہی نہیں لیتا، اتنی دیر حسین حسین کیوں نہ کہوں کہ قلب کو نور ایمان سے ترقی ہو"۔

اقوال:

- موت کا وقت بہت سخت ہے، اس کی مثال ایسی ہے کہ خار دار درخت پر باریک کپڑا ڈال کر ایک جانب سے کھینچا جائے اور اس کے تار تار ہو کر کھینچیں۔
- یہی حالت روح کی ہے کہ ہر رگ و ریشہ بدن سے کھینچ کر آتی ہے۔

اذکار و اشغال: مروجہ اذکار و اشغال کے علاوہ اور اذکار اشغال آپ کو مشائخ سے پہنچے وہ حسب ذیل ہیں۔[9]

ذکر نفی اثابت 51 طریقے سے

(1) اشغال خاندان قادریہ، (2) ذکر اثبات ایک طریقے سے، (3) ذکر اسم ذات ایک طریقے سے، (4) ذکر سرہا ایک طریقے سے، (5) پاس انفاس کئی طریقوں سے، (6) ذکر جاروب ایک طریقے سے، (7) ذکر ارہ ایک طریقے سے، (8) ذکر حدادی ایک طریقے سے، (9) ذکر نشاری (10) محوا لجہات (11) ذکر کلیت (12) ذکر قربیت، (13) ذکر روح، (14) ذکر محیط، ہر ایک ایک طریقے سے، (15) ذکر سلطان الاذکار ایک طریقے سے (16) ذکر جہر (17) ذکر آور دبرد (18) ذکر صنوبری (19) ذکر صفات (20) ذکر اقرب محیط (21) ذکر ہو (22) ذکر صرہ (23) ذکر ضمائر (24) ذکر سرمدی (25) شغل غوثیہ (26) شغل عینت (27) شغل کشف القبور و القرآن (28) شغل انا انتا (29) شغل غوطہ (30) شغل فوارہ (31) شغل طاقچہ (32) شغل سرگوشی (33) شغل مہدہ و معاد (34) شغل کاسہ (35) شغل سفر در وطن (36) شغل ادراک (37) شغل بحر (38) شغل جامع

(39) شغل بارش (40) شغل عکس (41) شغل آئینہ (42) شغل نصیرا (43) شغل محمودہ (44) شغل مطلق (45) شغل ہستی (46) شغل وید (47) شغل دریا (48) شغل سہ پایہ (49) ذکر احاطہ (50) شغل خفی (51) شغل حاضر (52) شغل واصل (53) شغل مظہری (54) شغل حقیقت مطلقہ (55) شغل اسراری (56) شغل مدہوش۔ ہر ایک طریقے سے، (57) شغل آفتابی - چار طریقے سے (58) شغل نقطہ مدوری، چند طریقوں سے۔

اشغال چشتیہ: (1) مراقبات تحت اول و دویم تا ششم (2) سیر تا ہفتم (3) نقش بندیہ قدیمہ - (4) لطائف ستہ، (5) لطائف عشرہ، (6) طرق موصل الی المطلوب ہر طرح سے (7) ایک طریقہ کامل من اولہ آخرہ تراکیب نماز سے - (8) صرف وظائف سے (9) ایک طریقہ روزہ سے (10) ایک طریقہ ہر بازار و مجمع عام سے (11) ایک طریقہ مشاہدہ عجائبات سے

دیگر اشغال: (1) انہد، (2) شغل ہوم شوم، (3) شغل ہنسہ (4) ذکر کرم، (5) شغل سوہن (6) الک دند (7) شغل انگلا پگلا، (8) شغل سکھمنا، (9) چورانی آسن، (10) شغل اوہی ہی (11) اوام پھوا، (12) ذکر کاوتری، (13) ذکر کاوتی، (14) ذکر چہارم برم، (15) ذکر شمب، (16) ذکر برم، (17) چھایا ورش، (18) شغل ترکٹی۔

کرامات: ایک مرتبہ آپ چودھری بسنت رائے کے مکان پر تشریف لے گئے۔ ان کا ایک رشتہ دار استقاء کی بیماری میں مبتلا تھا۔ آپ نے اس مریض کی حالت دیکھ کر ایک ولایتی کو جو اس کے ہمراہ تھا، اس مریض کے پلنگ کے برابر زمین پر لیٹنے کا حکم دیا۔ اس ولایتی کا پیٹ اور جسم پھولنے لگا او اس مریض کو افاقہ ہونا شروع ہوا۔ اس مریض کو شفاء ہوئی، اس نے پیٹ بھر کے کھانا کھایا، اس ولایتی کا مرض بڑھتا گیا۔ جب ولایتی اپنی خانقاہ میں آیا تو وہ بھی دو ایک روز میں اچھا ہو گیا[10]۔

ایک مرتبہ کا واقعہ کہ بریلی میں آگ لگی، بہت سے مکان جل کر خاک ہو گئے۔ آگ پھیلتے پھیلتے محلہ قطب میں نمودار ہوئی۔ اس وقت

کے بڑے صاحب زادے حضرت شاہ نظام الدین حسین آپ کے پاس گھبرائے ہوئے پہنچے اور آپ کو آگ لگنے کی اطلاع دی۔ دوپہر کا وقت تھا' آپ آرام فرما رہے تھے۔ آپ بغیر کرتہ پہنے ویسے ہی باہر تشریف لائے۔ آپ نے دیکھا کہ امیر علی خاں رسالدار کے سائس گھوڑوں کو جو چھپر میں بندھے ہوئے تھے' نکالنے کی کوشش کر رہے تھے۔ رسالدار نے جب آپ کو دیکھا' جان میں جان آئی۔ انہوں نے اپنے سائیسوں سے کہا کہ گھوڑوں کو نکالنے کی کوشش مت کرو' اگر بچانا ہو گا تو حضرت خود بچا لیں گے' ورنہ حضرت کے سامنے ان کو جلنے دو'

آپ نے نظر اٹھائی' آگ کا رخ بدل گیا۔ چھپر کا ایک کونہ جلنے پایا تھا کہ وہ بھی خود بخود بجھ گیا۔ دوسرے دن آپ کے صاحب زادے حضرت شاہ نظام الدین حسین نے آپ سے دریافت کیا کہ کیا پڑھ کر پھونکا تھا کہ آگ یک دم بجھ گئی' آپ نے فرمایا کہ :[11]

"پڑھنا کیا تھا' سمندر بن کر ایک چھینٹا مارا' فوراً بجھ گئی"۔

ایک ولایتی کی ایک شخص سے ملاقات ہوئی' باتوں باتوں میں اس ولایتی نے اپنے آنے کی وجہ ظاہر کی' اس شخص نے یہ سن کر کہا کہ

"جس شخص کے پاس تم جاتے ہو' وہ نیاز احمد میں ہی ہوں"۔

وہ شخص وہیں بیعت سے مشرف ہوا' پھر اس شخص سے فرمایا کہ تم خانقاہ چلو' میں بھی وہیں آتا ہوں' وہ شخص جب خانقاہ میں آیا تو دیکھا کہ آپ کی (حضرت شاہ نیاز رحمۃ اللہ علیہ کی) سوم کی فاتحہ ہو رہی ہے' اب اس شخص کو معلوم ہوا کہ آپ نے اس کو وصال کے بعد بیعت کیا۔[12]

حواشی

1- کرامات نظامیہ ص 20

2- کرامات نظامیہ ص 20

3- کرامات نظامیہ ص 28

4- کرامات نظامیہ ص 20

5- کرامات نظامیہ ص 34

6- کرامات نظامیہ ص 32

7- کرامات نظامیہ ص 36

8- کرامات نظامیہ ص 39،40

9- کرامات نظامیہ ص 20،30

10- کرامات نظامیہ ص 37،38

11- کرامات نظامیہ ص 61،62

12- کرامات نظامیہ ص 61،62

باب 67

حضرت خواجہ محمد سلیمان رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ محمد سلیمان مقتدائے ارباب یقین ہیں۔

خاندانی حالات: آپ کے پردادا عمر خاں اور آپ کے دادا عبدالوہاب افغانی جعفریہ قبیلہ سے تھے۔

والد ماجد: آپ کے والد ماجد کا نام زکریا خان ہے۔[1]

ولادت مبارک: آپ نے گڑ گوجی میں 1184ھ میں اس عالم کو زینت بخشی۔

نام: آپ کا نام محمد سلیمان ہے۔

بچپن کا صدمہ: چار سال کی عمر میں آپ کے والد کا سایہ آپ کے سر سے اٹھ گیا۔

تعلیم و تربیت: آپ کی پرورش اور تعلیم و تربیت آپ کی والدہ ماجدہ کی نگرانی میں ہوئی۔ آپ نے قرآن شریف کے پندرہ پارے ملا یوسف جعفر سے پڑھے۔ پھر باقی پندرہ پارے میاں حسن علی سے پڑھے۔ اس طرح آپ نے قرآن مجید ختم کیا۔ حضرت فرید الدین عطار کا پندنامہ اور حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی گلستان اور بوستاں اور دیگر کتب انہیں سے پڑھیں۔

اس سے فارغ ہو کر آپ لانگھ گئے اور وہاں مولوی ولی محمد سے فارسی ادبیات کی اور کتابیں پڑھیں۔ لانگھ سے کوٹ مٹھن جا کر قاضی محمد عاقل کے مدرسے میں داخل ہوئے، کچھ ہی مدت میں عربی کی درسی کتابیں ختم کر کے تحصیل علوم ظاہری سے فارغ ہوئے۔

بیعت و خلافت: آپ کا کوٹ مٹھن میں قیام تھا تو حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ اچ تشریف لائے۔ آپ کو جب یہ معلوم ہوا' آپ اچ جا کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو بیعت سے مشرف فرمایا' اس وقت آپ کی عمر سولہ سال کی تھی۔[2] آپ اپنے پیرو مرشد کے پاس مہار آتے جاتے رہے' کبھی کبھی ایسا بھی ہوا کہ آپ پیدل ہی مہار روانہ ہو گئے' آپ کے پیرو مرشد نے آپ کو ریاضت و مجاہدات ذکر جہر اور پاس انفاس کی تعلیم فرمائی۔ اس کے علاوہ تصوف کی کتابیں بھی اپنے پیرو مرشد سے پڑھیں' جن میں "آداب الطالبین' عشرہ کاملہ" اور "فصوص الحکم" قابل ذکر ہیں۔[3]

کچھ عرصے کے بعد آپ کے پرو مرشد نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا' اس وقت آپ کی عمر بائیس سال کی تھی۔

دہلی میں آمد: حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں کے وصال کے بعد آپ دہلی پہنچے اور چالیس روز تک ان کے مزار مبارک پر معتکف رہے' چہلم کی فاتحہ کے بعد مہار واپس آئے۔

پیرو مرشد کی ہدایت: آپ کے پیر روشن ضمیر نے آپ کو تونسہ میں رہنے کا حکم دیا۔

تونسہ میں سکونت: اپنے پیرو مرشد کے مطابق آپ نے تونسہ میں سکونت اختیار کی۔ وہاں ایک جھونپڑی ڈال کر رہنے لگے۔

عبادت' ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول رہتے تھے۔ رفتہ رفتہ تونسہ کو ترقی ملی۔

آپ نے تونسہ میں ایک دار العلوم قائم کیا۔ علوم شریعت سے بہت لوگ ناواقف تھے۔ اس دار العلوم کا مقصد علوم شریعت کی تعلیم تھا۔ آپ بھی اس دار العلوم میں خاص خاص طلباء کو سلوک و احسان کی کتب کا درس دیتے تھے' رفتہ رفتہ یہ دار العلوم بڑھتا گیا اور ایک اچھا خاصا اسلامی علوم کا مرکز بن گیا۔

شادی اور اولاد: آپ کے دونوں صاحب زادے' خواجہ گل محمد اور خواجہ درویش محمد آپ کی حیات میں وفات پا گئے۔

وفات: آپ 7 صفر 1267ھ کو جوار رحمت میں داخل ہوئے۔[4] آپ کا مزار پر انوار تونسہ میں فیوض و برکات کا سرچشمہ ہے۔

خلفاء: آپ کی وفات کے بعد آپ کے پوتے حضرت اللہ بخش آپ کے سجادہ نشین ہوئے' آپ کے خلفاء بہت ہیں' مشہور خلفاء حسب ذیل ہیں۔

شیخ محمد یار' حافظ محمد علی خبر آبادی' مولوی محمد علی' میاں عبداللہ شاہ'

سیرت: آپ کو اپنے پیرو مرشد سے والہانہ عشق تھا۔ دوری گوارہ نہ تھی۔ پیرو مرشد کی اطاعت' فرماں برداری اور خدمت کو اپنے لئے باعث سعادت سمجھتے تھے۔ ترک و تجرید میں اپنی مثال آپ تھے۔ سوائے ایک لنگی کے آپ کے پاس اور کچھ نہ تھا۔ حجرے میں ایک چٹائی بچھی ہوئی تھی' جس پر بیٹھ کر آپ عبادت کرتے تھے'

آپ اہل سماع و صاحب شوق و ذوق تھے'[5] بعض اوقات حالت رقص و وجد میں اشک بار ہوتے تھے'[6]

آپ خدا رسیدہ بزرگ ہونے کے علاوہ ایک عالم بھی تھے' قرآن' حدیث اور فقہ میں دست گاہ حاصل تھی'

معمولات: آپ اپنے معمولات کے سختی سے پابند تھے۔ کسی حالت میں بھی اپنے معمولات میں فرق نہیں آنے دیتے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ تہجد سے فارغ ہو کر ذکر جہر میں مشغول ہوتے' فجر کی نماز کے بعد حجرہ میں جاکر تھوڑا آرام فرماتے۔ پھر باہر تشریف لاکر رشد و ہدایت میں مصروف ہوتے۔ دوپہر کے کھانے کے بعد قیلولہ کرنا آپ کا ہمیشہ کا معمول تھا۔ ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر قرآن مجید کی تلاوت فرماتے' پھر عصر کی نماز ادا کرتے' مغرب کی نماز سے فارغ ہو کر ذکر جہر میں ایک پہر گذارتے۔ رات کو کھانا کھا کر عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھتے۔ پھر حجرہ میں جاکر آرام کرتے۔

تعلیمات: آپ کی ساری زندگی عبادت' ریاضت' رشد و ہدایت اور تعلیم و

تلقین میں گذری۔ آپ لوگوں کو راہ حق دکھاتے تھے۔ آپ اس بات پر زور دیتے تھے کہ انسان کی زندگی کا مقصد خداوند تعالیٰ کی عبادت ہے' آپ اکثر یہ آیت پڑھا کرتے تھے: وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون۔

آپ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو دینی و دنیاوی ترقی و کامرانی کے لئے ازبس ضروری سمجھتے تھے۔

آپ کے نزدیک اچھی صفات حاصل کئے بغیر اچھی زندگی گذارنا ناممکن ہے۔ آپ جھوٹ' غیبت' بے ایمانی' لالچ' حسد' غرور اور تکبر سے بچنے کی تاکید فرماتے تھے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ خداوند تعالیٰ پر ہر حالت میں اعتماد اور بھروسہ رکھنا چاہیے۔ دنیا کی محبت کی مذمت فرماتے تھے' فرماتے تھے کہ دنیا داروں کی صحبت میں سوائے نقصان کے اور کچھ نہیں' جہاں تک ممکن ہو سکے' دنیا داروں کی صحبت سے بچنا چاہیے۔

آپ عجزو عاجزی و انکساری پسند فرماتے تھے' اور لوگوں کو اسی امر کی تلقین فرماتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اپنے کو ادنی اور سب سے بدتر سمجھنا چاہیے۔

اقوال:

- کوئی شخص بھی ظاہر و باطن میں اتباع شریعت کے بغیر کبھی مقبول بارگاہ خداوندی نہیں ہو سکتا۔
- مسلمانوں کو غیر مشروع امور سے دور رہنا چاہیے۔
- صفائی قلب اور روحانی ترقی کے لئے اتباع شریعت از بس ضروری ہے۔

کشف و کرامات: ایک سوداگر آپ کا معتقد تھا۔ وہ ہندوستان آتا' مال فروخت کرتا اور پھر واپس چلا جاتا۔ جب واپس ہوتا تو آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوتا' نذرانہ پیش کرتا' دعا کا طالب ہوتا اور چلا جاتا۔ ایک مرتبہ وہ سوداگر آپ کی خدمت میں حاضر تھا' اس کے سامنے بہت کچھ فتوحات آئیں' اس کو یہ دیکھ کر خیال آیا کہ یہ سب لنگر اور داد و دہش دنیا داروں کے روپے

سے ہے' اگر سامنے نذرانے نہیں آئیں گے تو یہ سب کام ختم ہو جائے گا'
آپ اس سوداگر کے خطرے سے بذریعہ کشف آگاہ ہوئے۔ آپ نے وہ واقعہ بیان فرمایا کہ جب سلطان غیاث الدین کو حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے لنگر اور داد و دہش کے متعلق اسی قسم کا گمان ہوا تھا اور اس نے ممانعت کر دی تھی کہ اس کے دربار کا کوئی آدمی حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں نہ جائے اور نہ کوئی نذرانہ وغیرہ پیش کرے' حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو یہ معلوم ہوا تو آپ نے دونا خرچ کرنے کی تاکید فرمائی' خادم کو ہدایت فرمائی کہ حجرہ کے طاق میں سے ضرورت کے موافق لے لیا کرے۔

اس کے بعد آپ نے اس سوداگر سے حجرہ میں مصلا لانے کے لئے فرمایا' وہ سوداگر حجرہ میں گیا۔ جب مصلا اٹھایا تو اس کو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اس کے نیچے ایک دریا ہے اور اس کی تین دھاریں ہیں' ایک دھار اشرفی کی' دوسری دھار روپیوں کی اور تیسری دھار جواہرات کی' مصلا اس کے ہاتھ سے گر گیا۔ حجرہ سے باہر آکر وہ سوداگر آپ سے معافی کا خواستگار ہوا'

ایک دن کا واقعہ ہے کہ ایک ضعیف عورت آپ کے پاس چیختی چلاتی اور روتی ہوئی آئی' اس نے آکر عرض کیا کہ ایک ہی بیٹا تھا' وہ مر گیا۔ اس کے حال پر آپ کے ایک خادم کو رحم آیا' اس نے آپ کو اس بڑھیا کے گھر پر جانے کے لئے آمادہ کیا۔ اور آپ سے عرض کیا کہ ممکن ہے کہ اس کو سکتہ ہو گیا ہو' آپ جب بڑھیا کے گھر تشریف لے گئے تو اس کے لڑکے کو مردہ پایا' اس خادم نے نبض دیکھنے کی استدعا کی' آپ نے نبض دیکھی تو نبض کا کہیں پتہ نہیں' پھر اس خادم نے آپ سے بغور دیکھنے کی درخواست کی' آپ نے درخواست منظور فرمائی' آپ نے بغور دیکھنا شروع کیا'

آپ کی توجہ قلبی سے اس کی نبض میں حرکت ہوئی' دوبارہ دیکھنے پر نبض اچھی طرح چلنے لگی' وہ لڑکا اٹھ کر بیٹھ گیا' اب اس بڑھیا کے آنسو رنج کے آنسو نہیں تھے' بلکہ خوشی کے آنسو تھے'

وہ اپنے لڑکے کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی' وہ لڑکا آپ کی خدمت میں رہنے لگا' آپ نے پانی بھرنے کی خدمت اس کے سپرد فرمائی'

اس واقعہ کے بہت دنوں بعد تک وہ لڑکا بقید حیات رہا۔

حواشی

1- انوار العارفین (فارسی ص 456

2- انوار العارفین (فارسی ص 456

3- انوار العارفین (فارسی ص 456

4- انوار العارفین (فارسی ص 457

5- انوار العارفین (فارسی ص 457

6- مناقب محجوبین

باب 68

حضرت سید غوث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید غوث علی شاہ قدوۃ السالکین ہیں۔

خاندانی حالات: آپ کا سلسلہ نسب بتیس واسطوں سے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر منتہی ہوتا ہے' آپ حسنی و حسینی ہیں۔[1]

والد ماجد: آپ کے والد بزرگوار کا نام سید احمد علی ہے' ان کو درجہ ولایت حاصل تھا۔

والدہ ماجدہ: آپ کی والدہ ماجدہ صاحبہ جذب و سکر تھیں۔

ولادت: آپ جمعہ کے دن رمضان کے مہینے میں 1219ھ میں موضع استھاون میں پیدا ہوئے۔[2]

نام نامی: آپ کا نام غوث علی ہے۔

تعلیم و تربیت: آپ کے والد ماجد نے آپ کو دہلی بلایا اور آپ کی تعلیم دہلی میں ہوئی۔ آپ نے حدیث و فقہ کی کتب حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق سے پڑھیں۔ منطق و دینیات کی تعلیم آپ نے مولوی فضل امام صاحب خیر آبادی سے حاصل کی۔ مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ آپ نے مولوی قلندر علی جلال آبادی سے پڑھی' آپ نے علم ہیئت و دیگر علوم ظاہری و باطنی میں دستگاہ حاصل کی۔

بیعت و خلافت: آپ کئی سلسلوں میں بیعت ہیں۔ آپ کئی سلسلے کے بزرگوں سے خرقہ خلافت پاکر سرفراز ہوئے۔

سب سے پہلے آپ اپنے والد ماجد سے بیعت ہوئے۔ حضرت لعل شاہ کے

روحانی فیوض سے مستفید ہوئے۔ خاندان سہروردیہ میں آپ مرید و خلیفہ حضرت سید فدا حسین رسول شاہی کے ہیں،[3]
خاندان قادریہ میں آپ مرید و خلیفہ حضرت سید اعظم علی شاہ کے ہیں۔[4] نقش بندی سلسلہ میں آپ مرید و خلیفہ حضرت حبیب اللہ شاہ کے ہیں،[5] خاندان چشتیہ میں آپ مرید و خلیفہ حضرت امیرالدین کے ہیں،[6]

سیرو سیاحت: آپ نے ہندوستان کی سیرو سیاحت فرمائی۔ مکہ معظمہ' مدینہ منورہ' بغداد' نجف اشرف' بیت المقدس بھی حاضر ہوئے اور روحانی فیوض و برکات سے مستفید ہوئے۔ مصر' روم و شام کی سیرو سیاحت فرمائی۔ بہت سے درویشوں سے ملاقات ہوئی۔ آپ نواسی بزرگوں سے ملے اور ان کے باطنی فیض سے مستفید ہوئے۔ ان کے علاوہ آپ بہت سے جوگیوں' سناسیوں اور دیگر مذاہب کی بزرگ ہستیوں سے ملے اور ان سے استفادہ کیا۔

پانی پت میں سکونت: آپ نے زندگی کے آخری ایام پانی پت میں گذرائے۔ قلندر صاحب کے مزار کے ایک حجرے میں رہتے تھے۔

وفات شریف: آپ نے 26 ربیع الاول 1297ھ کو اس دار فانی سے کوچ فرمایا۔[7] بوقت وفات آپ کی عمر اٹھتر سال کی تھی۔ مزار پر انوار پانی پت میں واقع ہے۔

خلفاء: آپ کے وصال کے بعد آپ کے خلیفہ محمد یوسف آپ کے سجادہ نشین ہوئے۔ آپ کے ممتاز خلفاء حسب ذیل ہیں۔

محمد یوسف' مولوی گل حسن'

سیرت پاک: آپ قطب ارشاد تھے۔ آپ کو مرتبہ غوثیت بھی حاصل تھا۔ آپ کمالات باطنی میں یکتا اور توحید میں لاثانی تھے۔ آپ کو نسبت جذب حاصل تھی۔ ترک و تجرید' قناعت و توکل' ریاضت و مجاہدہ میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کی سخاوت کا یہ حال تھا کہ جو کچھ آتا' اسی وقت محتاجوں' بیواؤں اور مسکینوں کو تقسیم کر دیتے تھے۔ سائل آپ کے پاس سے کبھی خالی ہاتھ نہیں گیا۔

خوارک آپ کی بہت کم تھی۔ کھانا سادہ پسند فرماتے تھے۔ لباس آپ کا

سفید اور سادہ ہوتا تھا۔ رنگین کپڑے نہیں پہنتے تھے۔ آپ کو علم ظاہر اور علم باطن میں کمال حاصل تھا۔ آپ منبع شریعت تھے۔ فصاحت' بلاغت اور متانت میں بے نظیر تھے۔

تعلیمات : آپ کی تعلیمات اہل ذوق و شوق اہل تصوف اور اہل عرفان ہی کے لئے مفید نہیں ہیں' بلکہ ہر شخص آپ کی تعلیمات سے خاطر خواہ فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

اسلام کی زندگی : آپ فرماتے ہیں[8]۔

"اسلام کی ترقی کا دار و مدار اتفاق' اولو العزمی اور غیرت پر ہے"۔

غیر اللہ سے بے پرواہی : آپ طالب حق کو یہ ہدایت فرماتے تھے[9]۔

"غیر اللہ سے کبھی ملتجی نہ ہونا۔ کسی حاجت کے واسطے سوال نہ کرنا۔ کیونکہ سوال کرنا اصول طریقت کے بالکل خلاف ہے۔ اس لئے کہ حصول مقصد اصلی اسی پر منحصر ہے کہ طالب ماسوا اللہ سے بے سروکار ہو اور موجودات عالم سے قطع تعلق کرے۔ سوال کرنا فقر کی شان عظمت کے منافی ہے' اور سبب تذلیل ہے۔ یہ رکیک فعل اعزاز فقراء کے پاک و شفاف دامن پر بدنما دھبہ لگاتا ہے"۔

توحید : آپ فرماتے ہیں کہ[10]۔

ایک توحید عامہ' جس کو توحید شریعت کہتے ہیں۔

دوسری توحید خاص و توحید طریقت۔

تیسری خاص الخاص توحید معرفت و حقیقت۔ توحید عالی بھی اس کا نام ہے۔

توحید عام میں جمہور خلائق شریک ہیں۔ اس توحید کا اصول احکام شرعی کی اتباع پر منحصر ہے اور توحید خاص و خاص الخاص از روئے فیوضات باطنی حاصل ہوتی ہے۔ یہ توحید انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کا حصہ خاص ہے۔

زبان سے لا الہ الا اللہ کہنا اور دل سے یکتائی حق پر اعتقاد رکھنا توحید عام ہے"۔

"اور تجلیات ذات مطلق کا قلب سالک پر متجلی ہونا اور ذرہ آفتاب میں بے امتیاز کمی و بیشی نور حق نظر آنا اور نور ذات کے سامنے ذرات وجود عالم کا معدوم ہونا اور ایک ذات کا نور پیش نظر رہنا توحید خاص ہے"۔

"موحد کا بحر نا پیدا کنار توحید میں شناوری کرتے کرتے قعر دریائے ذات

اقدس یں غوطہ مارنا اور محو در محو اور فنا در فنا ہو جانا اور کل کائنات کو مع اپنی ہستی خاص کے محو کرنا توحید خاص الخاص ہے"۔

سلوک: آپ فرماتے ہیں کہ [11]

"سلوک کے معنی لغت عربی میں چلنا ہے۔ خواہ سفر ظاہر ہو خواہ سفر باطن۔ مگر اہل تصوف کے نزدیک سیرفی اللہ سے مراد ہے۔ سیرفی اللہ میں منازل بہت ہیں اور اپنی ہستی سے گزر کر خدا کی ہستی کی طرف ہمہ تن مائل ہونا بھی سلوک میں شامل ہے۔ جس وقت تزکیہ نفس ہو گیا' اس وقت تزکیہ دل کرنا چاہیے۔ تصفیہ دل بے "پاس انفاس" کے ہو نہیں سکتا"۔

اقوال:

- جب خدا ساتھ ہو گیا تو کسی دوسرے مددگار کی چنداں ضرورت نہیں۔
- صبر اگرچہ کڑوا ہے' لیکن پھل اس کا میٹھا ہے' الصبر مفتاح الفرج کی تصدیق بڑے بڑے تجربوں سے ہو چکی ہے' صبر کے بعد خوشی ضرور ہوتی ہے۔
- مال و دولت' حسن و جمال پر غرور کرنا لا حاصل ہے' ایک نہ ایک دن ان کو ضرور زوال ہو گا۔
- استقامت اور استقلال انسان کے واسطے بڑی بیش بہا نعمت ہے۔
- ہر شخص نے اپنی خواہشات کے موافق جداگانہ قبلہ بنا رکھا ہے اور اسی خیال میں مستغرق اور منہمک ہے۔
- دنیا اور اس کی تمام اشیاء ہیچ ہیں اس کی عارضی زیب و زینت پر مفتون ہونا ابدی زندگی سے ہاتھ دھونا ہے۔
- دنیا مردار ہے اور اس کے طلب کرنے والے کتوں کی خاصیت رکھتے ہیں' اولوالعزمی اور بلند ہمتی کی بدولت مشکل سے مشکل کام آسان ہو جاتا ہے۔ طمع سے ذلت اور قناعت سے عزت ہوتی ہے۔
- جس وقت تجلی ذات ہوتی ہے۔ ہر طرح سے اسرار توحید و یکتائی منکشف ہوتے ہیں۔
- عشق سے انسان کو حیات ابدی حاصل ہوتی ہے۔

○ صفائی بغیر مجاہدہ کے حاصل نہیں ہوتی اور جمال لا یزال بغیر صفائی کے نہیں دکھائی دیتا۔

اوراد و وظائف: ذیل میں آپ کے چند اوراد و وظائف پیش کئے جاتے ہیں۔

اولاد کے واسطے: آپ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کے اولاد نہ ہوتی ہو تو اس کو چاہیے کہ صبح کی نماز کے بعد اکیس بار درود شریف پڑھے اور ایک سو اکیس (121) بار رب لا تذر نی فرداونت خیر الوارثین پڑھے۔ پھر اکیس بار درود شریف پڑھے اور اپنے اوپر دم کرے اور پانی پر دم کرکے خود بھی پئے اور اپنی بیوی کو بھی پلاوے۔[12]

بخار سے اچھا ہونے کے واسطے: آپ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو بخار آتا ہو تو مریض کو چاہے کہ صبح کی نماز کے بعد سات مرتبہ درود شریف پڑھے، پھر ایک سو اکیاون بار۔

قلنا یانار کونی بردوا اسلاما علیٰ ابراہیم

پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے اور پانی پر یا دوائی پر دم کر کے پئے۔[13]

مصیبت سے نجات کے واسطے: آپ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مصیبت میں گرفتار ہو تو اس کو چاہیے کہ بعد نماز عشاء گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھے اور پھر اکاون بار۔

لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین

پڑھے اور پھر گیارہ بار درود شریف پڑھ کر دعا مانگے، مصیبت سے نجات پائے۔[14]

کشف و کرامات: ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ عسرت اور تنگی معاش سے پریشان تھا۔ آپ سے دعا کا خواستگار ہوا، آپ نے اس کو ایک چٹکی خاص دی اور تاکید فرمائی کہ اس کو سرہانے رکھنا اور فجر کی نماز کے بعد اکیس مرتبہ یہ پڑھا کرنا،

اے کریمے کہ از خزانہ غیب   گبروتر سا وظیفہ خور داری

دوستاں را کجا کنی محروم تو کہ با دشمناں نظر داری

اس شخص نے ایسا ہی کیا' اس کو پانچ روپے روزانہ سرہانے سے ملنے لگے' کچھ دنوں کے بعد اس شخص نے آپ کی ہدایت کے خلاف اس بات کا ذکر لوگوں سے کیا' اسی روز سے روپے ملنا بند ہو گئے'[15]۔

عطا محمد کو دولت تو ملی تھی۔ لیکن اولاد کی دولت سے محروم تھے۔ ضعیف ہو گئے تھے' لیکن اولاد کی آرزو باقی تھی۔ عطاء محمد نے آپ سے عرض کیا' آپ نے فرمایا کہ خدا نے چاہا تو بیٹا پیدا ہو گا۔ آپ کی دعا سے عطا محمد کا گھر روشن ہوا۔[16]۔ عطاء محمد اپنے بچے کو آپ کے پاس لائے' آپ نے بچے کے سر پر اپنا ایک ہاتھ پھیرا اور دوسرا عطاء محمد کے سر پر رکھ کر فرمایا'

پیرے کہ دم زعشق زند بس غنیمت است از شاخ کہنہ میوہ نورس غنیمت است

ایک شخص جو پانی پت میں نائب تحصیل دار تھا' آپ سے بہت عقیدت رکھتا تھا' اس نے کوئی امتحان دیا تھا' ایک دن وہ آپ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ امتحان دیا ہے' کامیابی کے لئے دعا فرمایئے' اگر مستقل ہو جائے تو کیا اچھا ہو' آپ مسکرائے اور پھر اس شخص سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"ایسی خوش خبری اول باپ دیا کرتا ہے"۔

وہ شخص جب واپس اپنے مکان پر گیا' اس کو اپنے والد کا خط ملا' اس وقت وہی خوش خبری اس کے والد نے اس کو تحریر کی تھی'[17]۔

پنڈت شو مدت دہلی میں کمشنر کے سرشتہ دار تھے کمشنران سے کسی بات پر خفا ہو گیا۔ اس نے ان کو برخاست کرنے کی دھمکی دی۔ پنڈت جی کو آپ سے بہت عقیدت تھی' وہ دہلی سے پانی پت آئے اور آپ کی خدمت میں آئے' پنڈت جی نے ایک مرتبان جس میں مربہ بھرا ہوا تھا' آپ کو پیش کیا۔ آپ نے پنڈت جی سے دریافت فرمایا کہ مرتبان میں کیا ہے۔ پنڈت جی نے عرض کیا کہ "حضور کے لئے مربہ لایا ہوں"۔

یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ: بہت خوب' "مربی بیارو مربہ بخور"۔ پھر پنڈت جی سے مخاطب ہوئے' "کہو صاحب' اب تو کمشنر صاحب تم پر بہت مہربان ہیں"۔ پنڈت جی نے سارا قصہ آپ کے گوش گزار کیا۔ آپ نے فرمایا کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں' سب ٹھیک ہو جائے گا اور "میاں! تم کو تو اس نے ڈپٹی کر دیا

ہے۔ تم پریشان نہ ہو۔ خدا فضل کرے گا' وہ بھی مہربان ہو گا'
بعد ازاں پنڈت جی کو معلوم ہوا کہ واقعی کمشنر نے ان کے ایکسٹرا اسٹنٹ کمشنر بنانے کی پر زور سفارش کی ہے۔ کچھ ہی دنوں کے بعد پنڈت جی ایکسٹرا اسٹنٹ کمشنر ہو گئے' [18]۔

حواشی

-1 سیرت غوثیہ ص 12'11
-2 سیرت غوثیہ ص 12'11
-3 سیرت غوثیہ ص 9
-4 سیرت غوثیہ ص 11
-5 سیرت غوثیہ ص 12
-6 سیرت غوثیہ ص 16'15'13
-7 سیرت غوثیہ ص 75'18
-8 سیرت غوثیہ ص 31'28'27
-9 سیرت غوثیہ ص 31'28'27
-10 سیرت غوثیہ ص 37
-11 سیرت غوثیہ ص 41
-12 سیرت غوثیہ ص 65'64
-13 سیرت غوثیہ ص 27'66
-14 سیرت غوثیہ ص 66
-15 سیرت غوثیہ ص 53'52
-16 سیرت غوثیہ ص 53'52
-17 سیرت غوثیہ ص 56'55'53
-18 سیرت غوثیہ ص 56'55'53

حصہ نہم

دست مرد گیر تا مردے شوی
جز بمرداں نیست راہے رہبر

باب 69

حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن قطب زمان اور مرشد دوراں تھے۔

خاندانی حالات: آپ حضرت شیخ محمد المعروف بہ صباح العاشقین چشتی کی اولاد امجاد سے ہیں۔ ان کا مزار قصبہ ملانواں میں ہے۔

والد: آپ کے والد ماجد شیخ اہل اللہ ابن شیخ فیاض صوفی تھے اور حضرت مولانا شاہ عبدالرحمٰن لکھنؤی کے مرید تھے۔

والدہ: آپ کی والدہ ماجدہ بی بی بصیرت کا سلسلہ نسب حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی سے ملتا ہے اور امیرالمومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہے۔

آپ کی ولادت کی خبر: آپ کے والد کے پیرو مرشد حضرت شاہ عبدالرحمٰن لکھنؤی نے آپ کی ولادت کی خبر آپ کے والد کو دی تھی۔

ولادت: آپ قصبہ ملانواں میں 1208ھ میں پیدا ہوئے۔

نام: آپ کا اصلی نام فضل رحمن ہے۔

پیشین گوئی: آپ کی عمر جب چھ سال کی ہوئی تو ایک دن آپ کے والد آپ کو اپنے ہمراہ اپنے پیرو مرشد کے پاس لے گئے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالرحمٰن لکھنؤی نے آپ کو دیکھتے ہی کہا۔

"یہ لڑکا ہندوستان کا قطب ہوگا"۔

یہ کہہ کر اپنا لب آپ کے لب سے لگا دیا۔

بچپن کا ایک واقعہ: آپ بچوں کے ساتھ سڑک پر کھیل رہے تھے۔ ایک گاڑی

گذری۔ آپ گاڑی کے پہیہ کے نیچے دب گئے' چہرہ اور سر پر سے پہیہ گذر گیا' ایک کان جاتا رہا۔

آثار بزرگی: ایک دن آپ اپنے والد کے ہمراہ جا رہے تھے' اس وقت آپ کی عمر آٹھ سال کی تھی۔ آپ کے والد کے ساتھ ایک پنجرہ تھا۔ ایک کھیت سے گذر رہے تھے۔ آپ کے والد نے ایک خوشہ توڑ کر پرندہ کو پنجرہ میں ڈال دیا' آپ کو یہ بات ناگوار ہوئی۔ آپ وہیں رک گئے۔ آپ کے والد نے جب دیکھا کہ آپ نہیں آرہے ہیں تو آپ کو بلایا۔ آپ نے کہا کہ "جب تک کھیت کا مالک نہ آئے گا اور معاف نہ کراؤں گا نہ آؤں گا"۔ آپ کے والد نے وہ خوشہ پنجرہ سے نکال کر پھینک دیا' آپ تب والد کے ہمراہ ہو لیے۔

تعلیم: آپ نے لکھنؤ میں مولوی نور صاحب سے "شرح وقایہ" پڑھی' پھر دہلی تشریف لائے' اور حضرت مولانا اسحاق صاحب سے "صحاح ستہ" بطور درس پڑھی۔ حدیث کی سند حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی سے حاصل کی۔[1]

بیعت و خلافت: آپ حضرت شاہ آفاق صاحب سے دہلی میں بیعت ہوئے۔ آپ کے پیرو مرشد کی آپ پر نظر عنایت دیکھ کر اور مریدوں نے عرض کیا کہ وہ پہلے سے مرید ہیں' لیکن ان پر اتنی نظر عنایت کیوں نہیں۔ جتنی کہ مولانا فضل رحمٰن پر ہے۔ حضرت شاہ آفاق نے جواب دیا کہ

○ "تم کو میں چاہتا ہوں کہ کچھ ہو جاؤ اور ان کو خود حق تعالیٰ چاہتا ہے"۔

ازواج اور اولاد: آپ نے دو شادیاں کیں۔ آپ کی پہلی شادی شیخ بدلے صاحب کی لڑکی سے ہوئی تھی۔ ان کے بطن سے دو لڑکے پیدا ہوئے۔ ان دونوں لڑکوں' مولوی عبدالرحمٰن اور مولوی عبدالرحیم کا انتقال آپ کی حیات میں ہو گیا تھا۔ آپ نے دوسری شادی رئیسہ بیگم کے ساتھ گنج مراد آباد میں کی۔ شادی کے بعد گنج مراد آباد میں سکونت اختیار کی۔ دوسری شادی سے حضرت احمد میاں اور بی بی شفقت پیدا ہوئیں۔[2]

وصیت: آپ نے وصیت فرمائی نزع کے وقت حدیث شریف پڑھی جائے تاکہ روح حدیث سنتے سنتے نکلے۔

وفات: آپ 22 ربیع الاول 1313ھ کو واصل بحق ہوئے۔ مزار پر انوار گنج مراد آباد (یوپی) میں فیوض و برکات کا سرچشمہ ہے۔

خلفاء: آپ کے صاحب زادے حضرت احمد میاں اور مولا سید محمد علی کانپوری آپ کے خلیفہ ہیں، حضرت احمد میاں آپ کے سجادہ نشین ہوئے۔

سیرت: آپ نے نوکری نہیں کی۔ دہلی میں کتاب کی تصحیح کا کام کرتے تھے۔ دو ڈھائی روپے اجرت کے مل جاتے تھے۔ باجرہ کی روٹی کھاتے تھے۔ مٹی کے برتن میں کھانا کھاتے تھے۔ گوشت چھوڑ دیا تھا۔ آپ کے پاس بستر نہ تھا۔ ایک چھوٹی سی چوکی پر چٹائی بچھی رہتی تھی۔ اس پر نماز پڑھتے تھے۔ جو کچھ آتا تھا، شام تک خرچ کر دیتے تھے۔ توکل خدا پر تھا۔ بہت سخی تھے۔ تحفے جو آتے تھے، تقسیم کر دیتے تھے۔ سنت کے سخت پابند تھے۔ اپنے پیرو مرشد کی بہت عزت کرتے تھے۔ تہجد پابندی سے پڑھتے تھے۔ ذکر اور مراقبہ میں ہمہ تن مشغول رہتے تھے۔

تعلیمات: آپ فرماتے ہیں کہ[8]۔

"مثنوی مولانا روم بہت پڑھا کرو، تین سو آدمی قطب و ابدال ہو گئے ہیں"۔

آپ سے پوچھا گیا مثنوی معنی کے ساتھ یا خالی الفاظ کے ساتھ پڑھی جائے"۔

آپ نے جواب دیا۔ "فقط لفظ کے پڑھنے والے"۔

آپ فرماتے ہیں کہ

"اشتیاق لقائے الٰہی یہی ولایت ہے، اتباع سنت یہی غوثیت اور قطبیت ہے"۔

اقوال:

- صاحب حال اور صاحب مقام ہونا آسان ہے، بانسبت ہونا مشکل ہے۔
- صاحب نسبت سے بیعت کرنا باعث نجات ہے۔ قیامت کے دن جب اس کے حال پر عنایت ہو گی تو اس کا پرتو اس کے مریدوں کو پہنچے گا اور سب اس کے ہمراہ جنت کو جائیں گے۔

کرامات: آپ نے اپنے ایک معتقد کو ایک وظیفہ خواب میں بتایا۔ بہت دنوں کے بعد وہ شخص آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ کوئی وظیفہ بتایئے۔ آپ نے فرمایا کہ وظیفہ تو بہت پہلے بتا دیا تھا، پھر وہی وظیفہ جو خواب میں بتایا تھا، اس کو تلقین فرمایا[4]۔

ایک شخص آپ کے پاس آ رہا تھا۔ راستے میں ایک ندی پڑتی تھی۔ اس کا گھوڑا دلدل میں پھنس گیا۔ جب وہ شخص ڈوبنے لگا تو اس نے آپ کو یاد کیا، اور آپ کی امداد کا طالب ہوا، گھوڑا فوراً دلدل سے نکل گیا، جب آپ کی خدمت میں پہنچا تو دیکھا کہ آپ حجرے میں چادر اوڑھے بیٹھے تھے، اس شخص کو دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ

"لوگ مجھے تکلیف دیتے ہیں"۔

یہ فرما کر اپنی پشت اس شخص کو دکھائی، پشت مبارک پر گھوڑوں کے چاروں سم کے نشان معہ کیچڑ کے موجود تھے،[5]۔

حواشی

1- مسالک السالکین جلد دوم ص 180،181
2- مسالک السالکین جلد دوم ص 180،181
3- مسالک السالکین جلد دوم ص 195
4- مسالک السالکین (جلد دوم) ص 191،193
5- مسالک السالکین جلد دوم ص 191،193

باب 70

حضرت حاجی وارث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حاجی وارث علی شاہ قدوۃ السا لکین ہیں' زبدۃ العارفین ہیں' وارثی سلسلہ کی ابتدا آپ سے ہوئی۔

خاندانی حالات: آپ کے خاندان کے بزرگ نیشاپور کے رہنے والے تھے۔ نیشاپور سے سکونت ترک کرکے ہندوستان آئے۔

والد: آپ کے والد بزرگوار کا نام سید قربان علی شاہ ہے۔ وہ دیوار ضلع بارہ بنکی (یوپی) میں رہتے تھے اور وہاں کے رئیسوں میں ان کا شمار تھا۔ صوفی منش رئیس تھے۔

ولادت: آپ نے 1232ھ میں دیوا میں عالم امکان کو زینت بخشی۔

بچپن کا صدمہ: ابھی آپ سن رشد کو نہ پہنچے تھے کہ آپ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوگیا۔ آپ کے والد بزرگوار کا انتقال آپ کی ولادت سے پہلے ہو چکا تھا۔

تعلیم و تربیت: آپ کی عمر جب پانچ سال کی ہوئی تو آپ کی تعلیم باقاعدہ شروع ہوئی۔ مکتب جانے لگے' آپ نے قرآن مجید سات سال کی عمر میں حفظ کیا۔

بچپن: عشق و محبت کے جذبات بچپن ہی سے جنگلوں اور ویرانوں میں لئے پھرتے تھے۔ آپ کا دل شہر میں نہیں لگتا تھا۔

بیعت و خلافت: آپ اپنے بہنوئی حضرت سید خادم علی شاہ کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ آپ کے پیرو مرشد کا قیام لکھنؤ میں رہتا تھا۔

بشارت: ایک رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ پیرو مرشد آپ سے فرماتے ہیں

کہ: "سفر کرو"۔

سیرو سیاحت: پیرو مرشد کا حکم پا کر اپنے وطن عزیز کو خیرباد کہا۔ دیوا سے جے پور تشریف لائے۔ جے پور سے اجمیر شریف غریب نواز کے دربار میں حاضر ہوئے۔ آستانہ میں داخل ہونا چاہتے تھے کہ دروازہ پر جو شخص بیٹھا ہوا تھا اس نے آپ سے کہا کہ جوتا پہن کر اندر جانا ادب کے خلاف ہے۔ آپ نے وہیں جوتا اتارا اور پھر ساری عمر جوتا نہیں پہنا۔

اجمیر شریف سے بمبئ تشریف لے گئے۔ بمبئ سے جدہ گئے۔ 29 شعبان 1253ھ کو مکہ معظمہ پہنچے۔ حج کا فریضہ ادا کر کے مدینہ منورہ گئے۔ کچھ دن وہاں رہے، پھر رخت سفر باندھا۔ بیت المقدس، دمشق، بیروت، بغداد، کاظمین، نجف اشرف، کربلائے معلیٰ، ایران، قسطنطنیہ کی سیاحت کر کے اور درویشوں سے مل کر پھر مکہ پہنچے۔ حج سے فارغ ہو کر افریقہ تشریف لے گئے۔

واپسی: وطن واپس آکر آپ نے دیکھا کہ مکان شکستہ ہو چکا ہے اور آپ کے ساز و سامان پر آپ کے رشتہ دار قابض ہیں۔ ان کو یہ فکر ہوئی شاید آپ جائداد وغیرہ واپس لیں گے اور ممکن ہے عدالتی کارروائی کریں۔ ان لوگوں کی بے اعتنائی اور بے رخی سے آپ کو تکلیف پہنچی، آپ نے وطن میں زیادہ قیام کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

سفر: آپ نے پھر رخت سفر باندھا اور قرب وجوار کے مختلف مقامات کو زینت بخشی۔ آپ جنگلوں، بیابانوں اور پہاڑوں میں گھومتے اور قدرت کا مشاہدہ کرتے تھے۔

وفات: 9 محرم الحرام 1323ھ مطابق 26 مارچ 1905ء کو آپ کو زکام کی شکایت ہوئی، وفات سے ایک دن قبل آپ نے اپنے ایک مرید سے فرمایا: "ہم کل صبح چار بجے چلیں گے"۔ آپ 30 محرم الحرام 1323ھ مطابق 12 اپریل 1905ء کو رحمت حق میں پیوست ہو گئے۔ مزار پر انوار دیوا میں فیوض و برکات سرچشمہ ہے۔

حلقہ ارادت: آپ کا حلقہ ارادت بہت وسیع ہے۔ آپ کے خاص خاص مریدین حسب ذیل ہیں: سلطان عبدالمجید (ترکی)، شیخ مظہر علی، شمس الدین، بدنام شاہ، میاں

جہانگیر شاہ، جسٹس مولوی شرف الدین۔

سیرت: آپ نے شادی نہیں کی۔ آپ جائداد، مکان، سازو سامان وغیرہ سے بے نیاز تھے۔ فقر میں بادشاہی کرتے تھے۔ صابر، شاکر اور مستغنی تھے۔ روپے پیسے کو ہاتھ نہ لگاتے تھے۔ اگر کوئی شخص آپ کو کوئی تحفہ پیش کرتا تو آپ اس سے بہتر چیز اس کو عطا فرماتے تھے، عفو و کرم آپ کا شعار تھا۔ آپ کسی قسم کی سواری پسند نہیں کرتے تھے۔ تانگے، بگھی، یکے میں نہیں بیٹھتے تھے ریل اور جہاز میں نہیں بیٹھتے تھے، کمزوری کے باعث پالکی میں بادل ناخواستہ بیٹھتے تھے۔

سنت کے سخت پابند تھے۔ آپ نے سیاحت بہت فرمائی، خوارک بہت کم تھی، مدتوں ہفتہ میں ایک بار کھانا کھایا، پھر تیسرے روز کھانا کھانا شروع کیا۔ کمزوری کے باعث روز یا دوسرے دو تھوڑا سا کھا لیتے تھے۔ ثرید بہت شوق سے کھاتے تھے۔ کھانے کے بعد خلال کرتے اور پھر ہاتھ دھوتے۔ آپ نے جب سے احرام باندھنا شروع کیا، پھر اتارا نہیں، کربلا پہنچ کر آپ نے یہ طے کیا کہ تختِ یا پلنگ پر نہ سوئیں گے، تمام عمر اس پر کاربند رہے۔

تعلیمات: آپ فرماتے ہیں: "جس عورت کا خاوند موجود ہو اور اس کے پاس رہتا ہو، اسے کھانے پینے اور ضروریات کی پرواہ نہیں ہوتی، خاوند خود بخود اس کا انتظام کرتا ہے، پھر جب خدا اقرب الیہ من جبل الورید ہے تو انسان اپنی روزی کے متعلق کیوں پریشان ہوتا ہے"۔

ایک مرتبہ یہ ذکر ہو رہا تھا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ تہتر فرقوں میں سے بہتر ناری ہیں اور ایک ناجی، جب آپ سے اس فرقے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے دریافت کیا کہ حسد کے کتنے عدد ہیں، حاضرین نے عرض کیا کہ حسد کے عدد بہتر ہیں، یہ سن کر آپ نے فرمایا "بس جو فرقہ حسد سے باہر وہ ناجی ہے"۔

اقوال: آپ کے چند اقوال پیش کئے جاتے ہیں، جو حسب ذیل ہیں۔

○ جو شخص خدا پر بھروسہ کرتا ہے، خدا اس کی مدد ضرور کرتا ہے۔[1] ○ محبت کرو،[2] ○ کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلاؤ،[3] ○ اسلام اور چیز ہے اور ایمان اور چیز ہے۔[4] ○ حسد سے احتراز کرو،[5] ○ محبت میں انتظام نہیں ہے۔[6] ○ اللہ اللہ کیا کرو،[7] ○ جس طرح بندں کو روزی پہنچانا اللہ کی شان ربوبیت

ہے، اسی طرح اللہ کے نام کی مداومت بندوں کا اظہار عبودیت ہے،[8] ○ بغیر محبت کے ذکر سے کچھ نہیں ہوتا،[9] ○ اسی ذکر سے فائدہ ہوتا ہے جو بے غرض ہوتا ہے،[10] ○ خدا نے ہر کام کے واسطے ایک وقت مقرر کیا ہے۔ ○ مشرب عشق میں توحید حقیقی کی تعریف یہ ہے کہ اپنے وجود کے ادراک کی ایسی نفی کرتا کہ ہستی کے سامنے تعینات کی ہستی مفقود اور نابود ہو جائے اور فنا کے بعد حضرت احدیت کا وہ قرب و اتصال نصیب ہو، جس کو حیات ابدی اور بقائے سرمدی کہتے ہیں،[11] ○ در حقیقت موحد وہ ہے کہ جس کا آخر اول کی طرف لوٹ آئے اور ایسا ہو جائے، جیسا ہونے سے قبل تھا،[12] ○ جو مرید پیر کو دور سمجھے، وہ مرید ناقص ہے اور پیر جو مرید سے دور رہے، وہ پیر ناقص ہے۔[13] ○ مرید صادق وہ ہے کہ جو پیر کی بارگاہ کو نقائص سے پاک سمجھے،[14] ○ مرید کی کامیابی اس کی عنایت پر موقوف ہے،[15] ○ مرید مثل بیمار کے ہے اور پیر بمنزلہ طبیب کے ہوتا ہے اور قاعدہ ہے کہ جو بیمار طبیب کی ہدایتوں پر عمل کرتا ہے اس کو شفا جلد ہوتی ہے۔[16] ○ مرید کا مرکز تسلیم و محبت ہے۔ جو اس سے ہٹ گیا، وہ خراب اور جو قائم رہا، وہ کامیاب ہوا۔[17] ○ فی الحقیقت مرید وہ ہے، جس کی مراد اس کا پیر ہو،[18] ○ مرید اس طرح پیر سے ملے، جس طرح قطرہ دریا سے مل جاتا ہے اور جب تک نہیں ملتا، اس کا نام قطرہ ہوتا ہے اور جب مل جاتا ہے تو اسی قطرے کو سب دریا کہتے ہیں۔[19] ○ محبت میں انسان گونگا اور بہرا ہو جاتا ہے،[20]

اوراد و وظائف: ذیل میں آپ کے بتائے ہوئے چند اوراد و وظائف پیش کئے جاتے ہیں:

تنگ دستی دور ہونے کے واسطے: آپ فرماتے ہیں،[21] جو تصدیق کے ساتھ "یاباسط" پڑھتا ہے، وہ تنگ دست نہیں رہتا۔

درود شریف: آپ فرماتے ہیں کہ درود شریف پڑھنا بہتر ہے، آپ نے الھم صلی اللہ علی محمد و علی ال محمد و بارک وسلم پڑھنے کی تاکید فرمائی۔[22]

درود تاج: ایک ضرورت مند نے اپنی حالت آپ سے بیان کی، آپ نے فرمایا۔[23] "شب کو دو رکعت نماز نفل کے بعد درود تاج پڑھ کر سویا کرو، مگر ہر رکعت

میں سات مرتبہ سورہ تکاثر پڑھنا اور صبر کی استدعا کرنا"۔

شغل سلطان الاذکار: آپ نے اپنے مخصوص مریدوں کو "شغل سلطان الاذکار" کی تعلیم فرمائی۔24

کرامات: آپ جب پہلی مرتبہ حج کرنے جا رہے تھے تو محض خدا کے بھروسے پر سفر اختیار کیا تھا۔ کچھ زاد راہ نہ رکھتے تھے، جہاز پر کئی روز آپ کو فاقہ ہوا۔ جہاز چلتے چلتے بیچ سمندر میں رک گیا' جہاز کا کپتان مسلمان تھا' اس کو خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی' سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاز کے کپتان سے فرمایا'

"لوگ بھوکے ہیں اور تم سیر ہو کر کھاتے ہو' یہ اس کا وبال ہے"۔

جہاز کا کپتان پریشان ہوا۔ اس نے یہ تدبیر سوچی کہ سب مسافروں کی دعوت کی۔ سب مسافر دعوت میں شریک ہوئے' لیکن آپ نے شرکت نہیں فرمائی۔ دوسری شب کو جہاز کے کپتان نے وہی خواب دیکھا' اس نے پھر سب مسافروں کی دعوت کی۔ آپ اس مرتبہ بھی شریک نہ ہوئے۔ اب تیسری مرتبہ جہاز کے کپتان کو وہی بشارت ہوئی' اس مرتبہ اس نے پھر سب کی دعوت کی اور اسی خیال سے کہ کوئی مہمان رہ نہ جائے' رجسٹر لے کر سب مسافروں کی حاضری لی۔ اب اس کو معلوم ہوا کہ ایک مسافر غیر حاضر ہے۔ اس نے آپ کو تلاش کیا اور کھانا پیش کیا' آپ نے کھانا کھایا' جہاز روانہ ہوا۔

عربی پاشا کے خدیو مصر کو معزول کرنے پر اور خدیو مصر کی انگریزوں سے امداد کرنے پر' برطانوی حکومت نے ہندوستانی فوجیوں کو مصر جانے کا حکم دیا' علی محمد خاں رسالدار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دور دراز سفر کا ذکر کیا۔

آپ نے فرمایا'

"علی محمد! اگر تم پانی میں ہو گے تو ہم تمہارے ساتھ ہیں' آگ میں ہو گے تو ہمراہ ہیں اور ہزار کوس پر ہو گے تو ہم تمہارے پاس ہیں"۔

رسالدار علی محمد خاں نے عرض کیا کہ "حضور مجھ کو مصر جانے کا حکم ملا ہے"۔

آپ نے یہ سن کر علی محمد خاں رسالدار سے فرمایا'

"علی محمد مصر کے چاقو اچھے ہوتے ہیں' کیوں علی محمد! اگر کوئی ہندوستانی

افسر کہیں کار نمایاں سرانجام دے تو ملکہ اس کی بڑی خاطر کرتی ہوں گی' ولایت اچھا شہر ہے' اب تم جاؤ"۔

ہندوستانی فوجوں نے مصر میں جو ہر شجاعت دکھائی' مصری فوجوں کو شکست ہوئی' علی محمد خاں رسالدار کو ان کی خدمات کے صلہ میں انگلستان بھیجا گیا' ملکہ وکٹوریہ نے ان کی بہت عزت کی' جب علی محمد خاں رسالدار لوٹے تو مصر سے چاقو اور چھریاں لائے اور آپ کو پیش کیں'

حواشی

1- حیات وارث ص 224'255

2- حیات وارث ص 224'255

3- حیات وارث ص 269

4- حیات وارث ص 269

5- حیات وارث ص 273

6- حیات وارث ص 277

7- حیات وارث ص 244

8- حیات وارث ص 279

9- حیات وارث ص 286

10- حیات وارث ص 314

11- حیات وارث ص 315

12- حیات وارث ص 347

13- حیات وارث ص 338

14- حیات وارث ص 349

15- حیات وارث ص 360

16- حیات وارث ص 266

17- حیات وارث ص 272

18- حیات وارث ص 348

19- حیات وارث ص 349

20- حیات وارث ص 260

21- حیات وارث ص 226

22- حیات وارث ص 272

23- حیات وارث ص 282

24- حیات وارث ص 292


تفقہ فی الدین
دین میں خوب سمجھ بوجھ پیدا کرو
پروگریسو بکس
۴۰ بی اردو بازار لاہور
7352795


تفقہ فی الدین
دین میں خوب سمجھ بوجھ پیدا کرو